بن حنیف
دنیا کی
پہلی داستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُنیا کی پہلی داستان

دُنیا کی سب سے قدیم داستان

کتابیں ہی قوموں پر حکومت کرتی ہیں

مطبع : نقوش پریس لاہور

خیال سرورق : سید محمد اعظم جاہ ایم۔ اے

ڈیزائن سرورق : یوسی۔ آرٹسٹ۔ لاہور

اہتمام : سید محمد یوسف اختر شاشانی

(ایم۔ اے (بی۔ اے۔ آنرز))

۱۵۰۰۶

قیمت ۳/۵۰

ملتان میں ملنے کا پتہ

دانش کدہ۔ حسین آگاہی روڈ، ملتان

ابنِ حنیف

دنیا کی پہلی داستان

کوہ نور پبلی کیشنز
شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

(منظور شدہ محکمہ ہائے تعلیم (مغربی پاکستان)

اس دور کی عظیم شعری تخلیق

بربطِ احساس

(از قاسم نوری)

چند آراء

- قاسم نوری جیسی جامع الکمالات اور ہمہ گیر شخصیت دنیا بہت کم پیدا کر سکی ہے (رشید احمد صدیقی
- یقین ہے کہ یہ کلام انہیں صدیوں تک زندہ رکھے گا۔ (نیاز فتح پوری
- اس کی اشاعت سے ہمارے ادب میں ایک اچھا اضافہ ہو جائے گا۔ (جوش ملیح آبادی
- یقین ہے کہ یہ کلام مقام بلند حاصل کرے گا۔ (جگر مراد آبادی
- نوری صاحب کے کلام کی اثر آفرینی انہیں شہرتِ عام اور قبولِ دوام بخشے گی۔ (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
- نوری صاحب ہمارے شعراء کی صفِ اول میں شمار ہوں گے۔ (عبدالمجید سالک
- یہ کلام اردو شعر و سخن کی عام سطح سے معناً بہت اونچا ہے۔ (حفیظ جالندھری
- غزلیہ کلام خاص طور سے شگفتہ بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ (فیض احمد فیض
- قاسم نوری کے افکار کی پختگی میں حسن کی گرفت بہت سخت ہے (صوفی تبسم)
- قاسم نوری کو اظہار کی مشکل بہت کم پیش آتی ہے۔ (احمد ندیم قاسمی)
- نوری صاحب کی غزلوں نے کلام کی پختگی، روانی اور سلیقہ مندی کا قائل کر دیا ہے (امتیاز علی تاج)
- بربطِ احساس کے مطالعہ کے بعد میں نوری صاحب کی فنکارانہ عظمت کی دل سے معترف ہو گئی ہوں (شاعرہ وحید
- بربطِ احساس جب دیکھا تو نظر جہاں پڑی، جم کر رہ گئی۔ (حجاب امتیاز علی تاج
- یہ شاعری اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ شاعر پیدا ہوتا ہے، بنتا نہیں۔ (رئیس احمد جعفری
- بلا مبالغہ یہ کلام ادبیاتِ فائقہ میں ممتاز جگہ پانے کے قابل ہے۔ (ڈاکٹر شجاعت علی

سرِ ورق سات خوبصورت رنگوں سے آراستہ۔ بہترین گٹ اپ قیمت۔ تین روپے صرف

تعارف

یہ داستان

موجودہ ملکِ عراق کی پُرانی لیکن شاندار تاریخ ہزارہا برسوں کی وسیع اور عریض چادر پر پھیلی پڑی ہے۔ اور اس قابلِ فخر تاریخ کا تانا بانا مختلف اقوام نے بنا تھا۔ ماضی کی ان زندہ جاوید عراقی قوموں میں سومیری، اکاری، بابلی، کلدانی[1]، کسدی[2]، اشوری

---

1 کلدانی:- یہ سامی النسل قوم خلیج فارس کے کنارے بستی تھی۔ ۶۱۶ ق م میں ان کے بادشاہ نَبُوپُلَسَّر نے اشوریوں سے بابل چھین لیا۔ اس سے چار سال بعد کلدانیوں نے نینوا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور پھر نبوپلسر نے سوائے مصر کے باقی تمام اشوری مقبوضات فتح کر لئے۔ دوسرا کلدانی بادشاہ نبوکدنضر (بائبل کا بخت نصر) تھا۔ اس نے کلدانی سلطنت کو انتہائے عروج پر پہنچا دیا۔ کلدانیوں نے اپنی تہذیب کی بنیادیں قدیم سومیری اور بابلی تہذیب پر رکھیں۔

(کلدانی کا بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اور متانی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا لٹریچر ہم تک پہنچ چکا ہے۔ اور اس عظیم الشان ادبی ورثے میں علم و ادب کی تقریباً ہر صنف پائی جا رہی ہے۔

عراق کے اس ترکے میں دو منظوم داستانیں بہت ہی نمایاں ہیں۔ ایک تو ہے (زیر نظر) 'جلجامش کی داستان'

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) بابل ان کا دار الحکومت تھا۔ اور یہ شہر اسوقت دنیا کا سب سے اہم شہر بن گیا۔ کلدانیوں نے تجارت، صنعت، فنون لطیفہ اور علم و ادب کو بہت فروغ دیا۔ متعدد اہم سائنسی انکشافات کئے۔ فلکیات کو انہوں نے آسمان پر پہنچا دیا سیاروں کی حرکت کی جو راہیں انہوں نے معین کی تھیں۔ سائنس دان آج تک انکا حوالہ دیتے۔ اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ بنوکد نضر (بخت نصر) نے یہودیوں کی بغاوت دوبارہ کچلی اور انہیں غلام بنا کر بابل لے گیا۔ ۵۳۸ ق۔م فارس کے نامور بادشاہ سائرس نے بابل پر قبضہ کر کے کلدانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ کسدی:۔ ۱۹۰۰ ق۔م میں شمال مشرقی پہاڑوں سے جنگجو اور وحشی آریائی قبائل اتر کر بابلی مملکت کے شہروں میں بس گئے۔ وہ اپنے ساتھ گھوڑا لائے تھے۔ جسے بابلیوں نے پہلے کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اموریوں (بابلیوں) نے ان قبیلوں کو اپنے ملک سے نکالنے کے لئے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور دوسری ہے "انوماالش" ۔ (انوماالش کے معنی ہیں ۔ "جب کہیں اوپر") موخرالذکر حق اور باطل کی فیصلہ کن معرکہ آرائی اور تخلیقِ کائنات سے متعلق ہے۔ اور پہلی یہ ہے۔ جو آج آپ پڑھنے جارہے ہیں۔ دونوں میں جلجامش کی داستان زیادہ طویل بھی ہے۔ اور اہم بھی آئیے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ دنیا کی سب سے قدیم یہ داستان ملی کیسے؟ اور اسکے کتنے نسخے یا کتبے اب تک پائے جاچکے ہیں۔ (جو ہمارے علم میں ہیں) ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) سنجیدگی سے قدم نہیں اٹھایا۔ اور نہ انہیں کوئی اہمیت دی۔ ۱۷۵۰ء ق۔م میں ایشیائے کوچک سے بالکل اچانک حطی فوج اٹھی اور بابل کو لوٹ کر اموری اقتدار کا تقریباً خاتمہ کرکے لوٹ گئی۔ اس بدنظمی سے ان آریائی قبائل نے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور اموریوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ یہ آریائی قبائل ہی کسی کہلاتے ہیں، جو سو فیصدی بابلی رنگ میں رنگے گئے۔ ان کا خاتمہ اشوریوں نے کیا۔

انیسویں صدی کے اوائل کا ذکر ہے۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریذیڈنٹ —— مسٹر رچ (RICH) مقیم بغداد کو فرات کے کنارے ٹیلوں سے کچھ گلی ظروف کے ٹکڑے اور کتبے ملے مگر ان کی اہمیت کوئی خاص نہ تھی۔ موصل میں فرانس کے قونصل مسٹر بوٹا (BOTTA) تھے۔ اس نام آور فرانسیسی نے نینوا (موجودہ کوئنجک) کے تھوڑے سے کھنڈر برآمد کئے لیکن کسی مقامی باشندے کی نشاندہی پر موصوف نے نینوا کی کھدائی ادھوری چھوڑ کے ۱۸۴۵ء میں خرس آباد سے ایک اشوری بادشاہ سارگن دوم (۷۲۲ ق م) کا محل نکال لیا۔ ۱۸۳۹ء کی بات ہے۔ کہ انگریز نوجوان آسٹن ہنری لایارڈ (AUSTEN HENRY LAYARD) لنکا جاتے ہوئے عراق رک گیا۔ لایارڈ کا یہ قیام آثارِ قدیمہ کی تاریخ میں سنگِ میل بن کر رہ گیا ہے۔ جن دنوں مسٹر بوٹا عراق کے پرانے ٹیلوں سے ماضی کے اوراق تلاش کر رہے تھے۔ انہی دنوں لایارڈ بھی سرگرمِ کار ہو گیا۔ اور اس نے قدیم شہر نینوا

اور نمرود کھود نکالے۔ ۱۸۴۹ء میں لارڈ موصل آ گیا، اور پھر نینوا سے اس نے اشور یہ کے بادشاہ اشور بنی پال (۶۶۹ تا ۶۲۶ ق۔م) کی مشہور زمانہ لائبریری برآمد کر لی۔ اس لائبریری میں ان گنت کتابیں[۳] اور نوشتے تھے۔ اتنے کہ صرف برٹش میوزیم ہی میں ان میں سے آج پچیس ہزار سے بھی زیادہ تختیاں اور

۳ـ بابلیوں اور مصریوں کی کتابیں ایک دوسرے کے برعکس تھیں۔ مصری اپنی کتابیں پیپرس پر لکھتے تھے۔ اور اہلِ بابل چکنی مٹی کی پکائی ہوئی تختیوں پر۔ بابلی کتب یا نوشتوں کی تیاری کا طریقہ یہ تھا۔ کہ چکنی گیلی مٹی لے کر اسے ہموار تختی کی شکل میں ڈھال لیا جاتا۔ پھر کاتب ایک تیز نرسل سے ان کی نرم نرم سطح پر مطلوبہ عبارت لکھ لیتے۔ اس کے بعد تختیاں اس حد تک پکائی جاتیں۔ کہ پتھر کی طرح سخت ہو جائیں۔ ہر تختی کتاب کا ایک صفحہ ہوتی۔ اور اور بعض اوقات ایک ایک کتاب پندرہ پندرہ اور بیس بیس صفحات پر مشتمل ہوتی تھی ــــ تحریری کاموں کے لئے وہ ان گنی تختیوں کا استعمال کرتے تھے۔ بس آپ ان تختیوں کو ان کا کاغذ سمجھئے۔ خط و کتابت بھی انہی پر کیجاتی۔ خط کے آخر میں دستخط کرنے کا رواج نہ تھا۔ بلکہ شرفاء کے

کتابیں موجود ہیں۔ انہی میں جلجامش کی داستان
اور انوماالش بھی ہیں۔ بوٹا اور لایارڈ کے بعد عراق
میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے سلسلے میں سر ہنری راسنن
مسٹر لوفٹس (LOFTUS) جارج سمتھ (GEORGE
SMITH) مسٹر ہرمزد رسام (HORMUZD
RASSAM) ڈاکٹر ای بج (Dr. E BUDGE)
مسٹر ایل ڈبلیو کنگ (L.W.KING) مسٹر آر۔ تھامپسن
(R.THOMPSON) اور آج کل کے نامور ماہر اثریات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) پاس ان کی اپنی مہریں ہوتی تھیں۔ خط لکھ چکنے کے بعد یہ مہر لگا دی جاتی۔ اس مہر کو وہ زنجیر میں باندھ کر گردن یا کلائی میں لٹکائے رکھتے۔ خط ختم ہو جانے پر وہ اس پر خشک مٹی چھڑک دیتے۔ اور پھر نم مٹی کی ایک پتلی سی تہ پلیٹ دیتے۔ یہ گویا ان کا لفافہ تھا۔

لفافے پر پتہ لکھ کر دھوپ میں سکھا لیا جاتا۔

★

سر لیونارڈ وولی (LEONARD WOOLLEY) تھے جن کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے۔ لیونارڈ وولی نے ہی طوفانِ نوح کی اثری شہادت بر آمد کی تھی۔

مشہور انگریز ہنری رالنسن (HENRY RAWLINSON) نے بغداد کی ریذیڈنسی میں بیٹھ کر ان تختیوں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ وہاں اسوقت پولیٹیکل ایجنٹ تھا۔ بغداد آنے سے قبل رالنسن ۱۸۵۰ء میں "بے ستون" کا کتبہ پڑھ کر عراق کے قدیم میخی رسم خط[1] سے آگاہ ہو چکا تھا۔

---

[1] عراقیوں کا رسم الخط میخی یا پیکانی تھا۔ انگریزی میں اسے CUNEIFORM کہتے ہیں۔ اس رسم خط کے میخ نما ہونے کی علماء نے ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے۔ کہ گیلی مٹی پر گول حروف یا علامتیں بنانا کارِ دارد تھا۔ چنانچہ سومیریوں نے اپنی حرفی علامتیں گول کی بجائے میخ نما بنائیں۔ اس رسم خط کے موجد سومیری ہی تھے۔ ساڑھے چار ہزار سال قبل جب سامی النسل بابلیوں نے سومیریوں کو زیر کیا تو انہوں نے اہل سومیر سے بہت سے تہذیبی گوشوں کے ساتھ ان کا طرزِ تحریر اور حروف بھی اپنا لیئے۔ ان حروف کی تعداد کوئی ساڑھے پانچسو تھی۔ لیکن استعمال عام طور پر تین سو ہی ہوتے تھے۔ گو سومیری تلفظ سامیوں کی زبان پر آسانی سے نہ چڑھتا تھا۔ تاہم انہوں نے بڑی کامیابی سے سومیریوں کے حروف وغیرہ اپنی زبان میں شامل کر لیئے۔

۱۸۶۶ء میں جارج سمتھ راولنسن کے نائب کی حیثیت سے اس کا شریک کار ہو گیا۔ اسی اثناء میں (۱۸۵۳ء) لایارڈ کے جانشین رسام نے نینوا سے جلجامش کی داستان کے کچھ حصے پا لئے۔ مگر اس داستان کی اہمیت کہیں بیس سال بعد جا کر معلوم ہو سکی۔ ۱۸۷۲ء میں جارج سمتھ نے اعلان کیا۔ کہ میں نے عراقیوں کی طوفان (نوح) سے متعلقہ کہانی دریافت کر لی ہے۔ طوفان کی یہ کہانی اصل میں داستانِ جلجامش کا ہی ایک باب ہے۔ جو گیارھویں تختی پر لکھی ہوئی ہے۔ مگر اس داستان کی پوری یعنی بارہ تختیاں ابھی تک نہیں ملی تھیں۔ چنانچہ سمتھ نینوا آیا۔ اور وہاں سے باقی گیارہ تختیاں بھی ڈھونڈ نکالیں کے سمتھ نے اس مہم میں بڑی سختیاں جھیلیں اور ۱۸۷۶ء میں وہ بیماری اور ناتوانی سے حلب کے مقام پر فوت ہو گیا۔

داستان کی متعدد نقول :-

یہ آغاز تھا۔ اور ان بارہ تختیوں پر مشتمل مسلسل کتاب کے بعد اس داستان کی مختلف نقول ملتی رہیں۔ لیکن ان میں

نسبتاً سب سے مکمل اور طویل بارہ (۱۲) ابواب، پر مشتمل یہی کتاب ہے جو اشوربنی پال کی لائبریری سے پائی گئی۔ یہ کتاب بارہ (۱۲) تختیوں پر لکھی ہوئی ہے۔ ہر تختی پر چھ چھ کالم تھے اور تین تین سو سطور۔ اس طرح کل سطریں قریباً ۳۶۰۰ تھیں۔ ویسے بعض اندازے یہ بھی ہیں کہ سطور تین ہزار یا ۳۴۵۰ تھیں۔ لیکن اب یہ تختیاں یا ابواب اتنے مسخ ہو چکے ہیں۔ کہ صرف ۱۵۰۰ کے قریب سطریں باقی رہ گئی ہیں۔ کتاب ہذا میں شروع کے واقعات سے لے کر جلجامش کی اُت ناپشتم سے ملاقات اور واپسی تک کے حالات ہیں۔ بارہ تختیوں پر واقعات کی تفصیل اس طرح ہے۔

تختی ۱ ۔ جلجامش اور ایابنی کا ذکر اور ایابنی سے متعلق جلجامش کا دوسرا خواب۔

تختی ۲ ۔ یہ بہت ہی خراب ہو چکی ہے۔ اس پر غالباً جلجامش اور ایابنی کے مقابلے اور صنوبر کے جنگل کا پہلی بار ذکر تھا۔

تختی ۳ ۔ یہ بھی بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکی ہے۔ شاید اس میں جلجامش کی شیران شہر اُرُک سے

بات چیت اور ین شن کی طرف سے ایا بنی کو جلجامش کے محافظ مقرر کرنے کا تذکرہ تھا۔

تختی ۴ـ اس کی صرف چند سطریں باقی رہ گئی ہیں یہ صنوبری جنگل کی جانب سفر اور دونوں دوستوں کے جنگل کے جانب سفر اور دونوں کے جنگل کے پھاٹک پر پہنچنے کے حالات پر مشتمل ہو گی۔

تختی ۵ـ جنگل کی منظر کشی، پہاڑ پر کے سارے خوابوں اور غالباً حمبابا سے ملاقات اور اسکے قتل کا بیان تھا۔

تختی ۶ـ عشتار اور جلجامش کی کشمکش، آفاقی بیل کا قتل اور ایا بنی کی بیماری کے آغاز کے متعلق بتایا گیا ہے۔

تختی ۷ـ ایا بنی کی بیماری، اسکے خوابوں اور اسکی وفات

تختی ۸ـ ایا بنی کی یاد میں بین مرقوم ہیں۔ اور خیال ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کا بھی ذکر تھا۔

تختی ۹ـ ات ناپشتم سے ملنے کے لئے جلجامش کا سفر اور سبیتم سِدُوری سے ملاقات۔

تختی ۱۰ـ سبیتم سے بات چیت کی مزید تفصیل۔ نیور شنابی

اور ات ناپشتم سے ملاقات

تختی ۱۱ یہ تختی سب سے اچھی حالت میں ہے اور اسمیں
تین سو سے زیادہ سطریں تھیں۔ اسمیں طوفان (نوح)
جلجامش کی موت میں آزمائش اور یرک کو واپسی کا بیان ہے

تختی ۱۲ اس پر جو ادھورا واقعہ ہے۔ وہ سومیری عبارت
کا براہِ راست ترجمہ ہے۔

بارہ ۱۲ ابواب کی اس کتاب' میں جلجامش کی وفات کا تذکرہ
نہیں ہے۔ اگر چاہیں تو موضوعی یا واقعاتی اعتبار سے ہم
اس کتاب کو مندرجۂ ذیل بارہ عنوانوں میں بھی تقسیم کر سکتے
ہیں۔ اور جدید ترین معلومات کے پیشِ نظر اس میں ایک اور
عنوان کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ یعنی
"جلجامش کی موت"

i۔ یرک کا محاصرہ۔
ii۔ جلجامش کی سنہم آرائیاں اور ایا بنی کی رفاقت۔
iii۔ حمبابا عفریت کا قتل۔
iv۔ عشتار کا اظہارِ عشق۔
v۔ آفاقی بیل سے لڑائی۔

vii - ایابنی کی موت ۔

viii - کوہ ماشو کی جانب جلجامش کی روانگی ۔

ix - تاریک خطے میں جلجامش کا سفر ۔

xi - موت کے پانیوں کا عبور ۔

x - طوفان کی کہانی

xi - شجر نوجوانی ۔

xii - ایابنی کی روح سے گفتگو ۔

xiii - جلجامش کی وفات ۔

اشور بنی پال کی لائبریری سے ہی ایسے مختلف ٹکڑے بھی ملے ہیں ۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ اس بادشاہ کے دار المطالعے میں مذکورہ داستان کی کم از کم چار نقول تھیں ۔ یہ خیال رہے ۔ کہ کوئی چھ ہزار سال قبل سے لیکر ساتویں صدی قبل مسیح تک یہ داستان بار بار لکھی جاتی ۔ ابتک کی معلومات کی روشنی میں اشور بنی پال کے ہی زمانے میں اسے بارہ مسلسل تختیوں پر کتابی شکل دی گئی ۔

اشور بنی پال کے اس نسخے کے علاوہ یہ داستان اور بھی متعدد مختلف تختیوں پر مل چکی ہے ۔ اور بازیافت کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے

سنہ ۱۸۸۸-۸۹ میں امریکنوں نے جان پنٹ پیٹرز (JOHN PUNNET, PETERS) کی سرکردگی میں قدیم نِپّور (موجودہ نُفّر) کی کھدائی میں تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار تختیاں برآمد کیں۔ ان ہی میں داستان کے کچھ حصّوں پر مشتمل وہ تختیاں بھی ہیں جو سومیریوں[۵] کے عہد میں لکھی گئی تھیں۔ یہ تختیاں دو مقامات میں بٹ گئیں۔ یعنی فلاڈلفیا (امریکہ) اور استنبول (ترکی) میں۔ چنانچہ ان پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اسی صورت میں یکجا ہو سکتا ہے .... کہ یہ تختیاں .... بھی

ف۵ سومیری:- اندازہ ہے۔ کہ ابنِ مریم۴ سے کوئی چھ ہزار سال قبل ایک بیرونی قوم نے دجلہ اور فرات کے جنوبی حصّے میں آباد ہو کر بہت سے شہر بسا لیئے۔ بعض علماء انہیں سامی کہتے ہیں۔ اور بعض منگول ـــ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ پاکستان سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ تہذیب و تمدن میں وہ مصریوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ عراق میں انہوں نے زراعت کو فروغ دیا۔ مویشی کثرت سے پالے۔ میخی رسمِ خط ایجاد کیا۔ وہ تانبے کے اعلےٰ اوزار بناتے تھے۔ ان کی تقویم بارہ قمری مہینوں کی تھی۔ ساٹھ اکائیوں کی گنتی انہوں نے ایجاد کی۔ آجکل بھی ہم وقت کے تعین (ساٹھ سیکنڈ اور ساٹھ منٹ وغیرہ) اور دائرے کے زاویوں کی تقسیم میں ساٹھ کا ہندسہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں باقاعدہ مالی نظام قائم تھا۔ اسمیں چاندی کو سکّے کی حیثیت حاصل تھی۔ ان کا سب سے بڑا دیوتا انلِل تھا۔ جس کا مہا پجاری عام طور پر بادشاہ ہوتا تھا۔ اور تنیسی کہلاتا تھا۔ عمارتوں میں اینٹوں کا استعمال کرتے تھے۔ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی بلکہ بہت سی شہری ریاستیں (CITY STATES) تھیں۔

(باقی اگلے صفحہ دیکھیے)

اکٹھی کر دی جائیں۔ امریکہ والوں نے نفور میں ایک بار پھر آثار کاوی کر کے اسی سلسلے کی ایک اور تختی برآمد کر لی۔ جو مسیح سے سوا دو ہزار پہلے کی ہے۔

۱۹۵۱ء میں سیٹن لائڈ (SETON LLOYD) نے دو اکادی کتبے برآمد کئے۔ ایک پر ایانی کی بیماری کے حالات درج ہیں۔ گمان غالب ہے۔ کہ اسی میں ایانی کی تجہیز اور تکفین اور جلجامش کے ایانی کا مجسمہ بنوانے کا ذکر بھی تھا۔ گویا دونو کتبے ٹوٹ پھوٹ کر بہت مختصر رہ گئے ہیں۔ مگر ان کی اہمیت اس لئے بھی ہے۔ کہ اشور نبی پال کی بارہ تختیوں والی

(بقیہ صفحہ ۱۹ حاشیہ ۵) ۲۹۰۰ سے ۲۵۰۰ ق.م کے درمیان اُر، لاگاش اور کش نامی شہروں میں بالادستی کی خاطر جنگیں ہوتی رہیں، ۲۵۰۰ ق.م میں سامی بادشاہ سارگن اوّل نے سومیریوں کو پوری طرح مغلوب کر لیا۔ مگر اس سامی مملکت یعنی اکاد کے قائم ہو جانے کے کوئی دو سو سال بعد سومیری پھر ابھرنے لگے لیکن انہوں نے اکادیوں کو نکالنے کی بجائے ان کے ساتھ اشتراک کر لیا۔ اور اسطرح سومیر اور اکاد کی مضبوط مملکت وجود میں آئی۔ انہوں نے عراق کے شمالی حصے اشوریہ اور دجلہ کی مشرقی سرزمینوں کو زیر کر لیا، ۲۳۰۰ سے ۲۰۵۰ ق.م، اڑھائی سو سال تک بحیرۂ روم کے مشرق میں "سومیری اکادی" مملکت کو اقتدار نصیب رہا۔

کتاب کے کئی مسخ شدہ حصّوں کو ان کی مدد سے مکمل کر لیا گیا ہے۔ مگر یہ اکادی کتبے اس کتاب سے کچھ مختلف بھی ہیں۔ ڈاکٹر گرنی (GURNEY) کا خیال ہے۔ کہ یہ دونوں کسی طالبعلم نے لکھے تھے۔ اسی لئے ان میں مخصوص غلطیاں رہ گئیں۔ سومیریوں نے ایک نظم "جلجامش اور زندوں کی سرزمین" چودہ تختیوں پر لکھی تھی۔ یہ نپور سے مل چکی ہیں۔ کِش سے ایک تختی دستیاب ہوئی۔ اور پھر دو کتبے اور ملے۔ ان دونوں پر ۱۷۵ سطریں ہیں۔ یہ سب تحریریں اب سے تقریباً چھ ہزار برس قبل کی ہیں۔ سومیری دور کی ان جملہ تختیوں پر یہ واقعات ہیں۔

(۱) جلجامش اور اس کے خادم ایابنی کی ملاقات

(۲) ابد تک کیلئے نام چھوڑ جانے کی (جلجامش کی) نیت

(۳) اُوتُو (شمش دیوتا) جلجامش اور ایابنی کیلئے مافوق الفطرت قوتیں مقرر کرتا ہے۔

(۴) جلجامش اور ایابنی کا مسلح ہونا۔

(۵) پچاس ساتھیوں کی معیت میں (جلجامش اور ایابنی کی صنوبری جنگل کو) روانگی۔

(vii) صنوبروں کو کاٹ ڈالنا۔

(viii) جلجامش پر کمزوری کا غلبہ۔

(viiii) پہاڑ پر تاریکی۔

(ix) ایا نبی کے ساتھ (جلجامش کی) گفتگو۔

(x) حمبابا کا اپنے گھر کو فرار

(xi) جلجامش کا درختوں کو اکھاڑنا۔

(xii) (جلجامش اور ایا نبی کا حمبابا کے تعاقب میں) اس کے گھر پہنچنا۔ امان کے لئے حمبابا کی التجا۔ ایا نبی کے کہنے سے جلجامش کا انکار۔

(xiii) حمبابا کا قتل۔

اس سے آگے یہ سومیری کہانی (ان تختیوں پر) ختم ہو جاتی ہے۔ جلجامش کی وفات کا واقعہ صرف سومیریوں کے ہاں ہی ملتا ہے۔ لیکن یہ نامکمل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ کسی بڑی نظم کا باقی ماندہ حصہ ہے۔ یہ حصہ پورے تین تختیوں پر ملتا ہے۔ ان کی رو سے انلل جلجامش کی تقدیر معین کرتا ہے۔ جلجامش کی لاش پر ماتم اور آخری رسوم کے وقت نذر نیاز گزارنے کا بھی ذکر ہے۔ تینوں تختیاں مسیح سے کم از کم

دو ہزار برس پہلے کی ہیں۔ جلجامش کے انجام کے متعلق یہ حصہ بابلی، اکادی[6]، حطی، اشوری[7] غرض کسی اور زمانے کا لکھا ہوا ابتک نہیں ملا ہے۔ جلجامش کے مرنے کا تذکرہ بارہ تختیوں والی کتاب میں بھی نہیں ہے۔ ایک نظم کا عنوان ہے "جلجامش اور آگا"۔ یہ بھی صرف سومیریوں کے ہاں ملی ہے۔ ایک اور سومیری نظم ہے۔ "جلجامش اور انکیدو پاتال میں"۔

---

[6] اکادی:- سومیر کے شمال میں قریب ہی ایک سامی نسل قوت پکڑ رہی تھی۔ اور پھر اس نے سومیریوں کی شہری ریاستوں کے نفاق سے فائدہ اٹھا کر ان کا خاتمہ کر دیا۔ یہ قوم اکادی کہلاتی ہے۔ یہ لوگ صحرائے عرب سے نکل کر عراق میں ملک سومیر کے عین شمال میں آباد ہو گئے تھے۔ سومیر کے مفتوحہ علاقے ہی میں اکادیوں نے اپنا دار الحکومت اکدیا (اکاد) بسایا۔ اسی مناسبت سے وہ اکادی کہلاتے ہیں۔ کوئی ساڑھے چار ہزار برس قبل اکادیوں کے نامور ترین بادشاہ سارگن اول نے سومیریوں کے سارے شہر فتح کر لئے۔ سارگن کے پوتے نارام سن نے زبردست سامی مملکت قائم کی۔ اسمیں وادی دجلہ و فرات کے انتہائے شمال میں کچھ علاقے کو چھوڑ کر سارا عراق اور بحیرۂ روم تک کے علاقے شامل تھے۔

[7] اشوری:- بابلی دورِ اقتدار ہی میں وادی دجلہ اور فرات کے شمالی کوہستانی علاقے میں اشوری قوم، اشوری مملکت کی داغ بیل ڈال رہی تھی۔ ان کا دیوتا

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

سامی اور اشوری زبانوں یا کتبوں میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ طرزِ بیان اور کارناموں کے لحاظ سے چونکہ اس نظم کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لئے غالباً اسے اشوربنی پال کی "بارہ تختیوں والی کتاب" میں شامل نہیں کیا گیا۔ اسی داستان کا ایک اور (سومیری) کتبہ ۲۱۰۰ ق-م کا بھی ہے۔ سومیریوں کے

(صفحہ ۲۳ کا بقیہ حاشیہ) اشور تھا، ان کا دار الحکومت اشور تھا۔ اور اس قوم و ملک کا نام بھی اشور ہی تھا۔ سامی اور سومیری خون سے یہ نسل بنی تھی۔ یہ بڑے ہی جنگجو اور خونخوار تھے، ۱۸۱۰ ق-م میں وہ اموریوں (بابلیوں) کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ رعمیس دوم فرعونِ مصر اور حیطیوں میں لڑائیوں کا طویل سلسلہ چھڑا تو اشوریوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی سرحدیں، گھوڑے اور لوہے کے ہتھیاروں کے بل پر بڑھانی شروع کر دیں۔ اشوریہ کے انتہائی سنگدل، خونخوار، مکار اور دغاباز بادشاہ اشور نصر پال دوم نے آگ اور خون کی ہولی کھیل کر دُور دُور تک اشوریوں کی ہیبت بٹھا دی اس نے دو بار کسدیوں کو بھی نیچا دکھایا۔ ۷۴۵ ق-م سے کچھ ہی دنوں بعد تگلت پلسر سوم نے بابل اور شام کا سب سے بڑا شہر دمشق بھی فتح کر لیا۔ سارگن دوم نے اشوریہ کو وقت کی سب سے بڑی عسکری قوت بنا دیا۔ اس نے یہودیوں کے بارہ میں سے دس قبائل کو غلام بنا لیا۔ خلیجِ فارس اور مصری سرحدوں سے اپنی سرحدیں جا ملائیں۔ اس کے بیٹے سناچرب نے بابل کی

کتبوں کا ترجمہ پروفیسر سیموئل کارمر (S.KARMER) نے کیا۔ یہ تو تھے اہلِ سومیر کے کتبے۔

اناطولیہ کی جنگجو قوم، حطی کے قدیم دار الحکومت بوغاز کوئی (وسطی اناطولیہ) سے اس داستان کا ایک حصہ دستیاب ہوا ہے۔ جو

(بقیہ صفحہ ۲۴ حاشیہ) بغاوت ختم کر کے شہر کو بُری طرح تباہ کر دیا۔ اسی نے نینوا کو اشوریہ کا دار الحکومت بنایا۔ اسکے بیٹے اِسرحدّون نے مصر فتح کیا اور بابل کو از سرِ نو تعمیر کر کے اپنا صدر مقام بنا لیا۔ مگر اسرحدون کے بیٹے اشوربنی پال نے نینوا کو پھر سے مرکزی مقام بنا کر وہاں عظیم الشان لائبریری قائم کی۔

اشوربنی پال عظیم فرمانروا تھا۔ مگر اس کی موت کے صرف چودہ سال بعد زمانہ قدیم کی اس عظیم ترین فوجی قوت کو اچانک عبرت انگیز زوال آگیا۔ اور یہ فوری زوال مکمل تھا۔ مشرق سے میڈیا اور جنوب سے کلدانیہ والوں نے اتحاد کر کے ۶۱۲ ق۔م میں نینوا فتح کر کے اسے ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا۔ نینوا کی تباہی از حد عبرت ناک تھی۔ مشہور بابلی ملکہ سیمی رامس اسی اشوری خاندان میں ہو گزری ہے۔ اس کا اشوری نام .... سمّورمت تھا۔ یونانیوں نے اسے سیمی رامس کہا۔ اشوریوں کی زبان سامی تھی۔ اور یہ عربوں، عبرانیوں، شامیوں اور ایتھوپیا والوں کے ہم نسل تھے۔

سامی النسل اکادیوں کی زبان میں ہے۔ اس کے تراجم پرانی حطی اور ہتری زبان میں بھی موجود ہیں۔ یہ کتبہ کوئی ساڑھے تین ہزار سال قدیم ہے۔ اس میں جلجامش اور اس کی ذاتی خوبیوں، صنوبروں کے کاٹے جانے، بیماری اور موت کے تربی ایام میں ایابنی کے خوابوں، بیتیم سدوری اور یوشنابی سے ملاقات اور ات ناپشتم کی جانب سفر کا کچھ بیان ہے۔

حطیوں کا ایک اور کتبہ ملا ہے۔ جو انہوں نے لکھا تو اپنی زبان میں ہے۔ مگر رسم خط میخی ہے۔ یہ جلجامش اور بیتیم کی ملاقات پر مبنی ہے۔

جنوبی ترکی میں سلطان ٹیپ کے مقام سے بھی اس داستان کے کچھ حصے دستیاب ہوئے۔ فلسطین کے پرانے شہر مگدو سے ایک کتبہ حاصل ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنعانی زبان میں اس داستان کے نسخے موجود تھے۔ مگدو والے اس ٹکڑے میں ایابنی (انکیدو) کی موت بتائی گئی ہے۔

شام کے ساحلی مقام راس شامرا (قدیم یوگرت) سے کوئی ساڑھے تین ہزار سال پہلے کا ایک کتبہ پایا گیا ــــ

ایک تختی بابل* کے پہلے شاہی خاندان (۲۱۶۹ — ۱۸۷۰ ق م) کے زمانے کی ملی ہے۔ اس میں ایابنی سے متعلق جلجامش کے خوابوں اور ایابنی کی شہر یرک میں آمد کا تذکرہ ہے۔ ایک تختی پر دونوں کی حمبابا کے خلاف عسکری تیاریوں۔ اور یرک سے روانگی کا حال ہے۔ سپار سے جو کتبہ پایا گیا۔ اس پر سبیتم سدوری اور ٔسر ہو نابو (یورش نابی) سے جلجامش کی

---

* بابل یا بابلی سلطنت:۔ فرات کے مغرب میں بھی سامی قبائل آباد تھے۔ انہوں نے اکاد فتح کر لیا۔ اور مشرق سے عیلامیوں نے آ کر سومیر کا خاتمہ کر دیا۔ ان سامیوں نے، جو فرات کے مغرب میں بس رہے تھے۔ تہذیب و تمدن کو ہر لحاظ سے آسمان پر پہنچا دیا۔ ویسے ان کی اس تمدنی ترقی کی بنیادیں اکادی اور سومیری تہذیب سے ہی پھوٹی تھیں۔ بابلی سلطنت کے یہ بانی اُموری بھی کہلاتے ہیں۔ بابل جو اس سے پہلے معمولی سا گاؤں تھا۔ اب سب سے عظیم اور شاندار شہر بن گیا۔ ان امودیوں کا دارالحکومت بھی یہی شہر تھا۔ بابل شہر بھی تھا اور ملک بھی۔ یعنی بابل شہر کے فرمانرواؤں کے ماتحت جتنا ملک تھا اسے بھی بابل کہتے تھے۔ شہر بابل اور ملک بابل کو یہاں کے پہلے شاہی خاندان (۲۱۶۹ — ۱۸۷۰ ق۔م) نے بہت وسعت اور ترقی دی۔ اس خاندان کا

(اگلے صفحہ پر باقی حاشیہ دیکھیے)

ملاقاتوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ایک اور قدیم بابلی کتبے میں حمبابا کے مرنے کا واقعہ ملتا ہے۔ اس کتبے کی تحریر اپنے سیاق اور سباق کے لحاظ سے اسی سلسلے کی سومیری روایت سے مشابہ ہے۔

غرض جلجامش کی داستان سے متعلق متعدد نوشتے مختلف زمانوں کے مختلف ہی مقامات سے پائے جا چکے ہیں۔ اور قریباً سب کا ہی ترجمہ موجودہ زبانوں میں ہو چکا ہے۔ بلکہ اب بھی ہو رہا ہے اور اشور بنی پال کی بارہ تختیوں والی 'کتاب' جہاں جہاں سے مسخ ہے۔ ان مقامات کو دوسرے ٹکڑوں کی مدد سے مکمل کیا جا رہا ہے۔ —— وقت گذرتا رہا۔ اور یہ داستان بار بار لکھی جاتی رہی۔ سومیریوں، بابلیوں، اکادیوں، اشوریوں، کنعانیوں اور حطیوں وغیرہ نے اسے اپنے اپنے لئے ترتیب دیا۔ چنانچہ زمانے اور ماحول کے ضروری تقاضوں اور از سر نو ترتیب کے باعث

(بقیہ بابلی سلطنت) چھٹا بادشاہ حمورابی تاریخ کا سب سے پہلا مقنن بادشاہ ہے۔ اور وہ اپنے خاندان کا سب سے بڑا سلطان تھا۔ پہلے خیال تھا۔ کہ حمورابی کا قانون دنیا کا سب سے قدیم باضابطہ آئین ہے۔ مگر حال ہی میں سومیریوں کے شہر اُریدو سے ایک 'آئین' برآمد ہوا ہے۔ جو قانونِ حمورابی سے زیادہ پُرانا ہے۔

اسمیں تبدیلیاں بھی آئیں۔ اور تحریف و اضافے بھی ہوئے۔ لیکن اس کی مقبولیت میں فرق نہ آیا۔

ہم سے جہاں تک بن پڑا ہم نے اس داستان کو اردو میں منتقل کرتے وقت جدید ترین ماخذ بھی پیش نظر رکھے ہیں

داستان کی اہمیت اور "فلسفیانہ مسائل"

گو ابھی تک یہ تو طے نہیں کیا جا سکا۔ کہ پہلی بار یہ داستان ضبطِ تحریر میں کب لائی گئی۔ تا حال اس کے جتنے کتبے ملے ہیں۔ ان میں کوئی بھی چھ ہزار برس سے زیادہ پیچھے نہیں جا سکا ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ کہ اس سے قبل زیر نظر داستان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اگر اسوقت یہ لکھی نہیں گئی تھی۔ تو بھی اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ پروہت وغیرہ اسے زبانی یاد کر لیتے۔ اور خاص خاص موقعوں پر لوگوں کو سناتے تھے۔

دنیا بھر سے اب تک جو قدیم ترین لٹریچر ملا ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں یہ بہترین ادبی شاہکار ہے۔ عراق میں یہ سب سے مقبول داستان تھی۔ متعدد مہریں "شاداب ہلالی خطے" (عراق) سے ایسی ملی ہیں۔ جن پر اس داستان کے بہت سے مناظر

پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ مہریں اب سے پانچ ہزار سال ادھر کی ہیں۔ تاحال ہم جلجامش کو تاریخ کا سب سے پہلا ــــ "سورما یا ہیرو" کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی داستان، کہیں سے بھی ایسی نہیں ملی ہے ــ جس کا مرکزی کردار ــ جس کا ہیرو جلجامش سے زیادہ پرانا ہو ــــ دنیا بھر کے پرانے ادب میں اس داستان کو مخصوص اور امتیازی درجہ حاصل ہے اور جہاں تک قدامت کا سوال ہے۔ یہ منظوم داستان دنیا کی باقی ماندہ داستانوں سے زیادہ پرانی ہے۔ والمیک کی رامائن، ویاس کی مہابھارت، ہومر کی ایلیڈ اور اوڈیسے جیسی داستانیں اس کے مقابلے میں کہیں نوعمر ہیں۔ پروفیسر ٹی۔ بی۔ ایل۔ ویبسٹر (T.B.L. WEBSTER) کا خیال ہے کہ ہومر اور بعد کی یونانی شاعری پر داستانِ جلجامش خوب اثر انداز ہوئی ہے۔

اس داستان کو ہم مشرق کی ایلیڈ یا اوڈیسے سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی مغرب میں جو اہمیت بعد کے زمانوں میں ایلیڈ اور اوڈیسے کو نصیب ہوئی۔ وہی بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ اس عراقی داستان کو مشرق میں حاصل تھی۔ اور مسیح سے

بیس صدیاں قبل یہ اپنی مقبولیت کی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور مختلف ملکوں کے عوام اسے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ پاکستان تک میں جلجامش کے آثار مل رہے ہیں ــــ پُرانے ادیبوں نے اس داستان کے اسلوب اور طرزِ بیان کی خوب پیروی کی۔

آج تو یہ ایک مکمل اور طویل داستان کی شکل میں ہے۔ مگر اسے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل میں یہ کئی مختلف کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ ابتداء میں یہ کہانیاں الگ الگ تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ انہیں ایک کردار ــــ جلجامش کے گرد یکجا کر دیا گیا۔ یقیناً یہ ساری کہانیاں پہلے پہل لوگوں کو زبانی یاد تھیں۔ اور پھر کسی وقت کوئی عظیم شاعر پیدا ہوا اس نے ان سب کو نظم کر کے ایک ہی لڑی میں پرو دیا۔ اور اسطرح یہ ایک داستان بن گئی۔ ان میں سے کئی کہانیاں نہ صرف عراقیوں کی ہم عصر دیگر اقوام کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ بہت بعد کی قوموں مثلاً بنی اسرائیل کی بائبل میں اور یونانیوں کے ہاں بھی دیکھنے میں آرہی ہیں ــــ

اس داستان میں آپ کو حق و باطل کی آویزش بھی نظر آئے گی۔ اور یہ نظریہ بھی کہ بالآخر جیت ہوتی حق کی ہی ہے۔ نیکی اور بدی کی کشمکش کی جھلکیاں، عشتار کے وقتی اظہارِ عشق اور اس کے آفاقی بیل سے معرکہ آرائی، حمبابا (عفریت پر چڑھائی) اور ' طوفانِ نوح ' میں بخوبی نظر آتی ہیں۔ (طوفانِ نوح کی قدیم کہانی اسی داستان کا ایک حصہ ہے) داستان کو پڑھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ عراقی جزا اور سزا کے قائل تھے۔ اس کے کردار " اخلاقیات " کے اعتبار سے بالکل جیتے جاگتے معلوم ہوتے ہیں۔

یہ داستان ان سوالوں کا بھی جواب دیتی ہے۔ کہ مرنے کے بعد روحوں پر کیا گزرتی ہے؟ وہ کہاں جاتی ہیں۔ اور کس عالم میں رہتی ہیں۔ شہید اور بھگوڑے پاتال میں کسی کیفیت سے دوچار رہتے ہیں؟ — داستان سے قطعی طور پر عیاں ہے کہ وہ حیات بعد از ممات کے قائل تھے — جسم فانی تھا مگر روحوں کو فنا نہ تھی۔ سب ارواح پاتال میں اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ شہید پاتال میں بڑے سکون اور عیش آرام سے رہتا تھا۔ مگر جہاد میں پیٹھ دکھلانے اور بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ

کرمرنے والا وہاں بھی مبتلائے آرام ہی رہتا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عقائد اور نظریات اس داستان سے مترشح ہیں۔

چند مسائل ایسے ہیں۔ جو اب بھی انسان کے لئے وجۂ اضطراب بنے ہوئے ہیں۔ شعور کی ابتدائی منازل سے لیکر آج تک وہ انہیں حل کرنے میں سرگرداں چلا آرہا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ موت کیا ہے؟ مرنے کے بعد انسان یا روح پر کیا گزرتی ہے؟ کیا موت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اگر ہاں تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ زندگی کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ یا یہ کہ زندگی بسر کیسے کی جائے؟

کچھ یہ بات نہیں۔ کہ یہ مسائل نئے ہیں۔ انسان کسی نہ کسی رنگ میں ابتدائے شعور سے ہی انہیں سلجھانے کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ آج کا سائنس دان برابر اس کوشش میں لگا ہوا ہے۔ کہ کسی طرح موت پر دائمی فتح پانے کا راز معلوم کرلے۔ اس فکر میں ہے۔ کہ کیا انسان امر ہو سکتا ہے؟ ہزاروں سال پہلے عراقیوں کے سامنے بھی یہ سوالات تھے۔ وہ بھی انہیں سمجھ لینا چاہتے تھے۔ اس داستان میں انسان،

انسان کی "پراسرار زندگی" کی کھوج میں ملتا ہے۔ اور انہوں نے اپنے طور پر "فلسفیانہ رنگ" میں ان مسائل کو سلجھا بھی لیا۔۔۔ ان کا نظریہ ان مسائل کے متعلق کیا تھا۔ اس کا جواب آپ اسی داستان سے لیجئے ۔۔۔ کیا انسان حیاتِ جاودانی پاسکتا ہے؟ کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو ہمیشہ زندہ رکھ سکے؟ ان سوالات کا جواب بھی یہی داستان دے گی ۔۔۔ چنانچہ اس طرح جلجامش کی داستان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ "حقیقی زندگی" کے متعلق قدیم عراقی فلاسفہ کا نظریہ تو یہ تھا۔ کہ۔۔۔

"بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

جب جلجامش "حقیقی زندگی" کا مفہوم سمجھنے کے لئے اپنے کٹھن سفر پہ نکلتا ہے۔ تو اسے 'خاتونِ شراب' سبیتم سدوری اسی نظریۂ حیات کی تعلیم دیتی ہے۔ کہ ہنسی خوشی عیش آرام سے زندگی بسر کرے۔ اور بیوی بچوں میں مگن رہے۔ بس یہی اصل زندگی ہے۔ اور یہی "فلسفۂ زیست" ۔۔۔

داستان میں قدیم عراق کے فلسفہ، تاریخ، دیومالا اور مذہب کو بڑے دلچسپ طریقہ سے قدما نے سمو دیا ہے۔

سومیریوں اور پھر بابلیوں نے اپنے ہیرو جلجامش سے جو
ماؤق الفطرت خصوصیات وابستہ کیں، جس کردار کا حامل
اسے بنایا، جس طرح اس نے معرکے مارے۔ اور جن جن
مصائب اور شدائد سے وہ گزرا، اس قسم کا اور اس سے مِلتا
جُلتا پَرتو قدیم لٹریچر کے اور بھی سورماؤں میں پایا جاتا ہے،
خصوصاً یونانی سکندر پر تو جلجامش کا بہت اثر پڑا۔ انسانی
ذہن اور قلم نے اور بھی کئی حقیقی اور فرضی کردار ایسے ہی
پیش کئے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ رام چندر، راون
کرشن، بھیم۔ ارجن، ہرکولیز، یولیسس، رستم اور سکندر
وغیرہ تھے۔ لیکن جلجامش نہ صرف ان سب کا پیشرو ہے
بلکہ آپ دیکھیں گے کہ کتنی ہی باتیں ان میں مشترک اور
مشابہ ہیں۔ کیا آپ اس مشابہت کو محض اتفاقی کہہ کر
نظرانداز کر دیں گے۔؟ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو یقیناً
یہ ان اذہان کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ جنہوں نے جلجامش
کا کردارِ تخلیق (؟) کر کے اس سے مختلف روایات وابستہ
کی تھیں۔ (اب یہ دوسری بات ہے۔ کہ اصل میں دنیا کے اس
سب سے پہلے ہیرو کے خالق، پاکستانی تھے یا عراقی –––)

یقیناً ان کرداروں پر جلجامش اثر انداز ہوا۔ پاکستانی، مصری بھارتی اور یونانی تہذیب و تمدن کے کسی بھی پہلو پر تو آپ انگلی نہیں رکھ سکتے۔ جو عراقیوں سے کسی نہ کسی حد تک متاثر نہ ہوا ہو۔ اور علم و ادب بھی تہذیب و تمدن کا ہی ایک حصّہ تو ہے۔۔۔۔ بہرکیف قدیم پاکستانی، بھارتی، شامی، فیونیقی، حطی، عبرانی، یونانی اور رومی لٹریچر اس داستان سے اثر پذیر ہوا۔

وہ شہر ۔۔۔ وہ سورما

سومیر (جنوبی عراق) میں کئی بڑے بڑے شہر تھے۔ ان میں سے نیور[9]، لاگاش[10]، اُر، کِش[11]، اریدو اور اُیرک خاص طور پر مشہور تھے۔ ان شہروں کی حیثیت، شہری ریاستوں (CITY STATES) کی تھی۔ اور یہ آپس میں لڑتی رہتی تھیں۔ لاگاش کی آبادی چھتیس ہزار اور اُر[12] میں تقریباً

---

[9] نیور:۔ یہ ملک کے وسط میں فرات کے مغربی کنارے پر آباد تھا۔ آجکل اسے نِفّر کہتے ہیں۔ ہزارہا برس گزر جانے کے باوجود اس کے نام میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں آئی۔۔۔

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

چوبیس [۲۴] ہزار لوگ آباد تھے۔ اور یہ اب سے پانچ اور ساڑھے پانچ ہزار سال پیشتر کی بات ہے۔ سب سے بڑا شہر یُرک تھا۔ بائبل میں اسے اریخ کہا گیا ہے۔ اور آجکل اس کا نام ورقہ ہے۔ ملک کے جنوبی علاقے میں سمندر سے سو میل پرے ار اور شریپک کے درمیان یہ شہر آباد تھا۔ اس کے شمال مشرق میں ار اور اریدو [۱۳] اور شمال میں نپور اور لاگاش تھے۔ بابل والے اسے 'یرک شپوری' کہتے تھے۔ یرک سپوری کے معنی ہیں "فصیلوں والا یرک"۔ اس داستان میں اس کا نام یرک ہی آیا ہے۔ یہ شہر بابل کے عروج سے پہلے، بہت ہی پہلے بے حد مقدس اور متموّل تھا۔ ویسے تو اس وقت

---

۱۰ ۔ لاگاش :- اسے شرپورلا بھی کہتے تھے۔ اب اسکی جگہ 'تل نوح' نامی مقام ہے۔

۱۱ ۔ کِش :- یہاں آجکل اُہیمر کے ٹیلے ہیں۔ بغداد سے یہ جنوب مغرب میں کوئی چالیس میل ہے۔ شہر بابل سے مشرق کو پندرہ میل تھا۔

۱۲ اُر :- حضرتِ ابراہیم یہیں پیدا ہوئے ہیں۔ اب یہاں مقیّر آباد ہے۔

۱۳ ۔ اریدو :- اس کے کھنڈروں پر اب ابو شہرائن بسا ہوا ہے۔

عراق کے ہر اہم شہر کے گرد فصیلیں ہُوا کرتی تھیں۔ مگر یرک کی شہر پناہ تو خاص طور پر مضبوط بنائی گئی تھی۔ بابلی والے اسے "سات فصیلوں[۱۴] والا یرک" بھی کہتے تھے عراق کے ابتدائی تاریخی یعنی پانچ سے لیکر چھ ہزار برس تک کے دور میں یہ شہر انتہائی اہم تھا۔ قدامت اور دفاعی نقطۂ نظر سے نپور کا نام سرفہرست آتا ہے اور اگر یہ یرک اس لحاظ سے نپور کا ہم پلہ نہیں۔ تو نپور کے بعد یقیناً اسی کا درجہ رہا ہوگا۔

ناقابلِ شکست فصیلوں، رفیع الشان محراب دار محلات اور کتنے ہی عالی شان مندروں والے یرک میں نیچی چھتوں والے گھر بھی تھے اور سرکنڈے کی جھونپڑیاں بھی۔ عشتار دیوی کی پوجا کا یہ زبردست مرکز تھا۔ اس دیوی کا یہاں ستونوں والا ایک عالی شان مندر تھا۔ عشتار کا یہ معبد ای — انا، کہلاتا تھا۔ حسن اور ہوس کے کھیل اس مندر میں جی بھر کے کھیلے جاتے۔ زیرِ نظر داستان کے ہیرو جلجامش نے اس شہر کی

ص۱۴۔ فصیلوں کے لئے بابلی لفظ "تاپررا اش" آیا ہے۔

تعمیر اور ترتیب زیب و زینت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ فصیلیں اور دروازے بنائے گئے۔ مندروں اور محلوں میں اضافہ کر کے چار چاند لگا دیئے۔ اور وہ اپنے ان تعمیری کاموں پر نازاں بھی بہت تھا۔

اور یہ جلجامش اسی شہر کا بادشاہ تھا۔ بلا کا جیوٹ، بلا کا جی دار وجیہہ اور بلند بالا۔ شیروں اور جنگلی بھینسوں کے شکار کا رسیا غیر معمولی اور مافوق الفطرت شاہ زوری کا مجسمہ۔ ٹانگیں اتنی مضبوط جیسے کسی صحن میں نصب کئے ہوئے صنوبر کے ستون لاثانی پہلوان، یکتا جرنیل اور سپاہی۔ دو شیروں کو بغلوں میں وہ یوں بھینچ لیتا، جیسے وہ شیر نہیں پلّے ہوں۔ انفرادی مقابلوں اور مبارزت طلبی میں وہ پوری طرح منجھا ہوا تھا۔ اپنے ہی شہر کے کتنے ہی سورماؤں کو ایک ایک کر کے نذرِ شمشیر کر چکا تھا۔ نچلا تو کبھی اس سے بیٹھا ہی نہ جاتا تھا کچھ کر گزرنے کے لئے اس کے بازو ہر وقت پھڑکتے رہتے۔ کبھی دائیں ہاتھ میں ایک بہت بڑا عصا اور بائیں ہاتھ میں شیر تھامے رہتا۔ کشتی لڑنا اس کا روزمرّہ کا معمول تھا۔ چہرہ اتنا بارعب ایسا پُر جلال کہ دشمن اسے دیکھتے ہی جی چھوڑ جاتا۔ بہت زیرک اور

تیز بیں تھا۔ کوئی بھید اس سے چھپا نہ رہتا تھا ـــ روز مرہ کا لباس یہ تھا۔ چھوٹی آستینوں کی گھٹنوں تک آتی ہوئی پوشاک، کلائیوں میں سونے کے بھاری بھاری کنگن ـــ کاندھوں پر اکثر دو پالتو لنگور بٹھائے رہتا۔ خاص خاص دنوں مثلاً بیساکھی وغیرہ کے تہواروں پر بیش قیمت لمبی پوشاک زیب تن کرتا۔ جو اس کے سر کی ٹوپی سے منسلک ہوتی تھی۔ اس وقت وہ دیوتاؤں کا سا قد آور اور شاندار لگنے لگتا۔ لباس سے نور پھوٹتا محسوس ہوتا۔ اس کا بدن دو تہائی الوہی اور ایک تہائی انسانی تھا۔ اس لئے کہ اس کی ماں دیوی تھی۔ اور باپ یرک کے ایک حصے یا محلے کلب نامی کا مہا پجاری تھا۔ ماں سے جلجامش کو بے پناہ حسن اور وجاہت، قوت اور شجاعت سیمابی کیفیت اور باپ سے 'فانیت' ملی تھی ـــ مگر خود جلجامش اپنے آپکو لوگل بندا کا بیٹا بتاتا ہے۔ جو "طوفان نوح" کے بعد یرک کے پہلے شاہی خاندان کا تیسرا فرمانروا تھا۔ سومیری روایت کی رو سے یرک کا یہ پہلا شاہی خاندان بارہ بادشاہوں پر مشتمل تھا، جنہوں نے 'دو ہزار' برس حکومت کی۔

ابتداء میں جلجامش جابر اور غیر معقول حکمران تھا۔ مگر بعد میں وہ

رعایا کا محبوب بن گیا۔ یہاں تک کہ لوگ اسے 'قومی ہیرو' سے بھی بڑھ کر الوہیت کا درجہ دینے لگے۔ اور اس سے دُعائیں مانگا کرتے۔ گناہوں سے تائب ہونے والا ایک شخص اپنی بیماری دُور کرانے کے لیئے جلجامش سے ملتجی ہے —

"اے جلجامش،
بڑے بادشاہ!
انوناکی[۱۵] کے منصف،
شاہ زادے،
انسانوں کے منصف،
سارے علاقوں کے نگران، دنیا کے والی، ہر ارضی چیز کے
بادشاہ،
تو انصاف کرتا ہے،
دیوتا کی مانند تو فیصلے کرتا ہے،

ف[۱۵] انوناکی: پاتال کے زمین دوز دیوتا — انوناکی جمع کا صیغہ ہے۔ ان کے مقابلے میں زمین کے دیوتا اگیگی کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد چھ سو تھی۔ اور یہ آسمانوں میں رہتے تھے۔ انو دیوتا ان کا بادشاہ کہلاتا تھا۔ بعد کے زمانوں میں مردوخ اور اشور کو اگیگی کا بادشاہ کہا گیا۔ اگیگی بھی جمع کا صیغہ ہے۔

تو زمین پر قائم ہے،

تو انصاف پورا کرتا ہے،

تیرا انصاف ناقابلِ تغیر ہے،

تیرا حکم ٹالا نہیں جا سکتا،

تو تحقیقات کرتا ہے، حکم دیتا ہے، جانچتا ہے،

دیکھتا ہے، اور

تو ہدایت دیتا ہے۔

شمش نے تیرے ہاتھ میں عصا اور فیصلہ دے دیا ہے۔

بادشاہ، امراء اور شاہزادے تیرے سامنے جھک جاتے ہیں۔

تو ان کے قوانین دیکھتا ہے،

ان کے فیصلوں کی صدارت کرتا ہے۔"

ایک نکتہ پر اور ذرا گفتگو ہو جائے ــــ ممکن ہے آپ سوچ رہے ہوں۔ یا داستان پڑھتے پڑھتے سوچنے لگیں۔ کہ جلجامش کوئی فرضی کردار ہوگا ــــ جہاں تک جلجامش نام کے کسی چلتے پھرتے، سرکردہ عراقی کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ تاریخ کی ایک جیتی جاگتی شخصیت ہے۔ عراق سے ایک تختی ملی جس پر

ابتدائی بادشاہوں کی فہرستیں ہیں۔ انھی میں جلجامش کا نام بھی آتا ہے۔ اس فہرست کی رو سے جلجامش نے ایک سو چھبیس سال حکومت کی۔" طوفانِ نوح کے بعد وہ شہر یُرک کے پہلے شاہی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ اس سے پہلے فہرست مذکور میں تموز اور لوگل نبدا (یا لوگل مروط) نامی حکمرانوں کے نام لکھے ہیں۔ سومیری تحریروں کی رو سے جلجامش کا باپ کُلب کا مہاپجاری تھا۔ کُلب، یرک کا ہی ایک محلہ یا حصّہ تھا۔ لیکن جلجامش خود کو لُوگل نبدا کا بیٹا کہتا ہے۔ اسی فہرست کی رو سے لوگل نبدا نے بارہ سو ۱۲۰۰ برس حکومت کی۔ لوگل نبدا اور جلجامش کے درمیان تموز تھا۔ ایلیئن (AELIAN) نے ایک کہانی جلجامش کے متعلق بیان کی ہے۔ کہ

"ایک رات بابل کی شہر پناہ کے محافظوں نے اوپر سے کوئی بچہ نیچے پھینکا۔ ماں نے اسے چوری چھپے جنا تھا۔ جس وقت اس بچے کو فصیل سے گرایا گیا، ایک عقاب اسے دیکھکر جھپٹتا نیچے آیا۔ اور زمین پر گرنے سے پہلے بچے کے نیچے آ کر اسے اپنی پشت پر لے لیا۔ ایک باغ میں لے جاکر سہولت سے لٹا دیا

بڑا ہو کر یہی بچہ جلیج موس نکلا ــــــ"

بروسیئس کہتا ہے۔

"طوفان (نوح) کے بعد بابل کے تخت پر سب سے پہلے سکارس بیٹھا۔ عالم رویا میں سکارس کو بتایا گیا۔ کہ اس کے ہاں نواسہ پیدا ہو گا۔ جو نانا کو معزول کر دیگا۔ سکارس نے بیٹی کو برج میں قید کر دیا اور سخت نگرانی کرائی ــــــ لڑکا تولد ہوا۔ کنیزوں اور نوکروں نے سکارس کے ڈر سے اسے برج سے نیچے لٹکا دیا۔ نیچے باغ تھا۔ مالی نے بچے کو دیکھ لیا۔ اور پناہ میں لے کر پرورش شروع کر دی۔ جوان ہو کر اس نے نانا کو اتار کر تخت ہتھیا لیا۔ یہی جلیج موس تھا ــــــ"

داستان کی چھٹی تختی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایرک جلجامش کی مادر بھومی نہ تھی۔ بلکہ وہ 'مرادا' کا رہنے والا تھا۔ جہاں سورج دیوتا کی پرستش ہوتی تھی ــــ لیکن اگر ہم ایلین اور بروسیئس کی روایات صحیح مان لیں (جنہیں درست تسلیم کر لینے میں کم از کم ہمیں پورا پورا تامل اور انکار ہے) تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے

کہ جلجامش (بروسیئس اور ایلیئین کا جلج موس) بابل کا فرمانروا تھا۔ اور اُسنے یرک پر شمشیر کے بل پر قبضہ کیا تھا۔

لیکن ہمارے نزدیک سب سے اہم سوال یہ ہے ــــ اور ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے ذہن میں بھی یہی سوالیہ نشان اُبھرتا ہو ــــ کہ اس داستان کا ہیرو کیا شروع سے یہی یرک والا جلجامش ہے یا کسی اور ہی نامعلوم اصل اوّلین ہیرو کا نام حذف کرکے یرک کے بادشاہ جلجامش کو مرکزی کردار بنا دیا گیا ہے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے۔ کہ یہ جلجامش اس داستان کا اصل اور قدیم ترین کردار نہیں ہے ــــ اس لئے کہ داستان تو بہت بلکہ بہت ہی قدیم ہے ــــ اور جلجامش اس داستان کے مقابلے میں کہیں نیا ہے ــــ چنانچہ راقم مغربی علماء سے کسی طرح بھی متفق نہیں ہو سکتا۔ کہ داستان والا جلجامش اور یرک کا بادشاہ جلجامش ایک ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر انہیں ایک ہی مان لیا جائے تو پھر داستان کی قدامت کا کیا ہو گا؟ ــــ راقم الحروف کے خیال میں بات اصل میں یوں ہے۔ کہ یہ دو مختلف کردار ہیں۔ ہوا یہ ہوگا۔ کہ یرک کا بادشاہ جلجامش مہم جو، بے مثل سورما اور لوگوں کا محبوب ہیرو تھا۔ چنانچہ اس داستان سے اصل ہیرو کا

نام خارج کر کے یرک کے حکمران جلجامش کو اس کی جگہ دے دی گئی۔ یہ تو ہی ایک صورت۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ جلجامش سے بہت پہلے عراق میں مختلف کہانیاں مشہور تھیں۔ چنانچہ جب انہیں یکجا کر کے ایک داستان کی شکل دی گئی تو یرک کے فرمانروا جلجامش کو اس کے کارناموں کے پیش نظر اس داستان کا محور بنا دیا گیا۔ جس کے گرد اب یہ ساری کہانیاں گھوم رہی ہیں ـــــ اور تیسری صورت یہ قرار دی جا سکتی ہے۔ کہ ابتدا سے اس ہیرو کا نام جلجامش ہی چلا آرہا تھا۔ اور پھر اس داستان کی تخلیق کے بعد یرک میں اسی نام کا ایک پرشکوہ اور جنگجو بادشاہ گزرا۔ چنانچہ لوگوں نے یرک کے اس جلجامش کے کارناموں سے متاثر ہو کر داستان میں اس جلجامش اور اس کے شہر یرک کے حالات اور واقعات شامل کر دئے۔ اسطرح ابتدائی جلجامش ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو گیا۔

جلجامش اسومیری زبان کا لفظ ہے۔ ابتداء میں جلجامش کا نام عارضی طور پر ازدو بار پڑھا گیا تھا۔ مگر ٹی۔جی پنچز (T.G. PINCHES) نے ایک تختی ڈھونڈ نکالی۔ جس میں اس کا نام جلجامش

لکھا ہے۔

"پاکستانی جلجامش"؟

ہماری وادیٔ سندھ کی باقیات میں ایسی مہر بھی موجود ہے۔ جس پر ایک شاہ زور کو دو شیر تھامے دکھایا گیا ہے۔ اور یہ قدیم پاکستانی نمونہ عراقی جلجامش سے بالکل مشابہ ہے۔ عراق میں جلجامش کو اس رنگ میں بھی دکھایا جاتا تھا۔ راقم الحروف کا خیال ہے۔ کہ شیروں کو قابو کرنے والا یہ پاکستانی کسی بڑی داستان کا مرکزی کردار رہا ہوگا۔ اور یہ کہ یہ (فی الحال نامعلوم) پاکستانی داستان رامائن اور مہابھارت پر یقیناً اثر انداز ہوئی ہے۔ پاکستان اور عراق تاریخی اور تمدّنی قدامت کے لحاظ سے تا حال ایک دوسرے کے ہم پلّہ ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ کونسی تہذیب زیادہ پرانی ہے۔ پاکستانی یا عراقی؟ اس کا صحیح جواب دینے میں آثارِ قدیمہ والوں کو ابھی اور وقت لگے گا۔ کیونکہ ہڑپہ اور موئنجوڈارو وغیرہ کی اوّلین آبادیوں کو دریاؤں کے سیم نے آبی دامن سمیٹا ہوا ہے۔ اور جبتک یہ ابتدائی بستیاں برآمد نہیں کر لی جاتیں۔ پاکستانی تاریخ کی قدامت کا صحیح

صحیح تعین ممکن نہیں ہے۔ — جب ان آبادیوں کے نشان نکال لئے جائیں گے۔ تو یہ امر کچھ ناممکن نہیں۔ کہ قدامت کے لحاظ سے پاکستان کو عراق پر اولیت حاصل ہو جائے۔

یہ طے شدہ امر ہے۔ کہ قدیم ترین عراقی تہذیب کے نامور آفریدگار سومیری کہیں باہر سے عراق میں آئے تھے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کہاں سے؟ — ہم حال کے اس نظریئے کو عین ممکن سمجھتے ہیں۔ کہ سومیری پاکستان سے ہجرت کر کے واردِ عراق ہوئے تھے۔ اور انہوں نے ہی اس درخشاں تہذیب کی آبیاری کی، اسے پروان چڑھایا۔ جو آج سومیری تہذیب کہلاتی ہے۔

چناں چہ اب بات یوں آ کر ٹھہری کہ جلجامش پاکستانی ہے۔ یا عراقی، اور یہ کہ جلجامش کی داستان کے بنیادی عناصر دونوں میں سے کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔؟ چونکہ اب تک تو قدامت کے لحاظ سے دونو ملکوں کا دھارا متوازی بہہ رہا ہے۔ اور جلجامش کے متعلق مواد تفصیلی طور پر عراق سے ہی ملا ہے، چناں چہ اثریاتی حقائق کی روشنی میں تو جلجامش کو فی الحال عراقی ہی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پاکستانی تہذیب کو چوں کہ راقم الحروف عراقی تمدن سے زیادہ پرانا سمجھتا ہے۔ اور

یہ بھی کہ سومیری پاکستان سے گئے تھے۔ اور پانچ دہاروں کی اس سرزمین (پاکستان) سے ننھے منے کتبے اور مہر کی شکل میں 'جلجامش' کی شبیہہ مل چکی ہے۔ اسلئے نظریاتی طور پہ ہمارے خیال میں جلجامش اور اس کی داستان کے بنیادی عناصر پاکستان سے پھوٹے تھے ـــــ راقم منتظر ہے۔ کہ کب آثارِ قدیمہ اس نظریئے کی تائید کرتے ہیں۔

اور آخری بات یہ کہ اس داستان کو پڑھتے وقت یہ فرسودہ اور غیر واجبی خیال بھول جائیے۔ کہ قدیم قصے کہانیاں یا اساطیری ادب محض خرافات اور دور از کار باتوں کا پلندہ ہے۔ اور بس۔ ہر زمانے میں بات کہنے کا ڈھنگ مختلف رہا ہے۔ اور رہے گا ـــــ بزرگوں کے کہنے کا ڈھنگ ہی یہ تھا۔ کہ وہ خشک سے خشک فلسفیانہ مسائل بھی دلچسپ افسانوی اور دیومالائی انداز میں ـــــ دیوی دیوتاؤں کے ذکر اذکار کا سہارا لیکر پیش کر جائیں ـــــ ازمنہ قدیم کا عوامی ذہن اس بات کیلئے بالکل تیار نہ تھا۔ کہ وہ اس قسم کے نکتوں کی پیشکش دقیق اور خشک انداز میں برداشت کر سکے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ فلسفیانہ مسائل مغرب میں پہلے یونانیوں نے ہی مخصوص فلسفیانہ طرز پہ

بیان کئے ۔ مگر اس حقیقت کو بھی فراموش نہ کیجیے ۔ کہ یونان کے جلیل القدر فلاسفہ کے شاندار اور زندہ جاوید نظریات کی آبیاری ان گم نام عراقی اور مصری اہلِ دماغ کی کاوشوں سے ہوئی تھی ۔ جن کا نام بھی آج کوئی نہیں جانتا ۔ عراق اور مصر کے یہ نمعلوم فلاسفر یونانی علوم کا سرچشمہ تھے ۔ اور یونانی ان کے خوشہ چین ــــ چناں چہ آپ اس داستان کو محض داستان آرائی کیلئے نہ پڑھیئے ۔ بلکہ یہ دیکھیے کہ ہمارے اسلاف اب سے ہزار ہا برس پیشتر کن کن "مسائلِ حیات" کا سامنا کر رہے تھے وہ فلسفہ حیات و ممات کے متعلق کیا سوچتے تھے ۔ صحیح زندگی کا معیار ان کے نزدیک کیا تھا ؟ موت کے بعد کی کیفیت یا زندگی کو وہ کس نظر سے دیکھتے تھے ۔ جہاد، مجاہد اور شہید کو کون سا درجہ دیتے تھے ۔ ؟ حق ان کی نگاہوں میں کیا تھا ۔ اور باطل کیا ؟ یا یوں کہہ لیجئے کہ حق اور باطل کی ازلی، ابدی کشمکش اور پھر اس کے انجام کے بارے میں ان کے عقائد کس نوعیت کے تھے ؟ علاوہ ازیں ان کی روزمرہ زندگی کے اور بھی بہت سے پہلو اس داستان کے مطالعے سے اجاگر ہو جائیں گے ٭

آغازِ داستان

"اے جلجامش — کُلَب[16] کے بادشاہ — تیری حمد ہو — یہ وہ بادشاہ تھا جسے ہر چیز، ہر بات کا علم تھا — یہ وہ بادشاہ تھا جسے دنیا بھر کے مُلکوں سے آگہی تھی، وہ دانا تھا، اسرار و رموز اس پر منکشف تھے۔ بعید کی باتیں اس سے پوشیدہ نہ تھیں — اس نے ہمیں طوفان سے پہلے کے دنوں کی کہانی لا کر دی۔ اس نے دور دراز کا سفر طے کیا — تھکا ماندہ، مشقتوں سے چُور واپس لوٹا۔ اور ایک پتھر پر طوفان کی کہانی لکھا دی —

دیوتاؤں نے جلجامش کو مکمل جسم عطا فرمایا — شمش

---

16 — کُلَب :- یہاں یرک سے ہی مراد ہے، ویسے کلب یرک کے ایک حصے یا محلے کا نام بھی تھا۔

(دیوتانے)، ضیاء بار آفتاب نے اسے وجاہت بخشی، اَداد[17] نے جرأت سے سرفراز کیا۔ بڑے دیوتاؤں سے اس نے بے داغ خوبصورتی پائی، لاثانی خوبصورتی ——— دیوتاؤں نے جلجامش کو دو تہائی انسانی خصوصیات سے متصف کیا۔

اس[18] نے یرک میں دیواریں کھڑی کر دیں۔ بہت ہی بڑی

ص[17] اَدَاد :— قدیم عراقیوں کے ہاں یکے بعد دیگرے دو تثلیثیں زیادہ اہم رہی ہیں۔ پہلی تثلیث نو، انو، انلل اور انکی (دوسرا نام ایا) تین دیوتاؤں پر مشتمل تھی۔ یہ تثلیث سومیری دور کی تھی۔ دوسری تثلیث بابلیوں کی تھی۔ یہ چاند دیوتا سین، سورج دیوتا شمش اور اداد اور مادرِ عظیم عشتار پر مشتمل تھی۔ اداد طوفانوں، بارشوں اور بجلیوں کا دیوتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں رعد اور دوسرے میں برق ہوتی تھی۔ لوگ عام طور پر اس سے خائف رہتے تھے۔ وہ جوتشیوں اور غیب دانوں کا دیوتا بھی تھا۔ اس کے مندر بابل اور بورسپا میں تھے۔ شام، فلسطین اور اناطولیہ میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ حطی اسے تشہوب اور شامی اسے رَشپ اور ھداد کہتے تھے۔ بائبل میں اس کا ذکر رمون کے نام سے آیا ہے۔

ص[18] :— جلجامش سے مراد ہے۔

فصیل تعمیر کی۔ اور آسمان کے دیوتا انو[19] اور محبت کی دیوی عشتار کیلئے شہر میں رفیع الشان مندر بنایا ــ یہ مندر اِی۔ اَنّا کہلاتا تھا۔ اس مندر کو آج بھی دیکھو! بیرونی دیوار کی گگر تانبے کی چمک سے جگمگاتی ہے ــ اور اندر کی دیوار کو دیکھو! اسکا کوئی جواب نہیں ــ دہلیز کو چھوڑو، یہ قدیم ہے۔ اِی۔ انّا

---

[19] انو :ـ عراق کے دیوتاؤں کی پہلی تثلیث کا رکن تھا۔ انو اس تثلیث کا سربراہ اعلیٰ اور دوسرے تمام دیوتاؤں کا باپ مانا جاتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام انتو یا انتم تھا۔ عشتار سے اس کے مختلف رشتے بتلائے گئے ہیں۔ عام طور پر اسے انو کی بیٹی کہا گیا ہے۔ بعض جگہ وہ انو کی بیوی قرار دی گئی۔ جسنے انتو کو بے دخل کر کے اسکی جگہ لے لی تھی۔ وہ نیک دل اور مشفق دیوتا تھا۔ بعض مرتبہ اسے عوامی نہیں بلکہ بادشاہوں اور شہزادوں کا مربی مانتے تھے ــ

گو حمورابی کے دور یعنی اب سے کوئی چار ہزار برس سے قبل اس کا نام کتبوں میں خال خال ملتا ہے۔ مگر حمورابی کے زمانے سے کہیں پہلے سومیریوں نے اسے آسمانوں کا بادشاہ مان لیا تھا۔ یرک اور دیر میں اسکی پوجا خاص طور پر ہوتی ہے ــ انو سومیری لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں " آسمان " سومیریوں کے نزدیک آسمانی باپ تھا "

ہیں پہنچو ـــــ محبت اور جنگ کی ہماری ملکہ عشتار کے رہنے کی جگہ، جسکے مانند کوئی بادشاہ نہیں ہوا ـــــ جس کی برابری[20] کوئی زندہ انسان نہیں کرسکتا ـــــ یرک کی فصیل پر چڑھو۔ اسکے ساتھ ساتھ چلو ـــــ میں کہتا ہوں بنیاد کے چبوترے کو جانچو، فن معماری کو پرکھو۔ کیا یہ پکی ہوئی اینٹوں کا نہیں؟ کیا یہ اعلےٰ نہیں؟ سات رشیوں[21] نے اس کی بنیادیں رکھی تھیں۔"

ایک بار کسی غنیم نے یرک کا محاصرہ کرلیا[22] ـــــ دن گزرنے لگے۔ محاصرے کی شدت میں کمی تو کیا ہوتی۔ اُلٹا اس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ لوگ ناقابلِ بر...

---

[20] یعنی عشتار کی برابری۔

[21] سات رشی یا دانش ور :۔ وہ دانش ور جنہوں نے عراق کے سب سے قد... سات شہروں میں تہذیب و تمدن پھیلایا۔

[22] اب تک اس داستان کے جتنے بھی ماخذ ملے ہیں۔ ان سے کہیں بھی یہ وا... نہیں ہوتا۔ کہ یہ غنیم آیا کوئی غیر قوم تھی یا خود جلجامش۔ محاصرے کے... بعد جلجامش کی ضرورت سے کہیں ستم آرائیوں کا ذکر ہے۔ اسی وجہ سے... بعض علماء کو یہ خیال ہوا۔ کہ یہ حملہ آور جلجامش ہی ہوگا۔ جس نے شہر پر قابض ... ہی چیرہ دستیوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور اگر ہم ایلین اور بروسٹیس کی ر... ش...

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اور تو اور یرک کے دیوتاؤں اور روحوں نے بھی اپنے ہی شہریوں پر آلائم کے پہاڑ جھونک دئے۔ یہ سب کچھ لوگوں کی اپنی کرنی کا پھل تھا۔ حال یہ ہو گیا کہ:—

"لوگ جانوروں کی مانند زور زور سے چلانے لگے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴) کو صحیح مان لیں کہ جلجامش شہر بابل کے شاہی خاندان سے تھا۔ تو ہو سکتا ہے کہ جلجامش ہی یرک پر چڑھ دوڑا ہو۔ اور اگر محاصرے کے وقت جلجامش غنیم کے مقابلے پر ڈٹا ہوا تھا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ دشمن کوئی اور ہی ہو گا۔ جلجامش نہیں۔— ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ محاصرین جلجامش کی فوجیں نہیں۔ بلکہ عیلامی تھے۔ خیال رہے۔ کہ عراق والوں کی اپنے پڑوسی اہلِ عیلام سے اکثر ٹھنی رہتی تھی، عیلام یا ایلم کردستان کے پہاڑوں کے درمیان دجلہ کے کنارے ایک مختصر سا ملک تھا۔— ہم یرک کے حملہ آور کو بابل کا جلجامش اسلئے بھی نہیں مان سکتے کہ جلجامش کا کردار بابلی دور سے بہت پہلے سومیریوں نے پیش کیا تھا۔ جبکہ ابھی بابل کے شہر کا شاید نشان بھی نہ تھا۔ بروسس خود چونکہ بابل کا رہنے والا تھا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ بروسس نے اس نامآور ہیرو کو اپنے شہر سے نسبت دے دی۔ رہی علماء کی یہ دلیل کہ حملے کے بعد شہریوں کو جلجامش نے تختۂ ستم بنایا۔ اسلئے حملہ آور جلجامش ہی تھا۔ جس نے جور و ستم کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔ سو ہم اس دلیل کو قطعاً وزنی اور دقیع نہیں مانتے اسلئے کہ تاریخ کتنے ہی ایسے فرمانرواؤں کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو جلجامش کیطرح اپنی ہی رعایا پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتے تھے۔

اور کنواریاں قمریوں کی طرح رودیں،
مضبوط فیصلوں والے ارک کے دیوتا،
مکھیاں بن گئے۔ اور گلیوں میں بھنبھنانے لگے،
مضبوط فصیلوں والے ارک کی روحیں،
چوہے بن گئیں،
سانپ اور اژدہے بن گئیں،
اور بلوں میں جا گھسیں۔
تین سال تک دشمن محاصرہ کئے رہا،
دروازے بند تھے اور کنڈیاں چڑھی ہوئی،
اور عشتار نے دشمن کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے"

شہریوں پر مایوسی، سراسیمگی اور خوف پوری طرح حاوی ہو چکا تھا۔ اور محاصرے کے تسلسل اور کڑی بندش کے پیش نظر ان کا ڈر تھا بھی بجا، ایک مسئلہ ہو تو، وہاں تو ہر بات ہی مسئلہ بن کر کھڑی ہو گئی تھی — آپ کیا کھائیں؟ اور مویشیوں کو کہاں سے کھلائیں؟ گندگی اور تعفن کا دفعیہ کیسے کریں؟ بچے ماؤں سے کھانے کو مانگتے۔ اور جب وہ نہ دے پاتیں۔ تو یہ نوشگفتہ پھول ان کی گود میں بلک بلک کر رونے لگ جاتے، مچل مچل جاتے۔ شہر والیاں سہم سہم کر سفید پڑ گئیں۔ حسینائیں کمہلا گئیں۔ ہر گلی، ہر کوچے

ہیں رونے دھونے کی آوازیں گونجا کرتیں۔ دیوتاؤں سے لوگ التجا کرتے عشتار کو لاکھ مناتے مگر ان کے تو محبوب معبودوں نے منہ ہی موڑ لیا تھا۔۔۔

چھتیس ۳۶ ماہ کی طوالت کے بعد محاصرہ ختم ہوا[۲۳]۔ محصورین کی جان میں جان آئی۔ بات ایک طرف تو لگی، خواہ جیتے ہوں یا ہارے۔

مستبد ہاتھ

جلجامش شہر کا بادشاہ تھا۔۔۔ گھنگریلے، گھنیرے کالے بال، خمیدہ بھنویں، گہری پلکیں اور کالی روشن آنکھیں، ناک لمبی اور ذرا مڑی ہوئی۔ ۔۔۔ حساس اور خم کھائے ہونٹوں سے شہوت برستی تھی۔ مجموعی طور پر وہ بے حد وجیہہ اور شکیل تھا۔ اس کی ماں ننسن[۲۴] تھی۔ یہ دانا عورت تمام علوم اور ساری (خفیہ باتیں) جانتی تھی۔ جلجامش اس کے سامنے اپنا ہر راز برملا کر دیتا اور عام طور پر اس سے مشورہ کرتا۔۔۔ رہتا۔۔۔

---

۲۳ عبارت ناقص ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ دشمن ہارا یا جیتا۔

۲۴ اس خاتون کے دو نام اور بھی آئے ہیں۔ ننمح اور ننست بلبت۔ اصل میں وہ ادنے درجے کی دیوی تھی۔ اور یمک میں رہتی تھی۔ بعض علماء کے نزدیک لوگل بندا کی بیوی تھی۔

محاصرے کے بعد لوگوں کا اطمینان عارضی ثابت ہوا۔ آسمان سے گر کر اب وہ کھجور میں اٹک گئے تھے۔ فوراً جلجامش[۲۵] کی ایذا رسانیوں اور قہر و جبر کا سل شروع ہو گیا۔ شمشیر زنی کے جوہر دکھانے اور یہ شوق پورا کرنے کے لے وہ ایک ایک کر کے شہر کے جیالوں کو مبازرت طلبی میں ختم کرتا جا رہا تھا۔ ا اس کا یہ خونی شغل بند ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ بے شمار بیویوں کے سر وا کے تاج خون میں نہلا دئے۔ بوڑھے باپوں کے کڑیل جوان سہارے چھین لئے۔ سپاہیوں کو گھروں سے دور کر دیا۔ وہ جبریہ بھرتی کا قائل تھا، چنانچ ماؤں سے ان کے پالے پوسے جوان جہان لال توڑ لئے۔ اور ان کی اکثریت یرک کی فصیلیں بنانے پر مامور کر دی۔ دھرتی کا کلیجہ روند دینے والے انہی جوانوں کی قوتِ بازو نے یرک کی گویا سیسہ پلائی ہوئی دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔

سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ شہر کی کسی بھی قابلِ دید اور معصوم کنواری اور دلپسند نو بیاہتا بیوی کی آبرو اس سے محفوظ نہ تھی۔ کرختگی اکھڑپن اور خون آشامی کے باوجود جلجامش کی طبیعت ضرورت سے کہیں

---

۲۵ جلجامش :- بروسیس اور ایلین وغیرہ نے اس کا نام جلجموس لکھا ہے۔ اور بعض موجودہ علماء اسے گِلگامش بھی لکھتے ہیں۔

بڑھ کر حسن پرست تھی۔ جنسی بھوک اس کی رگ رگ میں اتنی بھری تھی کہ بس کوئی بھی عورت خواہ کتنی بھی جنسی توانائی رکھتی ہو، چند دن بھی جلجامش کو برداشت نہ کر پاتی تھی — وہ جنسی کجروی اور اس کی بے پناہ شدّت کی بنا پر محض ایک خاتون سے سیر اور قانع نہ ہو سکتا تھا۔ جب کبھی وہ شہر میں گھومنے نکلتا، آفت آجاتی۔ نوخیز اور پیاری پیاری لڑکیاں، ڈری ڈری گھروں کے کونوں میں اور ماؤں کے پیچھے سمٹ سمٹ جاتیں۔ ہر دل دھڑک رہا ہوتا۔ کہ دیکھئے آج کون مظلومہ اس بوالہوس کی بھینٹ چڑھتی ہے۔ گلی کوچوں سے وہ کبھی خالی ہاتھ لوٹ کر نہ آتا تھا۔ مضبوط بازوؤں میں کوئی تنِ نازک، کوئی گلبدن کوئی نہ کوئی شکیلہ جکڑی ہوتی۔ بازار میں خرید فروخت کرتی دوشیزائیں، کام کاج میں مگن گل رخوں اور نہروں اور کنوؤں سے پانی بھرنے والیوں میں اسے جو بھی بھا جاتی، کاندھے پر ڈال اٹھالے جاتا۔ نئی نویلی دلہنوں کو شوہروں کی آغوش سے چھین لیتا۔ معززین اور امراء کی ایسی بیٹیوں کا تو وہ بہت ہی شائق تھا۔ جو:—

"نازک، چھریری اور بادامی آنکھوں والی ہوتیں اور جن کی زلفیں مہک رہی ہوتیں" [ح ۲۶]

کسی بھی قدسیہ کو اطمینان نہ تھا، کوئی بھی جمیلہ مامون نہ تھی کہ اس کی لاج اس

ح ۲۶۔ اس سے نسائی حسن کے متعلق عراقیوں کے معیار کا اندازہ لگائیے۔

لٹیرے کے ہاتھوں محفوظ رہ سکتی ہے ـــــ ماں باپ روتے پیٹتے، اکنوا دیاں رو رو کر سُننے والوں کے کلیجے دہلا دیتیں۔ اس کے کاندھے پر پڑی مچل رہی ہوتیں۔ کہ کسی طرح چھوٹ جائیں۔ اور جب کچھ نہ بنتا تو تھک ہار کر راضی بر ضا ہو جاتیں۔ اور چپکے چپکے ان کی آنکھوں سے بے کسی کے موتی ٹوٹتے رہتے اس سنگدل کا دل مگر کسی بات سے نہ پسیجتا۔ اپنے معصوم اور تڑپتے شکار کو محل کی ہوس انگیز تنہائیوں میں لے جا کر ہی رہتا۔ لوگ وفد بنا بنا کر اسکے حضور گوش گزار کرتے۔ کہ وہ دوشیزاؤں اور بہو بیٹیوں کو اٹھالانے کا ظلم تو نہ کیا کرے۔ مگر وہ قاہر کس کی سنتا تھا۔ گھر گھر رونا پیٹنا پڑا رہتا۔ کہیں بن بیاہی لاڈلی کا صدمہ اٹھایا جا رہا ہوتا۔ کوئی نوعمر دلہن کے دردناک انجام پر پچھاڑیں کھاتا نظر آتا۔ کوئی بیوہ سر بریدہ شوہر کی یاد میں بین کرتی سُنائی دیتی۔ اور کسی جگہ چڑھتی جوانی والے سورماؤں کی مائیں، بہنیں اور محبوبائیں بلک بلک کر رہ جاتیں۔ سارے کا سارا شہر اس مستبد بادشاہ کے آہنی پنجے میں کسی معصوم زخمی اور لاچار پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ لوگ جانتے تھے وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ یہ سب ظلم ہے۔ ناروا ظلم ـــ مگر سہنے پر مجبور تھے۔ لب تک ہلانے کی جرأت باقی نہ رہ گئی تھی۔ کس کو پڑی تھی کہ جان کا دشمن بنتا۔ ہاں ایک کام ضرور کرتے۔ کہ یا تو دل ہی دل میں اسے کوستے یا پھر بڑبڑاتے کہ:۔

"جلجامش،
مظالم سے خوش ہوتا ہے۔
دن ہو یا رات،
اس کا غرور کبھی تسکین نہیں پاتا۔
بابل کے پاس کوئی بیٹا نہیں رہ گیا،
جلجامش ان سب کو چھین لے گیا۔
بادشاہ کو اپنی رعیت کے حق میں چرواہا ہونا چاہیے[۲۷]،
نہ عیاش!
کسی کنواری کو اس کے محب کے پاس نہیں چھوڑتا،
نہ جنگجو کی بیٹی کو اور نہ معزز کی بیوی کو،
تاہم یہ شہر کا چرواہا ہے،
عقلمند، دلپسند اور باہمت"

وہ مندروں میں جا کر چوری چھپی دیوی دیوتاؤں کی منت کرتے۔ کہ اس قہار کی دست درازیوں سے نجات دلائی جائے۔ دیوتاؤں نے ان کی فریاد سنی

---

۲۷ یہاں بادشاہت کے متعلق عراقی نظریہ پر روشنی پڑتی ہے ان کے نزدیک بادشاہ کو رعایا کا غم گسار، صحیح راہبر اور رکھوالا ہونا چاہیے۔

اور آسمان کے دیوتا، ارک کے مربّی انو کے حضور سب دیوتا چلّانے لگے۔

"ایک دیوی نے اسے بنایا[۲۸]،

سانڈ کی طرح طاقتور،

کوئی اس کے ہتھیاروں کے سامنے ٹک نہیں سکتا،

کسی باپ کے پاس بیٹا نہیں رہا۔

جلجامش ان سب کو چھین لے جاتا ہے۔

اور کیا یہی بادشاہ ہے رعیت کا رکھوالا؟

اس کی شہوت دوشیزہ کو محب کے پاس نہیں رہنے دیتی،

نہ ہی سورما کی بیٹی کو اور نہ معزز کی بیوی کو۔"

پھر دیوتاؤں نے اُرورُو دیوی سے فریاد کی۔

"تو نے اُسے بنایا، اے ارورو،

اب اس کا مدِمقابل بھی تو پیدا کر،

ایسا شخص جو جلجامش کی مانند ہو

جیسے اس کا اپنا سایہ،

اس کا ثانی،

ح ۲۸ جلجامش سے مراد ہے۔

طوفانی دل کا حریف طوفانی دل،
ان دونوں کو باہم شیر و شکر ہونے دے،
اور یرک میں امن قائم کر۔۔۔۔"

...انی — جانوروں کا میت :۔

...ہر بات حد سے گزری۔ تو لوگوں کو فکر ہوئی کہ آخر کیا کیا جائے؟
...ہی ہونٹ سیئے اس کے ظلم سہتے رہیں؟ اسی طرح دیوتاؤں سے چپکے
...ے استمداد کئے جائیں؟ بڑے بوڑھوں نے مشورہ کیا۔ اور طے پایا۔
...ادو رو کے مندر میں جلئے اور علی الاعلان نذر نیاز اور قربانی کئے
...بات نہ بنے گی۔ چنانچہ شہر کے دانشور اس کے مندر میں آئے،
...ش قرار چڑھاوے پیش کئے۔ اس کی قربان گاہ کے سامنے گر پڑے۔
...ر رو رو کر فریاد کی۔

"اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ...... [۲۹]
تیرے لوگ ......
وہ ادو ادو سے چلّا کر کہتے ہیں۔"

---

[۲۹] ان نقطوں کا مطلب یہ ہے۔ کہ آگے عبارت ضائع ہو چکی ہے۔ آئندہ بھی ایسے مقامات پر نقطے لگا دئے جائیں گے۔

تو نے اسے پیدا کیا ہے ؛
جلجامش کوئی بیٹا باپ کے پاس نہیں چھوڑتا ؛
دن اور رات ......
وہ مضبوط فصیلوں والے یرک کے بادشاہ ......
وہ ان کا بادشاہ ....
شاہ زور، برتر اور چالاک ....
جلجامش،
کسی کنواری کو نہیں چھوڑتا۔ (ماں کے پاس)
محبوبہ کو سورما کے پاس،
بیوی کو شوہر کے پاس،
اس کے منہ آنے والا ایک آدمی اور پیدا کر،
جو اس کا غرور خاک میں ملا دے،
اب ہمیں اس کے مظالم کی تاب نہیں۔"

ارو رُو لوگوں کے قیمتی تحائف اور قابلِ قدر نذرانوں سے بہت خوش ہوئی۔ اسی دیوی نے قدیم زمانوں میں انسان بنایا تھا۔ اور پھر وہ نیک دیوی بھلا کب تک ترس نہ کھاتی۔ اس کے علاوہ انو دیوتا نے بھی اسے جلجامش کا جوڑ خلق کرنے کا حکم دیا ــــــ اس نے ایک ایسا شخص پیدا

کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ جو جلجامش کے بگڑے مزاج ٹھکانے لے آئے اپنے زرّیں کا بُرج سے اردو رو نے پاؤں نیچے لٹکا دیے، جُھک کر طلائی سینڈل پہنے اور دھیرے دھیرے نیچے اُتری۔ سوچوں میں کھوئی، تول تول کر قدم دھرتی۔ وہ زمین پر چلتی رہی۔ لبِ دریا آئی۔ رب عظیم عشتار اور دو بڑے دیوتا بعل^ح۳۰ اور شمش^ح۳۱ بھی اردو رو کی مدد کو آ گئے۔

ح۳۰ بعل:۔ سومیری کا دیوتا اِنلل آگے چل کر بعل کہلایا۔

ح۳۱ شمش:۔ شمش یعنی سورج دیوتا بابلیوں اور اشوریوں کے مقبول ترین دیوتاؤں میں سے تھا۔ اس کا ذکر سب سے پہلے اسی۔ اناتُم نامی فرمانروا کے زمانے میں ملتا ہے۔ یعنی اب سے قریباً ۶۲۰۰ برس قبل وہ چاند دیوتا سِن کا بیٹا تھا۔ وہ "ساری دنیا کو منوّر کرنے والا" "زندہ مخلوق کا باپ" اور "ملکوں کا مہربان" تھا۔ وہ "صبح کے دروازے کھولتا۔ اپنا سر اُٹھاتا اور کرنوں سے آسمان اور زمین کو منوّر کر دیتا۔" حق۔ انصاف اور قانون کا سرپرست تھا۔ اس کی پوجا سپار اور مدرسہ میں خاص طور پر ہوتی تھی۔ یہاں اس کے مندر "ای — ببّر" (یعنی روشن مکان) کہلاتے تھے۔ بابل کی پوری تاریخ میں شمش کی مقبولیت برقرار رہی — اس کی بیوی 'آء' تھی۔ جس کی پوجا 'خاوند' کے ساتھ ہی سپار میں ہوتی تھی۔

اروروئے پہلے تو اپنے ذہن میں ایک انسانی خاکہ بنایا۔ کہ اس قسم کا انسان تخلیق کرنا ہے۔ یہ خاکہ انو دیوتا کے 'آدمی' کا تھا۔ ح۲۳ ـــــــ دریا پر سرکنڈے اور بید اگے ہوئے تھے۔ ارورو جھک گئی اور جھک کر انہیں پرے ہٹایا۔ پانی سے ہاتھ دھو کر پاک کئے۔ اور پھر دریا کی چکنی مٹی ہاتھوں میں لی۔ انو دیوتا کی شان میں مناجات پڑھتے ہوئے اس نے اس مٹی سے ایک بہت بڑا انسانی پتلا بنایا۔ اسی وقت "جنوبی ہوا" چلنے لگی اس ہوا سے پتلے میں جان پڑ گئی۔

"اس کی لمبی ریشمی سی پلکیں تھرتھرانے لگیں، سانس سے پسلیاں ابھرنے اور بیٹھنے لگیں ـــــ"

ذرا دیر بعد جیتا جاگتا آدمی سامنے تھا اور یہ وہی تھا۔ جو ارورو کے خیال میں یرک والوں کا نجات دہندہ بننے والا تھا۔ اس کا نام ایابنی تھا ح۲۴۔ وہ آزاد ہوا کی طرح

ح۲۳ "انو کا آدمی" سے مراد غالباً "انو کا بندہ ہے"۔ لیکن یہاں یہ لفظ "برتر اور مقدس" کے معنی میں آیا ہے۔

ح۲۴ بعض محققین نے اس کا نام انکیدو بھی لکھا ہے۔ 'ایابنی' کے معنی ہیں۔ "ایا (دیوتا) بناتا ہے۔ ایا تخلیق کرتا ہے۔" اس کی شکل انو دیوتا کی سی بھی۔ بعد کے زمانوں میں اسے جانوروں کا مربی اور دیوتا مان لیا گیا۔

خوش خوش دریا کے کنارے سبک خرامی سے چلا اور پھر صحرا کی وسعتوں میں کہیں کھو گیا۔

اور یہ ایابنی شہروں میں تھوڑا رہتا تھا۔ یہ تو جنگلوں کا باسی تھا۔ بظاہر اس میں انسانوں جیسی کوئی بات نہ تھی۔ اچھا خاصا جھبرا تھا۔ بالکل جانوروں کا سا، ننگ دھڑنگ، سراسر بن مانس۔ وہ ایسا ہی تھا ــــــ جیسے پہاڑوں کے جنگلی آدمی ہوتے ہیں۔" جسم کی جلد نام کو نظر نہ آتی تھی۔ سارے بدن پر بال ہی بال ــــ مویشیوں کے دیوتا سُموقَن کی طرح الجھے اُلجھے گھنگھور دار بال، جیسے کوئی ریچھ گزر جائے۔ سر کے لمبے لمبے بال، کوئی دیکھے تو جانے جیسے عورت ہے۔ جب یہ لہراتے تو یُوں لگتے گویا اناج کی دیوی نسبا کی زُلفیں بَل کھا رہی ہوں۔ اسے معلوم ہی نہ تھا۔ کہ انسان نام کی بھی کوئی متمدّن مخلوق کہیں بستی ہے۔ تہذیب کا بھی کوئی وجود ہے۔ جنگلوں کے جانور اس کے ہر دم اور ہر آن کے ساتھی تھے۔ انہی کے ساتھ کھاتا۔ اور انہی سے جنسی تشنگی بُجھاتا۔ معصوم ہرنوں کی معصوم رفاقت میں وہ جڑی بوٹیاں چرتا۔ اور وہ اس سے ذرا نہ ڈرتے۔ جانوروں ہی کے ساتھ مل کر گڑھوں سے پانی پیتا۔ مشغلہ یہ تھا۔ کہ مچھلیوں میں ملکر پانی میں خوب ہی اچھلتا کودتا پھرے۔ دیکھنے میں تھا تو وہ عاری از انسانیت، مگر اتنی سمجھ ضرور تھی۔ کہ جو جانور شکاریوں کے جال میں پھنس

جاتے ان کو رہا کر دیتا۔ اور شکار پھانسنے کے لئے جو گڑھے کھودے جاتے، جو دام بچھائے جاتے، ان سب خطرات سے اپنے رفقاء کو بروقت آگاہ کر کے انہیں دام میں آنے سے بچا لیتا۔ ان جالوں کو توڑ ڈالتا۔ اور شکاری بے نیل و مرام دانت پیستے لوٹنے پر مجبور ہو جاتے۔ رہی جسمانی طاقت تو اس کا کیا کہنا، اس میں جنگ کے دیوتا نِنورتا کی تاثیر تھی[۳۵]۔ بن مانس کی طرح "شہنشاہِ جنگل" کی طرح اس کی رگ رگ میں بھی قوتوں کے چشمے ابل رہے تھے۔ اتنا شاہ زور۔ اس قدر قوی، جیسے "آسمان پر مارچ کرتی ہوئی انو دیوتا کی روشن ستاروں کی فوج"

آنچل کی چھاؤں میں :-

لیکن ہنوز ابھی تک کسی کو اس کی موجودگی کی خبر نہ تھی۔ اور ایک دن کوئی شکاری جانور پکڑنے گیا۔ گڑھے کھودے اور جال ڈال دئے اس نے پہلی بار ابا بنی کو، اس عجیب انسان کو اچانک جانوروں کے ساتھ چشمے میں نہاتے دیکھا۔ ایک نگاہ ہی بس تھی۔ اور شکاری خوف سے پیلا ہو گیا چہرے پر وحشت چھا گئی۔ دل بیٹھنے لگا۔ وہ پریشان حال گھر کو بھاگ لیا۔ اگلے روز وہ پھر پہنچا، توقع تھی کہ گڑھوں اور دام میں شکار ضرور پھنسا

---

۳۵ نِنورتا یا نِنرتا — ابتداء میں ایک جنگجو اور جنگ کا دیوتا نن جرسُو نامی تھا۔ اسی کی بعد کی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

ہوگا۔ مگر وہاں جال ٹوٹا پڑا تھا۔ اور گڑھے پٹے۔ اور خود ایابنی جانوروں کو دہاکرا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ سرپٹ ہولیا۔ کیسا شکار، کہاں کا شوق جان ہی لیجائے تو غنیمت، تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ اور پھر اسکی ہمت نہ پڑی ص۳۶ ہوتے ہوتے اس کے تذکرے شہروں میں جا پہنچے، اور اس کی طاقت اور برق رفتاری کے قصے یرک والوں کا محبوب موضوع بن گئے۔ شکاریوں نے اس کے عظیم کارنامے بڑھ چڑھ کر سُنائے۔ جلجامش کو اس ہولناک حریف کی باتیں سُن سُن کر بڑی فکر پیدا ہوئی۔ اور اس انوکھے اور منہ زور پہلوان کو رام کرنے، زیر کرنے کی تدبیریں کرنا شروع کردیں۔ اب اسے معلوم ہوچکا تھا۔ کہ ایابنی کو خاص طور پر اس کے استیصال کیلئے خلق کیا گیا ہے۔ سوچ میں پڑ گیا کہ بات کیسے بنے۔ محض جسمانی زور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) صورت یہ ٹھہرتا تھا۔ وہ (دیوتاؤں کا) نقیب تھا، وہ جنوبی ہوائیں تھا اور کنوؤں اور آبپاشی کا دیوتا بھی۔ ایک مرتبہ اس نے پاتال کے تلخ پانیوں کو روک کر متعدد عفریتوں کو مغلوب کرلیا تھا۔

ص۳۶ ایک جگہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہی سادو شکاری تھا۔ جو تین روز تک شکار پکڑنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ اور پھر باپ سے مشورہ کیا۔ باپ نے اُسے یرک جاکر سب کچھ جلجامش کو بتا دینے کے لئے کہا۔ چناں چہ جلجامش اور شہریوں کو بھی پہلی بار سادو کی ہی زبانی اس عجیب و غریب ایابنی کے متعلق معلوم ہوا۔

بل پر ایابنی کو نیچا دکھا لینا بس کی بات نہیں تھی۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ اگر جلجامش تمام تر الوہی طاقت سے سرفراز ہوتا۔ چونکہ یرک کا یہ ستم گر ننسن دیوی کا بیٹا تھا۔ اسلئے الوہی شکتی اس کے بدن میں دو تہائی اور باقی انسانی تھی۔ جبکہ لڑ بھڑ کر ایابنی کو نیچا دکھانے کے لئے ساری قوت دیوتاؤں کی سی چاہیئے تھی۔ جلجامش تھا دانا، سمجھ گیا۔ کہ دُو بدو مقابلے میں تو حریف کو قابو میں کسی صورت بھی لا سکے گا۔ چناں چہ قوّتِ بازو کی جگہ قوتِ عقل سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا۔

جلجامش کا بہترین اور مخصوص شکاری سادو[۳۷] تھا۔ اور یہ سادو بڑا ہی نطرتی اور بد قماش تھا۔ اسے جلجامش نے اپنے محل میں طلب کیا اور کہا۔ کہ جس طرح بھی بن پڑے ایابنی کو گرفتار کر لائے۔ حکم پا کر سادو نے جال لئے اور ان گڑھوں کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ایابنی ہر روز پانی پینے اپنے جانوروں کو لیکر آتا تھا۔ اس نے وہاں جال بچھا دیئے۔ اور ایک دن پانی کے گڑھے پر اس کا اور ایابنی کا سامنا ہو ہی گیا۔ ایابنی نے اسے نہیں دیکھا۔ اس مہیب انسان کو دیکھ کر سادو کے چھکے چھوٹ گئے۔

ص۳۷ سادو:۔ سادو کا ایک نام تُردُو بھی آیا ہے۔ ویسے ’نغادو‘ ایک بامعنی لفظ بھی ہے۔ جسکے معنی ”شکاری“ کے ہی ہیں +

اور وہ نوک دم دبا کر بھاگنے کو ہوا۔ مگر پھر جلجامش کے خیال نے اس کے پاؤں روک لئے۔ ایابنی نے اطمینان سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی پیا۔ اور چلا گیا۔ مسلسل تین روز تک یہی ہوتا رہا۔ وہ آتا اسکی دیکھتی آنکھوں پانی پیتا اور لوٹ جاتا۔ اور یہ اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکا۔ بہتیرے ہی جتن کئے۔ بہت چالیں چلیں، مگر بے سُود۔ ساتھ ہی سادو کے دل میں بتدریج ہول بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر ہمّت ہار بیٹھا۔ اور خوف سے لرزتا باپ کے پاس پہنچا۔ دہشت اس پر اتنی غالب آچکی تھی۔ کہ زبان گنگ تھی اور بدن سن۔ حالت اس شخص کی مانند ہو رہی تھی جس نے دُور دراز کا سفر طے کیا ہو[ح ۳۸] باپ سے کہنے لگا —

"ابا — ایک ایسا آدمی ہے دوسروں سے بالکل مختلف۔ وہ پہاڑیوں سے نیچے اترتا ہے۔ دنیا کا سب سے طاقتور انسان ہے۔ وہ آسمان سے اُترے ہوئے کسی لافانی[ح ۳۹] کیطرح ہے۔ وہ درندوں کی قطاروں میں چلتا ہے۔

ح ۳۸ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ سب سے پہلے سادو نے ہی اتفاقاً ایابنی کو دیکھا۔ اور تین روز کے سامنے کے بعد وہ گھبرا کر باپ کے پاس آیا۔ باپ نے اسے جلجامش کو اس عجیب و غریب انسان کے متعلق بتانے کو کہا۔ چنانچہ سادو سے ہی دوسرے لوگوں اور جلجامش کو بھی ایابنی کی اطلاعیں پہنچیں۔ اور جلجامش نے سادو کو ہی ایابنی کی گرفتاری پر مامور کر دیا۔

ح ۳۹ لافانی :— یعنی دیوتا۔

اور گھاس کھاتا ہے وہ تمہاری زمینوں میں سے ہو کر گزرتا ہے اور کنوؤں پر آتا ہے۔ میں ڈر کے مارے اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جو گڑھے میں نے کھودے، انہیں اس نے بند کر دیا۔ اور میرے جال توڑ ڈالے جو میں نے شکار کے لئے بچھائے تھے۔ وہ جانوروں کو بچا لیتا ہے۔ اور وہ (جانور) میری انگلیوں سے پھسل جاتے ہیں ــــ"

باپ تجربہ کار تھا اور زمانہ دیکھ چکا تھا۔ اُس نے "اپنا منہ کھولا"[ص۴۳] اور شکاری سے کہا ـــ

"بیٹیا ــ یرک میں جلجامش رہتا ہے۔ کبھی بھی کوئی اس پر غالب نہیں آیا ہے۔ وہ آسمان کے تارے کی طرح صاحب قوت ہے ــ یرک جا، جلجامش سے (پھر) مل اور اس وحشی انسان کی تعریفوں کے پُل باندھ دے۔ اس سے "محبت کے مندر"[ص۴۱] کی ایک داسی مانگ لے، عیش و عشرت کی متوالی داسی، اسے بکر واپس ہو۔ اور اسی حسینہ کی کشش سے اس آدمی

ص۴۳:۔ بابلیوں کا یہ مخصوص طرزِ بیان ہے۔ عبارتوں میں جا بجا جملے ملتے ہیں۔ "اس نے اپنے ہونٹ کھولے اور بولا" "اس نے اپنا منہ کھولا اور کہا"

ص۴۱ محبت کی دیوی عشتار کا مندر۔

کو بس میں کرلے۔ جب وہ پانی پینے کنوئیں پر آئے گا۔ تو اسے....
ہم آغوش کرلے گا۔ اور پھر جانور اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔"

باپ کی باتوں سے اُسے یقین ہو گیا۔ کہ عشتار کے مندر کی خوبصورت اور نوعمر مغنیہ یقیناً اس وحشی کو اپنے حسن کی جھلکیاں دکھا کر رام کرلے گی۔ باپ کے پاس سے ہو کر وہ جلجامش کے سامنے آیا۔ ابانی کی تیز طراری، شہ زوری اور وحشیانہ پن کے حالات سُنائے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ انسان کی تو شکل دیکھتے ہی وہ بھاگ جاتا ہے۔ جلجامش نے اسے اجازت دی۔

وہ جا۔۔۔ میرے شکاری اپنے ساتھ یُحنت[ف ۴۲] لے جا،
جب جانور گڑھے کے پاس آئیں،
یُحنت کپڑے پھاڑ کر عریاں ہو جائے۔
وہ اسے دیکھے گا،
وہ اس کے پاس چلا آئے گا۔
جانور جو اس کے ساتھ پلے بڑھے ہیں اسے چھوڑ جائینگے۔"

ف ۴۲ یُحنت:۔۔۔ عشتار کے مندروں میں خوبرو جوان لڑکیاں رہتی تھیں۔ ماں باپ ہمیشہ کیلئے انہیں عشتار کے مندروں میں چھوڑ جاتے تھے۔ شادی کی انہیں اجازت نہ تھی۔ شروع میں تو یہ بڑی پاکدامن تھیں۔ مگر وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ یہ

(باقی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اس طرح جلجامش نے بھی وہی بات کہی جس کا مشورہ اس سے پہلے سادو کا باپ دے چکا تھا۔ سادو عشتار کے مندر پہنچا۔ ہر طرف حُسن ہی حُسن مُسکرا رہا تھا۔ یوں لگتا جیسے سارے شہر کی دلربائیں وہاں سمٹ آئی ہوں۔ ان گنت سی پیاری پیاری اَن بیاہی لڑکیاں مندر میں اِدھر اُدھر آجا رہی تھیں۔ یہی سب عشتار کی اچھوتیاں تھیں۔ سادو نے ایک انتہائی دلفریب مغنیہ کو منتخب کر لیا۔ دونوں منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے اور تین دن کے سفر کے بعد اس گڑھے کے قریب پہنچے۔ جہاں اکثر ایانی

(بقیہ صفحہ ۷۳ حاشیہ) مقدس فرقہ سیاہ کاریوں میں ڈوبتا گیا ــــ عشتار کی ان داسیوں کی کئی اقسام تھیں۔ ان میں سے ایک فرقہ یحنت کہلاتا تھا۔ ان کا کام بھجن گانا، بجانا تھا اقسام یہ تھیں:۔ (۱) یحنُت ــ (یحانی ـ جمع)

(۲) خرِمتُ ــ (خرماتی ـ جمع ، بمعنی پاک خاتون)

(۳) کزرِت ــ (کندرتیں ، بمعنی پھانس لینے والی)

ایک جگہ یرک کو " انو عشتار، کزریتی اور خرماتی کے رہنے کی جگہ کہا گیا ہے داستانِ جلجامش میں تینوں قسم کی داسیوں کو " عشتار کی کنیزیں" اور " عشتار کے حکم کی باندیاں" کہا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی عشتار کی داسیاں گم (بلا امتیاز) عشتارت کہلاتی تھیں بائبل کی زبان میں ان داسیوں کو قادشت اور قادیشہ (بمعنی پاک دامن) اور مرد پجاریوں کو قادیش کا نام دیا گیا۔

پانی پیتا تھا۔ مناسب جگہ دونو چھپ کر بیٹھ گئے۔ منہ بالمقابل تھے۔" ایک دن بیٹھے" دو دن بیٹھے اور تیسرے دن آنے والا آگیا۔ جانوروں کے گلّے پانی پینے آرہے تھے۔ ایابنی ساتھ تھا، جو" ہرنوں کے ساتھ گھاس چرتا اور پہاڑوں میں پیدا ہُوا تھا۔"

جانور اپنے جانے پہچانے راستے پر آئے۔ اور انہوں نے بُخت کی خوشبو پائی۔ وہ ہوا ہوتے ہی نظر آئے۔ مہک تو ایابنی کو بھی آئی مگر وہ اپنے رفقاء کی طرح بھاگا نہیں بلکہ قریب آتا گیا۔ سادو نے یخت سے کہا۔

"یہ رہا— اے عورت اپنی چھاتیاں ننگی کر دے۔ شرما نہیں۔ دیر مت کر اور اسکی محبت کی پذیرائی کر— اس کے سامنے عُریاں ہوجا۔ اسے اپنا بدن سونپ دے۔ جب وہ نزدیک آئے تو کپڑے اتار ڈال اور اس کے ساتھ لیٹ جا۔ اس وحشی کو اپنی نسائیت پیش کر دے، جب وہ تیری محبت میں سرشار ہو جائے گا تو پہاڑوں میں اس کا ساتھ دینے والے جانور اسے چھوڑ جائینگے۔"

عشتار کی داسی اُٹھی اور نڈر پن کے ساتھ ایابنی کے سامنے ہوگئی۔ ایابنی کی نظریں اُٹھیں اور اٹھکر گرنا بھول گئیں۔ وہ تسخیر کے ہر غمزے، ہر ادا اور ہر کشش سے پوری طرح آراستہ تھی۔ مندر کی اس سب سے موہنی یخت نے رنگین اور پیاری پیشواز پہن رکھی تھی۔ ننگے نازک پاؤں

ہیں چاندی کی پازیب، کانوں میں عقیق کی لمبی لمبی بجلیاں سر سبز اور شاداب
جنگل اور اس پہ قدرت کا یہ ترشا ترشایا شاہکار ـــــــ جوانی تھی کہ آپ بول
رہی تھی۔ ایابنی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس پیکرِ جمیل سے فطری
مناظر میں کچھ اس خوبی سے رنگ آمیزی ہوئی۔ کہ وہ وحشی بھی ساری بیگانگی
جیسے بھول کر اس میں کھو سا گیا۔ یہ عجیب سی، سہانی سی شئے تو اس نے
پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایابنی کی حیرت کم ہوئی۔ اور اب اس کی آنکھوں سے
دلچسپی جھانکنے لگی۔ جوں جوں وہ اسے دیکھتا۔ اس کی وحشت اور کرختگی مدھم
پڑتی جاتی ـــــــ اسے مائل بہ حسن دیکھ کر داسی نے چھاتیاں کھول دیں۔ اور پھر
ایک ایک کرکے ـــــــ دھیرے دھیرے اس نے اپنے بدن کے سارے خم
سب خطوط کپڑوں سے آزاد کر دئے۔ اب وہ پوری طرح بے حجاب تھی۔
ذرا نہ شرما رہی تھی۔ سورج ابھی نکلا ہی تھا۔ گرمیاں تھیں۔ اور گرمیوں کی
ان ترچھی کرنوں میں کھڑی ہو کر اس نے اپنے بلور میں بازوؤں پر، چھاتیوں
پر خوشبو ملی اور مشکبو زلفوں کے موباف ڈھیلے کر دئے۔ صبح کی چمکیلی دھوپ
اور اس کا صاف ستھرا بے داغ گلابی بدن ـــــــ ایابنی سے کیسے رہا جاتا۔

"بخت نے چھاتیاں کھول دیں، بے حجاب ہو گئی، کپڑے اتار دئے،

نڈر ہو کر وہ اسے رجھا گئی۔

سات دن، سات رات ایابنی بخت کی الفت میں سرشار رہا۔

اس کی کشش سے (ذرا) آزاد ہو کر،
اس نے منہ اپنے جانوروں کی طرف پھیرا،
ستاتے ہوئے غزالوں کو ایا بنی نے دیکھا،
میدانوں کے چوپائے اس سے منہ موڑ گئے۔
ایا بنی کانپا اور افسردہ ہو گیا۔
اعضاء بیٹھ گئے جب جانور بھاگے۔"

حسن کی جیت ہوئی۔ آہستہ آہستہ دونو قریب ہو گئے۔ اور پھر یکبارگی اس جنگلی نے حسین لڑکی کو بازوؤں میں بھر لیا۔ اور زور سے بھینچ لیا۔ اس عریاں روپ کو دیکھ کر ایا بنی خود پر قابو نہ رکھ سکتا تھا۔ اس کے جذبات پوری طرح برانگیختہ ہو چکے تھے۔ سات دن اور سات راتوں تک وہ ساتھ لیٹے رہے۔ ایا بنی کو کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ اور رہتا بھی کیسے وہ تو اب دنیا کی لطیف ترین شئے سے ہم کنار تھا۔ حسن کی اتھاہ جاذبیتوں میں کھو گیا تھا۔ اس نے قدرت کے سب سے بڑے شاہکار کی زلفوں کی چھاؤں تلے محبت کی لوریاں سنیں۔ خاموش مچلتے نغمے سنے۔ ملائم ملائم باہوں سے کھیلتا رہا۔ یہ تو دنیا ہی عجیب تھی۔ زندگی کے اس دلکش رخ کا سایہ تک کبھی ایا بنی پر نہ پڑا تھا۔ بخت نے اسے "عورت کے فن" سے آشنا کیا۔ اور ایا بنی اپنے کوہستانی ٹھکانوں کو بھول گیا۔ سات دن اور سات راتیں گزارنے کے بعد طبیعت کچھ بھری۔

سوچا بہت دن ہو گئے۔ چلو دوستوں کی خیر خبر تو لے آؤں، مگر ہرن اسے آتا دیکھ کر چوکڑی بھر گئے۔ انہی ہرنوں کی وہ اتنے دنوں حفاظت کرتا رہا تھا۔ درندے اس پر نظر پڑتے ہی دوڑ گئے۔ بے اختیار ہو کر ایانی نے بھی ان کے پیچھے بھاگنا چاہا، مگر نہ بدن نے ساتھ دیا اور نہ گھٹنوں نے ایسا لگتا تھا جیسے رسی سے جکڑ دیا گیا ہو۔۔۔ اسکی تیز طراری سب چھن چکی تھی۔ وہ کمزور ہو گیا تھا۔ اسلئے کہ اب اس میں کچھ عقل آگئی تھی۔ اور انسانی خیالات نے جگہ بنا لی تھی۔ معصومیت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ یخت سے ملوث ہونے کے بعد جانور اب اس کے ساتھ کیسے رہتے اور کیوں رہتے۔ ایانی کو دیرینہ ساتھیوں کی یہ روش بہت گراں گزری۔ غمگین ہو کر مڑا اور داسی کے پہلو میں آگرا۔ اس مجسمۂ رنگ و بو نے اسے اپنی نازک گرفت میں لے لیا۔ یخت جیسے پیکرِ جذب و کشش کے ہوتے وہ دیر تک ہرنوں اور دوسرے جانوروں کا غم نہ کھا سکا۔ سنبھلا۔ مسکرایا اور پھر محبتوں میں سما گیا۔۔۔ پھر وہ یخت کے قدموں میں بیٹھ گیا۔۔۔ اپنی دلربا کی آنکھوں میں جھانکا اور بڑے شوق، بڑی چاہت سے اس کے خوش رنگ لب چومنے لگا۔۔۔ وہ باتیں کرتی رہی، وہ دلی توجہ سے باتیں سنتا رہا۔

"اور پھر وہ محبت کی طرف لوٹتا ہے۔

داسی کے پیروں میں گر جاتا ہے۔
اس کا مکھڑا دیکھتا ہے۔ اور سنتا ہے۔
جب عورت اس سے کہتی ہے۔
خرمت[۴۳] ایابنی سے کہتی ہے۔
تُو عقلمند ہے،
تو دیوتا کی طرح برتر ہے ایابنی،
اب تو ایک دیوتا کی مانند ہو گیا ہے۔
جانوروں کے ساتھ کیوں رہتا ہے،
تو درندوں کے ساتھ پہاڑوں میں کیوں بھاگ جانا چاہتا ہے؟
آ میرے ساتھ،
میں تجھے مضبوط دیواروں والے یرک لیجاؤں گی،
انو اور عشتار کے مندر میں، محبت اور آسمان کی جگہ[۴۴]
وہاں جلجامش رہتا ہے۔

---

۴۳ خرمت:۔ یہ لفظ یہاں عورت یا خاتون کے معنی میں آیا ہے۔

۴۴ محبت سے مراد ہے یہاں محبت کی دیوی عشتار اور آسمانوں کے دیوتا انو کو بجگہ آسمان کہا گیا ہے۔ اسطرح "محبت اور آسمان کی جگہ" عشتار اور انو کے مندر کیلئے بطور استعارہ آیا ہے۔

جلجامش کے شہر میں، وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے۔
سارے انسانوں سے بڑھ کر قوی، پہاڑی سانڈ کی مانند،
جنگلی سانڈ کی طرح وہ لوگوں پر حکومت کرتا ہے[۴۵]
وہ[۴۶] سر جھکا دیتا ہے اور اس کا[۴۷] حکم مانتا ہے،
اپنے دل میں اسے رفیقۂ حیات مان لیتا ہے۔"

وہ اسے راہِ راست پر لے ہی آئی۔ ایابنی کو اسکی پیشکش بہت پرکشش اور دل خوش کن لگی ایسے ہی کسی ساتھی کی اب اسے تلاش تھی، جو اس کے دلی جذبات سمجھ سکے۔ چناں چہ خوش ہو کر بولا۔

"آ ــ عورت، اور مجھے مقدس مندر اور عشتار اور انو کے گھر لے چل، اور اس جگہ جہاں جلجامش اپنی رعایا پر حکومت کرتا ہے۔ میں اسے میدان میں نکلنے کے لئے للکاروں گا۔ میں یرک میں چلا چلا کر اعلان کروں گا کہ میں یہاں سب سے طاقتور ہوں، میں یہاں پرانا نظام بدل دینے آیا ہوں۔ میں وہ ہوں جس نے پہاڑوں میں آنکھ کھولی۔ میں وہ قوی ہوں جس کا ثانی کوئی نہیں ـــــ"

ح ۴۵ :ـــ یعنی جلجامش ــــ ح ۴۶ :ــ ایابنی :ـ
ح ۴۷ :ـــ مطلب یہ کہ ایابنی نے بخت کی بات مان لی۔

"چلو چلیں ـــ اور وہ تمہارا منہ دیکھ لے۔ میں خوب جانتی ہوں
کہ بڑے یرک میں جلجامش کہاں ہے ـــ اے ایابنی وہاں سب لوگ
زرق برق پوشاکیں زیب تن کرتے ہیں۔ ہر روز چھٹی اور فرصت
رہتی ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آنکھوں کو بھلی لگتی ہیں۔
ان کی خوشبوئیں کتنی اچھی ہوتی ہیں ـــ تمام بڑے لوگ اپنے
بستروں سے اٹھتے ہیں ـــ اور ایابنی، تم زندگی، پسند کرتے
ہو ـــ میں تمہیں جلجامش دکھاؤں گی۔ وہ مسرور انسان ہے تمہیں
وہ اپنی جوانی کی آب وتاب میں بھرپور نظر آئے گا، اس کا جسم
مضبوط اور مکمل ہے۔ نہ کبھی وہ دن کو آرام کرتا ہے۔ اور نہ رات
کو۔ لسترانیاں اور شیخیاں تو بھگا رہنت، کیوں کہ وہ تجھ سے
زیادہ طاقتور ہے۔ شمش کی حمایت اسے حاصل ہے۔ انو
انلل اور دانشور ایا نے اسے سوجھ بوجھ بخشی ہے۔ میں
تجھے بتائے دیتی ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو پہاڑ سے (وہاں)
پہنچے، جلجامش کو خواب میں تیری آمد کا پتہ چل جائے گا"

اس تنبیہ کا ایابنی پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور اس نے اس وقت تو مقابلے کا
خیال دل سے نکال دیا ـــ ادھر جلجامش نے ایک ہی رات میں دو خواب
دیکھے، صبح اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ جا کر ماں سے ان کی

تعبیر پوچھی —

"اماں — اس رات میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں خوش خوش تاروں بھرے آسمان تلے رات کو چلا جا رہا تھا۔ نوجوان سورما جلو میں تھے اچانک انو (دیوتا) کا ایک شہاب آسمان سے ٹوٹ کر مجھ پر آ گرا۔ میں اسے اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا۔ یرک کے سارے باشندے اسے دیکھنے لگے۔ عام لوگ دھکا پیل میں مصروف تھے۔ اور امرا و معززین اسے چومنے کے لئے جوق در جوق جمع ہو گئے تھے۔ مجھے وہ ایسا پُرکشش لگ رہا تھا۔ جیسے کسی عورت سے محبت ہو جائے۔ لوگوں کی مدد سے میں نے اپنی پیشانی پر تسمے باندھے اور اور ان تسموں میں جکڑ کر اس ٹوٹے تارے کو اٹھا کر میں تمہارے سامنے لے آیا۔ اور تو نے اعلان کیا کہ وہ میرا بھائی ہے۔"

عقلمند ماں نے بیٹے کو تعبیر بتائی —

"جو کچھ تو نے دیکھا ہے۔ — (بہت خوب ہے) آسمان کا یہ تارا جو تجھے عورتوں کی طرح پیارا لگا — اصل میں تیرا جگری دوست ہے، ایسا دوست جو وقت پڑنے پر ساتھی کے کام آتا ہے — وہ جنگلی مخلوق میں سب سے توانا ہے۔ وہ گھاس کی زمین میں پیدا ہوا تھا اور اس کے پیچھے پہاڑیاں تھیں — تو

اسے دیکھ کر خوش ہوگا۔ اس کی طاقت آسمانی لشکر جتنی ہے۔ یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر —"

"ہاں — میں نے ایک خواب اور بھی دیکھا۔ مضبوط دیواروں والے برک کے چوک میں اچانک ایک پُراسرار کلہاڑا آکر گرا۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ کب اور کہاں سے آیا۔ اسکی ساخت عجیب ہی قسم کی تھی۔ اور اس کے گرد لوگوں کے ٹھٹ لگے تھے۔ اسے دیکھکر مجھے بہت خوشی ہوئی — میں جھکا اور گہرے جذبات سے مغلوب اس کے قریب ہوا۔ مجھے اُسپر ایسا ہی پیار آیا۔ جیسا عورت پر آیا کرتا ہے۔ اور پھر میں نے اسے اُٹھا کر اپنے پہلو میں سجا لیا"

ننسن نے اسکی بھی وضاحت کی —

"جو کلہاڑا تجھے نظر آیا، جس نے عورت کی محبت کی طرح تجھے اپنی طرف کھینچ لیا — یہ وہ دوست ہے جو میں (تجھے) دیتی ہوں وہ آسمانی لشکر کی سی قوت لے آئے گا۔ وہ دوست کے آڑے وقت کام آنیوالا سورما ہے —"

"میری قسمت کا تعین ہو گیا ہے۔ ببر دوست مجھے مل جائے۔"

ہر بخت، ایا بی اور سادو نے جنگلوں سے چلنے کی تیاری کی۔

"جب میں تجھے دیکھتی ہوں تو تو مجھے دیوتاؤں کی طرح لگتا ہے۔

اوراب تو دوبارہ جانوروں کے ساتھ پہاڑوں میں جاکر رہنے کی آرزو کیوں کرتا ہے۔؟ دھرتی سے اُٹھ، یہ تو چرواہوں کا بچھونا ہے۔"

اُس نے بڑے غور سے حسینہ کی باتیں سُنیں۔ کوئی شک نہیں۔ اس ماہ ر نصیحت مفید تھی۔ بخت نے اپنا لباس پھاڑ کر دو حصّے کئے۔ ایک سے آپ ستر پوشی کی اور دوسرے سے ایابنی کا تن ڈھانپا۔ آگے آگے سادو اور پیچھے وہ ایابنی کا ہاتھ پیار سے تھام کر چل پڑی "جیسے ماں بچے کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جارہی ہو ـــــ" وہ بھیڑوں کے باڑوں اور گڈریوں کے "کھانے پینے کی جگہ" (بستی) آئے۔ تمام چرواہے اس عجیب و غریب ایابنی کو دیکھ ٹوٹ پڑے۔ گڈریوں نے اسے پکی ہوئی روٹی اور شراب پیش کی۔

"ایابنی نے کھانا دیکھا جو اس کے سامنے رکھا گیا ـــ
اس نے دیکھا اور پریشان ہوگیا۔
کیسے روٹی کھائے۔ وہ سمجھ نہ سکا،
کیسے شہد آگیں شراب پیے۔ وہ نہ جانتا تھا ـ"

اور اسے روٹی کھانا، شراب پینا آتا بھی کہاں سے، وہ تو ہمیشہ سے جانوروں کے تھنوں سے دودھ پیتا آرہا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر ہاتھ چلائے۔ اُدھر سیدھا منہ پھاڑا۔ مگر کھا پی نہ سکا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کس طرح روٹی کھائے۔ اور کیوں کر شراب پیئے۔ بخت نے اسے ترغیب دی۔

"چکھ،

او ایانبی — روٹی چکھ،

زندگی کا خزانہ،

شراب پی — ملک کا دستور۔"

ت کے اصرار پر اس نے پیٹ بھر روٹی کھائی اور شراب پی۔ کچھ ایسا سرور

کہ "سات بار اور پھر سات بار" پی گیا۔ دل سے خوشیاں پھوٹی پڑ رہی

ہیں۔ چہرہ چمک اٹھا۔ اس کے کھچڑی بال دھلوائے گئے۔ لمبے لمبے

ں کو کاٹ دیا، داڑھی کو سنوار کر گھنگریالا بنایا گیا۔ نہایا۔ دھویا اور بدن

تیل ملا۔ پہلی بار اُسنے لنن کا قمیص اور مخروطی ٹوپی پہنی وہ آدمیت کے

ے میں آگیا۔ دولہا سا لگ رہا تھا۔ کتنے ہی دن انہوں نے وہاں قیام

۔ رفتہ رفتہ اس کی وحشت اور کرختگی ختم ہوتی گئی۔ اور اس کی وہ

پناہ قوت بھی کسی حد تک کم ہو گئی۔ اخلاقی اور ذہنی طور پر اس نے

ل کر لی تھی۔ چرواہوں کی بستی میں رہ رہ کر وہ ان کا سرپرست بن گیا۔

ریئے شیروں اور بھیڑیوں کے ہاتھوں عاجز آئے ہوئے تھے ایانبی

شیروں کا شکار شروع کر دیا۔ اور کچھ دن بعد ہی چرواہے راتوں کو

م سے پاؤں پھیلا کر سونے لگے۔ اس نے بھیڑیوں کا بھی قلع قمع کر

اور گڈریئے بالکل مطمئن ہو گئے۔ ایانبی جیسا انسان ان کا محافظ تھا۔

جس کی قوت کا کوئی جواب نہ تھا۔ یکخت کے خوش آئند اور رنگین قرب
اپنے دن گڈریوں کی بستی میں گزار رہا تھا۔ وہ عشتار کی داسی کو زبان د
چکا تھا کہ جلجامش سے ضرور ملے گا۔

ایک روز ایابنی نے "اپنی آنکھیں اٹھائیں"* اور کسی مسافر کو آتے
یکخت سے کہنے لگا

"عورت — اس شخص کو یہاں لے آ۔ وہ کیوں آیا ہے۔؟
میں اس کا نام جاننا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھی اور جا کر اسے پکارنے لگی۔

"جناب! آپ اس تھکا دینے والے سفر پر کہاں چلے ہیں؟"

راہی نے ایابنی کو بتایا —

"جلجامش پبلک ہال میں جا گھسا ہے۔ یہ ہال عوام کیلئے مخصوص ہے۔ لوگ وہاں ڈھول کی آواز پر دلہن کا انتخاب کرنے اکٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن جلجامش انہیں ذلیل کرتا ہے۔ وہ یرک میں ان ہونی باتیں کرتا ہے۔ عروس نو کے ساتھ اولین شب بسر کرنے کا وہ اب بھی مطالبہ کیا کرتا ہے۔ اور دولہا کا حق بادشاہ

---

* یہ جملہ بھی بابلی اکثر اپنی عبارتوں میں استعمال کیا کرتے تھے

کے بعد ہے، دیوتاؤں نے یہ اسکی پیدائش کے وقت سے ہی مقرر کر دیا ہے۔ اس وقت سے ہی جب جلجامش کی ناف کاٹی گئی تھی۔ لیکن اب دلہن کے انتخاب کیلئے ڈھول بج رہا ہے۔ اور شہر کراہ رہا ہے —"

ایانبی کا چہرہ سفید ہو گیا۔ اس نے بڑے عزم کا اظہار کیا۔

"میں اس جگہ جاؤں گا۔ جہاں جلجامش لوگوں پر حکومت کرتا ہے۔ جی داری سے اسے للکاروں گا۔ باآواز بلند یرک میں چلاؤں گا کہ — میں پرانا دستور[۵۰] ختم کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ یہاں میں سب سے توانا ہوں —"

ایانبی نے یرک کا قصد کیا۔ اور اس کے پیچھے بجنت ہو لی۔ جس روز وہ شہر پہنچے تو یہ "نوروز" تھا۔ شام ہو چکی تھی۔ نوروز کا عظیم الشان تہوار نکتہ عروج کو پہنچ رہا تھا۔ رات کے وقت جلجامش کو اس تہوار کی ایک اہم رسم کی ادائگی کیلئے عشتار کے مندر میں جانا تھا — یہاں اسے عشتار سے "مقدس شادی" کر کے دولہا کا کردار ادا کرنا تھا۔ گلیوں میں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے تھے۔ وہ قطار در قطار جلجامش کی سواری کے انتظار میں کھڑے تھے ہر جگہ رنگ رلیوں اور بدمستیوں میں مست، نوجوان آسمان سر پر اٹھائے پھر رہے تھے۔ اور بڑے بوڑھوں کی نیندیں اچاٹ کئے دئیے رہے تھے جو عمر

---

۴۹ جلجامش) ۵۰ پرانے دستور یا معمول کا مطلب ہے۔ جلجامش کی (باقی اگلے صفحہ پر)

کے تقاضوں اور امنگوں کے مردہ ہو جانے کے باعث اس شاندار تہوار سے بے نیاز گھروں میں سونے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ جلجامش کے جلوس کے انتظار میں اب شدت آ چلی تھی۔ لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر، آگے کو جھک جھک کر اس جانب دیکھتے جدھر سے جلوس آنیوالا تھا ـــ اچانک اس شور و غل کو چیرتی اس پر چھاتی ایک باریک اور تیز آواز ـــ جھانجھ کی آواز اور دور سے بجنے والی بانسریوں کی گونج ابھری۔ اور یہ بتدریج اونچی ہوتی گئی۔ ہجوم کی بے صبری اور بھی بڑھ گئی ـــ سڑک پر وہ شاندار جلوس نظر آ ہی گیا۔ اور درمیان میں جلجامش شان سے چل رہا تھا۔ گلیوں میں سے ہوتی ہوئی جلجامش کی سواری مندر کے صحن کی طرف ہولی۔ اور وہاں پہنچ کر تھم گئی۔ جلجامش بڑے رکھ رکھاؤ اور بھرم سے اکیلا آگے بڑھا ـــ

لیکن ابھی وہ مندر میں داخل بھی نہ ہونے پایا تھا۔ کہ بھیڑ میں ہلچل ہوئی ایابنی سینہ تانے نکلا اور مندر کے چمکدار دروازے کا راستہ ایک پاؤں سے روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور جلجامش کو دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ ہجوم حیرت سے ہیچھے کو سکتہ کر رہ گیا۔ سب کی آنکھیں پھٹی پھٹی اور ہونٹ بند تھے۔ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا اور اتنا غیر متوقع طور پر ہوا۔ کہ ایکا ایکی تو

(بقیہ حاشیہ ص۸۶) ستم رانیاں اور نو بیاہتی لڑکیوں اور دوشیزاؤں پر جبرو دستیاں ایابنی نے اس عزم کا اظہار کیا ہے۔ کہ میں اس معمول کو بند دوں گا۔ کہ دلہن اپنی پہلی رات جلجامش کو دے۔

بہت سے لوگ سمجھ ہی نہ سکے کہ یہ سب ہے کیا؟ اور ذرا دیر بعد ان کا اچنبھا دُور ہُوا۔ ان کی قوتِ گویائی لوٹی ــ اور پھر تعجب کی جگہ اطمینان نے لے لی۔ کہ کوئی اس بے درد جلجامش کے مدِمقابل تو ہُوا ــ وہ ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے۔ "آخر اس کی ٹکر لینے والا کوئی تو آیا"۔ "ہے تو اس سے ٹھنگنا مگر طاقتور اتنا ہی لگتا ہے۔ اب ہم یرک میں زناٹے کا تماشہ دیکھینگے" تیسرا کہنے لگا۔ "اس کی ہڈیاں بڑی ہیں" ایک اور نے معلومات میں اضافہ کیا۔ "یہی تو ہے وہ جو جانوروں کے دودھ پر پلا تھا۔ وہ سب سے زیادہ قوی ہے" کسی نے کہا۔ "اب جلجامش کا ہم سر آگیا ہے ــ یہ عظیم انسان ــ دیوتا کی طرح وجیہہ ــ"

جلجامش کے غصّے کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔ کس کی مجال جو اس کا راستہ روک لے۔ کون سر پھرا یوں سینہ تان کر اسے مقابلے کے لئے للکارے ــ؟ یقیناً اس جان سے بے زار کی شامت آگئی تھی ــ اچانک جلجامش نے پوری قوت سے ایک بھرپور ہاتھ ایابنی کے جبڑے پر رسید کیا۔ لیکن وہاں تو کچھ بھی اثر نہ ہُوا۔ دونوں ایک دوسرے سے سانڈوں کی طرح گتھ گئے۔ چوٹ برابر کی تھی۔

"انہوں نے دروازے کی چوکھٹیں توڑ دیں۔ اور دیواریں لرز گئیں۔
وہ ایک ہی جگہ بند کئے ہوئے سانڈوں کی مانند نتھنے پھیلائے ہوئے تھے۔

انہوں نے دروازے کی چوکھٹیں توڑ دیں اور دیواریں لرز گئیں۔"

دنیا کے سب سے طاقتور انسان ــــ جلجامش کی زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کوئی ہر لحاظ سے اس کے برابر ثابت ہو رہا تھا۔ جلجامش کے حواری سانس روکے کھڑے تھے۔ شہریوں کے دل دھڑک رہے تھے۔ رات چپ چاپ گزرتی جا رہی تھی، کوئی آواز نہ تھی۔ ہاں اس گہرے سکوت کو دو تو سورماؤں کی پھولی ہوئی سانسیں رہ رہ کر توڑ دیتی تھیں۔ مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں۔ دونوں دل ہی دل میں ایک دوسرے کو سراہ رہے تھے۔ ایابنی کا خیال تھا۔ کہ شاید جلجامش ظالموں کی طرح بزدل ہو۔ مگر نہیں وہ تو بلا کا جیوٹ اور آہنی انسان ثابت ہو رہا تھا۔ جس نے فوراً ہی اس کا چیلنج قبول کیا۔ اور مقابلے سے جی نہ چرایا۔ ادھر جلجامش پر بھی واضح ہو چکا تھا۔ کہ مدِمقابل کوئی تر نوالہ نہیں ــــ اچانک جلجامش نے مضبوطی سے اپنا پاؤں جمایا۔ گھٹنا ٹیکا اور چشم زدن ایابنی نیچے پڑا تھا[51] جلجامش

ف[51] جلجامش اور ایابنی کے مقابلے کی ایک اور مختلف روایت یہ آئی ہے۔ کہ کوئی دلہن پہلی رات کو سیج پر بیٹھی دولہا کے انتظار میں تھی۔ جلجامش کو معلوم تھا۔ کہ آج ایک نئی شادی ہوئی ہے۔ چنانچہ کچھ شوریدہ سر نوجوان لیکر وہ گلیوں میں نکل کھڑا ہوا۔ جلجامش کی منزلِ مقصود تو خیر معین تھی، اسکے دوستوں کا بھی یہی ارادہ تھا کہ جی چاہے گا جس گھر میں جا گھسینگے مگر اسی گھر کا دروازہ ایابنی نے روک لیا اور پھر دو نو گتھ گئے۔ اور جلجامش نے ایابنی کو پچھاڑ دیا۔

کا غصہ فوراً کافور ہو گیا ـــــ وہ سر پیچھے جھٹک کر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایا بنی نے جلجامش کو سراہا۔

"تجھ سا دنیا میں اور کوئی نہیں ـــــ ننسن نے، جو گاؤ خانے میں بیل کی طرح مضبوط ہے۔ تجھے جنا تھا ـــــ اور اب تجھے سارے انسانوں پر فوقیت مل گئی ہے ـــــ انلل نے تجھے شاہی بخشی ہے۔ کیونکہ تیری طاقت سب سے بڑھ کر ہے۔ تو نے خوب ثابت کر دیا کہ تو دیوی کا لڑکا ہے۔ اور خود آسمان نے تخت تجھے دیا ہے[۵۲]۔ اب میں تیری مخالفت نہ کروں گا۔ آ ہم دوستی کر لیں۔"

دونو مہیب حریف بغلگیر ہو گئے۔ ننسن کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ اس طویل زور آزمائی کا نتیجہ کیا نکلا؟ اٹوٹ اور قابلِ رشک دوستی ایسی جو ان کی زندگیوں تک برقرار رہنے والی تھی۔

بس اس روز سے دونو ہر دم ساتھ رہنے لگے۔ کبھی جدا نہ ہوتے۔ محل میں ایا بنی کیلئے بہترین ریشم اور سمور کا ایک کاؤچ تیار کیا گیا۔ اس کے لئے آرام دہ مسہری بڑی محنت سے بنوائی گئی۔ جب جلجامش دربار منعقد کرتا تو اس کا جگری دوست اس کے بائیں ہاتھ بیٹھتا۔ دنیا کے بادشاہ آتے

ح[۵۲] اس سے ظاہر ہے۔ کہ قدیم عراقی بھی "بادشاہ کے آسمانی حقوق" کے (DIVINE RIGHT OF KINGS) قائل تھے۔

کورنش بجالاتے، جلجامش کے قدموں میں جُھکتے اور دونوں دوستوں کو بوسہ دیتے۔
جب کبھی یہ دونوں گلی کوچوں میں نکلتے یا دریا میں بہاؤ کے رخ مشکوں پر تیرتے
چلتے تو لوگ ان کی تعریف میں واہ واہ کے نعرے لگاتے ـــــ اب ان کا بادشاہ۔
ظالم جلجامش یکسر بدل چکا تھا. اور وہ بدعادتیں، ناروا سختیاں ترک کر دی
تھیں۔ پہلے وہ لوگوں کی نظروں میں بجا طور پر مردود اور ظالم تھا۔ مگر ایابنی
سے دوستی کے فوراً ہی بعد وہ ان کا محبوب ہیرو بن گیا۔ شاید ایابنی نے
اپنے دوست کو پیار، نرمی اور شفقت سے حکومت کرنے پر رضامند کر لیا تھا۔
مگر جنگلوں کا وہ باسی شہر کی گھٹی گھٹی فضاؤں سے، تنگ تنگ گلیوں سے
اور محدود وسعتوں سے تنگ آ گیا تھا۔ یرک کی تمام تر آسائشوں کے باوجود
وہ مضطرب اور اداس سا رہنے لگا۔ یہ عیش اور پابندی سے مملو زندگی،
اس کی آزاد فطرت کو بھائی نہ تھی۔ اسے قید سمجھنے لگا۔ بار بار مرغزاروں
کی وہ آزاد اور سہانی فضائیں یاد آتیں، صحراؤں اور کوہساروں کی بے غم
زندگی کا تصور اسے تڑپا تڑپا جاتا ـــــ عشتار کی داسی پر اسے بہت غصہ آنے
لگا جو اپنے انعام کے لالچ میں اسے مصیبت میں پھنسا کر غائب ہو گئی تھی ـــــ
دوبارہ انہی سرسبز اور نظر نواز جنگلوں میں بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر جلجامش کے
مربی دیوتا شمش کو یہ منظور نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خواب میں آ کر ایابنی کو
تسلیاں دیں۔ مدنیت کے فائدے اور جلجامش کی نوازشات گنوائیں اور

یرک نہ چھوڑنے کی صورت میں اسے مزید انعام و اکرام سے لاد دینے کا وعدہ کیا۔

خمبابا پر چڑھائی

پہاڑوں کے (دیوتا) انلل، دیوتاؤں کے باپ (انلل) نے جلجامش کی تقدیر معین کی تھی ــــ جلجامش نے ایک خواب دیکھا جسے سن کر ابانی نے کہا۔

"خواب کی تعبیر یہ ہے ــــ رب الارباب نے تجھے حکومت عنایت کی یہ تیری تقدیر ہے۔ حیاتِ جاودانی تیرے مقسوم میں نہیں۔ (لیکن) اسکی وجہ سے تو رنجیدہ مت ہو، مایوس نہ ہو ــــ اس نے تجھے (لوگوں کو) گرفتار اور رہا کر دینے کی قدرت دی۔ تو نسل انسانی کی تاریکی بھی ہے اور اجالا بھی۔ اس نے تجھے رعایا پر بے مثل اقتدار بخشا۔ اور ان لڑائیوں میں تیرے لئے کامرانیاں لکھ دیں۔ جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ لیکن اس طاقت کا غلط استعمال نہ کر، محل کے نوکروں چاکروں کے ساتھ انصاف سے پیش آ۔ شمش کے سامنے عدل سے کام لے۔"

اور ایک رات ابانی نے بھی ڈراؤنا خواب دیکھا۔ کہ ایک دہشتناک کالے عفریت نے اسپر حملہ کیا۔ اپنے لمبے تیز پنجے ابانی کے بدن پر گاڑ دئے۔ اور اسے اسطرح اٹھا کر لے گیا۔ جیسے کوئی عقاب کسی میمنے کو لیجائے۔ دیو اسے لئے

لئے ہوئے سرزمینِ پاتال میں آیا۔ وہاں ان گنت مردوں کے اِدھر اُدھر انبار لگے تھے۔ ایابنی کو وہیں رہنے پر مجبور کر دیا گیا ___ ان (مُردوں) کی پوشاک کالے پروں کی تھی، جس کی وجہ سے وہ عجیب و غریب سے پرندے نظر آ رہے تھے۔ ان کی خوراک خاک دھول اور کیچڑ تھی۔ ایابنی نے گھبرا کر اپنا منہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ اور ڈر سے بے اختیار اس کی چیخ نکل گئی ___"

صبح ایابنی نے اپنے ساتھی کو خواب سنایا۔ جلجامش نے تعبیر بتلانے والوں سے رجوع کیا۔ بہت غور و خوض کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خواب بہت ہی خطرناک تھا۔ انہوں نے ایابنی اور جلجامش کو سورج دیوتا شمش کے نام پر قربانی کرنے کی نصیحت کی۔ جب خدام نذر نیاز کی خاطر متبرک تیل تیار کر چکے۔ تو رسوم کے مطابق جلجامش اور ایابنی ننگے ہو کر خانۂ انصاف گئے شمش اپنے رتھ میں سوار آسمان پر چل رہا تھا۔ اس نے یہ سب کچھ دیکھا۔ مقدس تیل برتن میں ڈالا جانے لگا۔ اور پجاری ساتھ ساتھ مناجاتیں پڑھنے جا رہے تھے۔ یہاں سے فارغ ہو کر جلجامش نے "زندوں کے ملک[ف۵۳] پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور ایابنی سے کہنے لگا۔

"میں نے اپنا نام کسی اینٹ پر کندہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ

ف۵۳ اسے "صنوبر کی سرزمین" بھی کہتے تھے۔

یہ میرا نوشتۂ تقدیر ہے، کہ ایسا کروں۔ چنانچہ میں اس ملک میں جاؤں گا۔ جہاں صنوبر کے درخت کاٹ کر گرائے جاتے ہیں۔ ۵۴ میں اس جگہ اپنا نام کندہ کروں گا۔ جہاں مشہور آدمیوں کے نام لکھے ہیں اور (اس جگہ بھی) جہاں اب تک کسی انسان کا نام نہیں لکھا گیا۔ وہاں میں دیوتاؤں کیلئے یادگار نصب کرونگا۔"

ایابنی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کا دل بیٹھ گیا۔ آہ سرد کھینچی۔

---

۵۴ بعض علماء کے نزدیک صنوبروں کا یہ جنگل شمالی شام میں اکانس نامی تھا۔ اور کچھ علماء کے خیال میں یہ اناطولیہ میں تھا، کئی اس خیال کے حق میں ہیں کہ یہ جنوبی ایران کے ملک عیلام میں تھا۔ ہمارے خیال کے مطابق یہ عیلام ہی میں ہوگا۔ عیلام یا ایلم کا ملک دریائے فرات کے مشرق میں تھا۔ عیلامی ہمیشہ بابلیوں سے لڑتے رہتے تھے۔ دنیا کے سب سے پہلے عظیم مقنن فرمانروا حمورابی ۲۰۶۷ تا ۲۰۲۵ ق-م سے پہلے اور بعد میں بھی ان کی چپقلش جاری رہی۔ اس مہم سے جلجامش کا ایک اور بڑا مقصد یہ تھا۔ کہ وہ یورک میں تعمیرات کا شاندار سلسلہ شروع کرنا چاہتا تھا۔ جس کے لئے ظاہر ہے۔ کہ عمارتی لکڑی کی بھی ضرورت تھی۔ اور یہ لکڑی عراق میں عام طور سے عیلام سے ہی آیا کرتی تھی۔ اس عیلامی جنگل کے قبائل جلجامش کو آسانی سے لکڑی کہاں کاٹنے دے سکتے تھے۔ وہ جلجامش کے مدمقابل ہوئے اور ان کے دیوتا ان کی اعانت کر رہے تھے۔ جلجامش کا حامی شمش دیوتا تھا جس کیلئے وہ ایک شاندار مندر بنانا چاہتا تھا۔

جلجامش نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور پوچھنے لگا۔

"میرے دوست تو نے ایسی سانس کیوں بھری؟"

ایابنی نے اپنا منہ کھولا اور بولا ——

"میں ناتواں ہوں، میرے بازوؤں کا زور زائل ہو گیا ہے۔ دردناک چیخیں میرے گلے میں پھنسی ہیں۔ تو نے اس مہم پر جانے کا ارادہ کیوں کر لیا ہے؟"

"اسلئے کہ اس ملک میں شیطان کا دور دورہ ہے۔ ہم اس جنگل میں جائیں گے اور باطل کو مٹا ڈالیں گے۔ کیونکہ اس جنگل میں خمبابا[۵۵] رہتا ہے، جس کا نام ہے 'وسعت'، اور جو خون آشام عفریت ہے۔"

لیکن ایابنی نے پھر ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"جب میں جنگلوں میں جانوروں کے ساتھ پھرا کرتا تھا۔ تو میں نے یہ

---

[۵۵] اسے خمبابا اور 'ہوادا' بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ عیلامی زبان کا لفظ ہے۔ بعض نے اسے شمالی شام کا اور بعض نے اناطولیہ اور متعدد نے اسے عیلام کا دیوتا بتایا ہے۔ کچھ محققین کا نظریہ یہ ہے۔ کہ داستان نگاروں نے 'خمبابا' لفظ استعمال کر کے اصل میں اس مخصوص عیلامی خاندان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ لاثانی صرف دیوتا ہی ہو سکتے ہیں۔ انسان نہیں۔

یہ جنگل بھی دیکھا۔ ہر سمت میں اسکی لمبائی تیس ہزار میل ہے ۔۔ یہ مہم آسان نہیں ہے۔ انلیل نے حمبابا کو اس جنگل کی حفاظت پر مامور کیا ہے وہ سات گنا مہلک ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ اسکی غرّاہٹ طوفانی دھارے کی سی ہے۔ اس کا آتشیں سانس بیماری پھیلا دیتا ھے۔ اور اسکے جبڑے مجسم موت ہیں۔ وہ صنوبروں کی رکھوالی میں اتنا چوکس رہتا ہے۔ کہ اگر ایک ساٹھ اسّی میل کے فاصلے پر بھی کوئی بچھیا جنبش کرے تو اسے خبر ہو جاتی ہے ۔۔ کیا کوئی آدمی خوشی سے ایسے ملک میں جاکر اس کی گہرائیاں جانچے گا ۔۔؟ مجھ سے سن، جو کوئی اس کے قریب جاتا ہے۔ اسپر کمزوری غالب آجاتی ہے۔ حمبابا سے لڑنے والا اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ وہ زبردست جنگجو ہے ۔۔ اے جلجامش ۔۔ جنگل کا وہ نگہبان کبھی نہیں سوتا ۔۔۔۔۔"

جلجامش نے جواب دیا ۔۔

"میرے دوست ایسا کون ھے۔ جو آسمان پر جا سکے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ شمش کے ساتھ رہ سکے۔ صرف دیوتا ہی جگمگاتے شمش کے ساتھ سدا رہ سکتے ہیں۔ [56] لیکن ہم انسانوں کے دن تو گنے چنے ہیں۔

---

[56] ابدیت کیطرف اشارہ ہے۔ کہ لافانی صرف دیوتا ہی ہو سکتے ہیں۔ انسان نہیں۔

ہمارا اثاثہ تو ہوا کے سانس ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں ــــ جو کچھ بھی
ہم کر گزریں۔ مگر حقیقت ہوا سے زیادہ نہیں۔ تجھے کیا ہوا جو
پہلے ہی موت سے ڈر گیا؟ تیری ہمت اور حوصلہ کہاں گیا؟
تجھ سے دلیر کے لئے یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ لڑائی سے ڈر
گیا ــ اپنے بچوں کو کیا منہ دکھلائے گا۔ جب وہ پوچھیں گے۔ کہ تو
نے اس روز کیا بہادری دکھائی۔ جس دن جلجامش مارا گیا ــ گو
میں تیرا بادشاہ ہوں۔ مگر میں آگے آگے جاؤں گا۔ تو بے شک
محفوظ رہ کر پیچھے سے کہتا چلنا ــــ "بڑھتا چل۔ ڈر کی کوئی بات
نہیں۔" اگر میں مرگیا تو پیچھے اپنا نام امر کر جاؤں گا ــ لوگ
میرے متعلق کہا کریں گے۔ جلجامش خونخوار حمبابا سے لڑتا
ہوا مارا گیا، مدتوں بعد میرے گھرانے میں جنم لینے والے
بچے بھی (یہی) کہیں گے اور یاد رکھیں گے۔ ح ۵۷

اس طرح جلجامش نے اپانی کو سمجھا سمجھا کر ڈھارس بندھائی۔ اس نے تمام

ح ۵۷ یہاں جلجامش نے جنگ سے جی چرانے والے دوست کو بڑی خوبی سے چند
روزہ ناپائیدار زندگی کی حقیقت ــــ جہاد، شہادت اور شہید کی عظ
کے متعلق اپنا نکتۂ نظر (بلکہ اس زمانے کا عام نظریہ) سمجھایا ہے

باتیں سُن کر، سمجھ کر فرمائش کی -

"اے میرے آقا[۵۸] — اگر تو اس ملک میں داخل ہو گا — تو (وہاں داخل ہونے سے پیشتر) دیو شمش کی خدمت میں جا اور سورج دیوتا کو بتا دے کیونکہ وہ سرزمین اس کی ہے — جس ملک میں صنوبر کاٹی جاتی ہے، شمش کا ہے -"

جلجامش نے دو مینمے اٹھائے ایک سفید تھا، سر سے پاؤں تک بالکل سفید، اور دوسرا بھورا — دونوں کو چھاتی سے لگایا - انہیں لیکر وہ ایا بنی کے ساتھ شمش کے حضور پہنچا - جلجامش نے ہاتھ میں نقرئی عصا لیکر ذی شان شمش سے کہا -

"او شمش میں چلا ہوں — میرے ہاتھ منت کرتے ہیں - میری روح کے ساتھ سب خیر ہو اور تو مجھے ارک کے گھاٹ پر واپس لے آئے - میں تیری حفاظت کا خواہاں ہوں — منظور کر — اور نیک شگون رہے —"

دیوتا نے کہا —

---

۵۸ سومیری کتبوں میں جلجامش اور ایابنی کا تعلق آقا اور ملازم اور بابلی اور اشوری عبارتوں میں انہیں دوست لکھا ہے -

"جلجامش تم صاحبِ قوت ہو ——— مگر "زندگی کا ملک" کیوں تیرے لئے اتنی اہمیت رکھتا ہے؟"

جلجامش نے پھر گزارش کی :-

"اے شمش میری سُن ——— میری سُن، اے شمش ——— میری آواز سُنی جائے۔ یہاں شہر میں آدمی پژمردگی سے مر جاتا ہے، مایوسی کے عالم میں جان دیتا ہے ——— میں نے (شہر کی) دیوار پرسے دیکھا ہے۔ اور میں دریا میں لاشیں تیرتی دیکھتا ہوں، یہ مقدر میرا بھی ہوگا۔ [۵۹] اچھی طرح جانتا ہوں، کہ ایسا ہی ہوگا۔ کیوں کہ انسانوں میں جو سب سے لمبا بھی ہے۔ وہ بھی آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور سب سے بڑا (آدمی) زمین کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس ملک میں جاؤں گا۔ اس لئے، کہ میں نے اپنا نام اینٹ پر نہیں لکھا ہے۔ حالانکہ یہ میری تقدیر میں ہے۔ میں اس ملک میں جاؤنگا جہاں صنوبر کٹتا ہے۔ میں اپنا نام وہاں لکھوں گا۔ جہاں مشاہیر کے نام مرقوم ہیں ——— اور جہاں کسی شخص کا بھی نام نہیں۔ وہاں میں دیوتاؤں کیلیے یادگار قائم کروں گا۔"

---

۵۹ یعنی موت ——— ظاہر ہے کہ اس وقت تک تو جلجامش بھی موت کو اٹل حقیقت مانتا ہے۔ مگر ایابنی کی وفات کے بعد اس نے موت کو حقیقت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس کے منہ پر آنسو بہہ نکلے اور پھر وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولا ۔

" افسوس یہ سفر طویل ہے ۔ مجھے حمبابا کی سرزمین پہ جانا ہی ہوگا ۔ اگر یہ کارنامہ نہیں پورا ہونے کا ، تو پھر اے شمش تو نے کیوں میرے اندر اس مہم کو انجام دینے کی اٹوٹ خواہش پیدا کر دی ہے ؟ اگر تو میری پشت پناہی نہیں کرے گا ۔ تو میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہوں ؟ اگر میں اس ملک میں مروں گا ۔ تو یہ ایسی موت ہوگی جسمیں بغض یا کینہ کو دخل نہ ہوگا ۔ لیکن واپس لوٹ آیا تو شمش کی شان میں مناجات کہوں گا ۔ اور بیش قرار تحائف نذر کروں گا ۔"

ش کو اس پر رحم آگیا ۔ اشکوں کی بھینٹ قبول کرلی ۔ اور اجازت دے دی ۔

" جلجامش کو یرک سے باہر جانا چاہیئے ۔"

ف دوستوں نے یہ سن کر ایک برتن میں شہد اور لاجوردی مرتبان میں مزید نیاز ۔ شمش پھر گویا ہوا کہ جلجامش " صنوبر کے پہاڑ " تک جائے ۔ جس کی نگہبانی با عفریت کرتا ہے ۔ اسے قتل کر کے صنوبر کے سات درخت کاٹے اور اس زمین کو باطل سے پاک کر دے ۔ اور شمش نے یرک کے ہیرو کے لئے تنور " اتحادی " مقرر کئے ۔ یہ ایک ماں کے بیٹے تھے ۔ اور ان کو شمش نے ڑی غاروں میں متعین کر دیا ۔ اس کے علاوہ اس دیوتا نے جلجامش کی مدد خاطر عظیم ہواؤں یعنی ـــــ شمال کی ہوا ، گرد باد ، آندھی ، برفیلی ہوا ،

طوفانی ہوا اور جھلسا دینے والی ہوا ــــ کو بھی جلجامش کا حمایتی بنا دیا۔ یہ

ہوائیں، افعی، اژدہے، جلا ڈالنے والی آگ، دل کو منجمد کر دینے والے

ناگ، تباہ کن سیلاب اور برقی کانٹے (دوشاخے) کی مانند ہلاکت آفریں ...

جلجامش بہت خوش ہوا۔

دونوں مندر سے نکلے اور جلجامش نے گلا پھاڑ پھاڑ کر دائیں بائیں احکام

دینا شروع کر دیے۔ حمبابا پر حملہ کرنے کی سکیمیں بنائیں۔ اور یہ حمبابا ارنینا

دیوی کے محل کا بھی محافظ تھا ــــ کارخانوں کی طرف دونوں گئے۔ جلجامش نے

دوست سے کہا ــــ

"میں اسلحہ سازوں کو حکم دوں گا، وہ ہماری نگرانی میں ہمارے لئے ہتھیار بنائیں گے۔"

اور اس نے شہر کے بہترین صناعوں کو حکم دیا۔ کہ وہ برانز کے لاجواب ہتھیار

بنائیں۔ اسلحہ ساز اور کاریگر سر جوڑ کر بیٹھے۔ مشورے کرنے کے بعد وہ ...

درختوں کے جھنڈوں میں گئے۔ وہاں سے انہوں نے بید اور باغوں کے

کناروں پر کی ایک قسم کی لکڑی کاٹی ــــ کاریگروں نے ان نبرد آزماؤں

کیلئے ۹۴ سیر وزنی جنگی کلہاڑے اور ۵۵½ سیر وزنی پھل کی تلواریں ...

ضـ ارنینا ــــ عشتار کا ہی ایک روپ۔

ڈھالیں۔ اور ان تلواروں کے دستے کوئی تیرہ تیرہ سیر بھاری تھے۔ جو کلہاڑا جلجامش کیلئے بنایا گیا تھا اس کا نام تھا "دلیروں کی قوت"۔ جلجامش کے لئے انہوں نے انشان[۶۱] کی کمان تیار کی۔ دونو مسلح ہو گئے۔ ان کے اسلحہ کا کل وزن چھ من چھبیس سیر تھا۔ شہری جلجامش کے اس جان لیوا سفر سے سہمے جا رہے تھے۔ انہیں امید نہ تھی کہ اپنے ہیرو کو دوبارہ دیکھ سکیں گے، اب وہ اس کی پناہ سے بھی محروم رہ جائینگے۔ لوگ گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہو گئے اور بہت سے تو سات کنڈیوں والے دروازہ سے گزر کر یرک کے چوک بازار میں آ گئے — آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ جلجامش نے ان سے خطاب کیا۔

"میں جلجامش — اس ہستی کو دیکھنے جاتا ہوں جس کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہی جاتی ہیں۔ جس کے نام کے تذکروں سے دنیا معمور ہو رہی ہے۔ میں صنوبر کے جنگل میں جا کر اسے زیر کروں گا اور یرک کے بیٹوں کی طاقت دکھا دوں گا۔ ساری دنیا یہ کارنامہ جان لے گی۔ میں نے اس مہم کا، پہاڑ پر چڑھنے، صنوبر کاٹنے اور

---

[۶۱] انشان :- جنوب مغربی ایران میں عیلام کے ایک صوبے کا نام انشان تھا۔ خیال ہے۔ کہ یہاں سے کمان بنانے کی لکڑی آتی تھی ؛

اپنے پیچھے امٹ نام چھوڑ جانے کا ارادہ کر لیا ہے"

یرک کے مشیروں[۶۲] نے اسے سمجھایا :-

"جلجامش تو نو عمر ہے۔ تیرے حوصلے ضرورت سے زیادہ بڑھ رہے ہیں۔ جس مہم کی تجویز تیرے ذہن میں ہے۔ اس کے متعلق تجھے کچھ پتہ ہی نہیں۔ کہ اس کا مطلب اور نتیجہ کیا ہے۔ ہم نے سنا ہے۔ کہ حمبابا انسانوں کی طرح فانی نہیں ہے۔ اس کے ہتھیاروں کے سامنے کوئی نہیں ٹھیر سکتا۔ جنگل کی ہر سمت تیس ہزار میل ہے کون ہے جو خوشی سے اس کی گہرائیاں ماپنے جائے؟ حمبابا سے لڑنا برابری کا مقابلہ نہیں ہوتا۔ صنوبر کی سرزمین سے یرک تک کا سفر بیس ہزار گھنٹے کا ہے۔ دنیا کے شمالی مغربی کونے کی طرف سات پہاڑوں کے سفر میں لاتعداد خطرات مضمر ہیں"۔

مشیروں کی یہ باتیں سن کر جلجامش نے اپنے دوست کی طرف دیکھا اور قہقہہ مار کر ہنسا۔

"میں انہیں کیا جواب دوں؟ کیا یہ کہ میں حمبابا سے ڈرتا ہوں اور

ص ۶۲ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گو جلجامش مطلق العنان بادشاہ تھا تاہم اس کی ایک مجلس شوریٰ بنائی ہوئی تھی۔ اس قسم کا سیاسی نظام قدیم عراق میں عام تھا۔

اپنی زندگی کے باقی دن گھر پر بیٹھ رہوں گا۔"

جلجامش نے ان کی ایک نہ سُنی اپنے ارادہ پر ڈٹا رہا۔ سب کے جواب میں یہی کہتا کہ شمش نے بذاتِ خود حکم دیا ہے۔ یہ کارنامہ ضرور انجام دوں گا۔ جلجامش نے اپنا منہ کھولا اور ایابنی سے کہا:—

"میرے دوست!— آ، ہم بڑے محل کو چلیں — ای گلماہ[۶۳] میں— اور ملکہ ننسن کے سامنے کھڑے ہوں۔ ننسن عقلمند ہے اور اس کا علم بڑا وسیع ہے۔ وہ ہمیں اس سڑک کے بارے میں بتائے گی جس پر ہمیں جانا ہی ہے۔"

وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ای-گلماہ کی طرف چلے۔ جلجامش محل میں داخل ہو کر ننسن کے سامنے گیا —

"ننسن کیا تو میری بات سُنے گی۔ مجھے سفرِ دراز درپیش ہے، حمبابا کی سرزمین کا سفر۔ مجھے نامعلوم سڑک کو جانا ہے۔ اور عجیب لڑائی لڑنی ہے۔ میری روانگی کے دن سے لیکر واپسی تک — صنوبر کے جنگل پہنچ کر باطل کو ختم کرنے تک — جس سے شمش نفرت کرتا ہے— شمش کی خدمت میں میرے لئے دعا کرنا۔"

---

[۶۳] ای-گلماہ:— جلجامش کی ماں ننسن کے عظیم الشان محل کا نام تھا۔

ن سن بہت روئی پیٹی۔ بیٹا موت کے منہ میں جا رہا تھا جب یقین ہو گیا۔ کہ وہ کسی طرح بھی نہ ملنے گا۔ تو اپنے کمرے میں گئی۔ بہترین کپڑے پہنے، چھاتیوں کو پُرکشش اور خوبصورت بنانے کے لئے ہیرے، جواہرات زیبِ تن کئے۔ سر پر مرصع مکٹ سجایا۔ اس کا لہنگا فرش سے چھو رہا تھا۔ ہاتھ میں جلتی خوشبوؤں کا برتن لئے محل کی چھت پر چڑھ کر وہ شمش کی قربان گاہ پر آئی — خوشبوؤں کا دھواں اوپر اٹھ رہا تھا۔ بازو شمش (سورج) کی طرف اٹھائے اور بولی۔

"اے شمش،

تو نے میرے بیٹے کو کیوں یہ بے چین دل دیا؟

تو انصاف کا دیوتا ہے،

پھر تو نے کیوں مجھے یہ بیٹا جننے کو کہا؟

کیوں اسے وحشی بنایا؟

تو نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور وہ سیدھا بھاگتا ہے،

جمبابا کی سرزمین کی طرف جاتے ہوئے طویل راستوں پر

اس نے ٹھان لی ہے۔

طویل اور خطرناک راستوں پر دنوں تک چلنے کی،

صرف جمبابا سے لڑنے،

نئی جنگیں لڑنے کو جن سے وہ ابتک ناآشنا ہے۔

وہ مہم میں قدم دھر چکا ہے،
جس کا انجام اسے خود معلوم نہیں،
وہ اس سڑک پر چل پڑا ہے،
جس سے وہ ناواقف ہے۔
جبتک وہ پہنچے،
جب تک وہ لوٹے،
جبتک وہ صنوبر کے جنگل میں داخل ہو،
جب تک وہ خوفناک حمبابا کو قتل کرے،
اور باطل کو بالکل مٹائے۔
جس سے اے شمش!
تو نفرت کرتا ہے،
اس کی واپسی کے دن تک[۶۴]!
اسے بھولنا مت،
تیری پیاری دلہن — صبح صادق — آئے[۶۵]،

---

[۶۴] جلجامش
[۶۵] شمش کی بیوی کا نام "آء" بھی پڑھا گیا ہے۔

ہمیشہ تجھے جلجامش کی یاد دلاتی رہے۔

اور جب دن چھپ جائے تو اُسے[66]

رات کے چوکیدار[67] کے حوالے کردے۔ کہ اسے ضرر سے بچا رکھے"

سورج نے جب ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو اسے رحم آ گیا۔ اور جلجامش کی حفاظت کا وعدہ کر لیا۔ پھر نن سن مندر کی چھت سے نیچے آئی۔ اور ایابنی کے بدن پر مقدس امتیازی نشان سجایا۔ کہنے لگی۔

"شاہ زور ایابنی — تو میرے جسم کا بچہ تو نہیں، پر میں تجھے گود لیا بیٹا سمجھتی ہوں۔ تو میرا دوسرا بیٹا ہے۔ اس بچے کی طرح جس کے ماں باپ کا پتہ نہ ہو اور جو کہیں پڑا ہو۔ اور لوگ اُٹھا کر مندر لے آئیں۔ جلجامش کی راہنمائی کرتا بے خوف و خطر پہاڑ کو جا۔ جلجامش کی اس طرح چاکری کرنا، جیسے بے نام و نشان بچہ مندر اور پجارن کی خدمت بجا لاتا ہے، جو اس کے پیچھے ہوتی ہے۔

یہ اعلان میں اپنی پجارنوں اور داسیوں کے سامنے کرتی ہوں"

اس اعلان کے بعد نن سن نے بطور ضامن یا حلف کے تعویذ اپنے گلے میں لپیٹا۔ اور ایک بار پھر ایابنی سے مخاطب ہوئی:—

ص۶۶ جلجامش۔ ص۶۷ چاند کو رات کا چوکیدار کہا گیا۔

"میں اپنے بیٹے کو تیری امانت میں دے رہی ہوں، اسے میرے
پاس بحفاظتِ تمام لے آنا۔"

کاری گران کے ہتھیار تیار کر کے لے آئے۔ طلائی میانوں میں تلواریں تھیں۔ دونو دوستوں نے غیر معمولی لمبی لمبی تلواریں، کمان اور ترکش ہاتھوں میں لئے۔ جلجامش نے کلہاڑا اُٹھایا، ترکش اور انشان کی کمان کاندھے پر آویزاں کی۔ پٹکے سے تلوار باندھی ___ اور وہ مسلح ہو کر سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ شہری اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے۔

"تم شہر کب لوٹو گے؟"

اور مشیروں نے برکت دے کر جلجامش کو آگاہ کیا۔

"اپنے کس بل پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ مت کرنا، احتیاط سے کام لینا۔ شروع میں اپنے وار (ضربیں) حد میں رکھنا۔ آگے جانے والا ساتھی کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ راستہ جاننے والا صحیح راہبر ___ اپنے دوست کی نگہداشت کرتا ہے۔ ایانی راہ نما ہے ___ وہ جنگل کو جانے والی سڑک جانتا ہے حمبابا کو دیکھ چکا ہے۔ لڑائیوں میں تجربہ کار ہے، پہلے وہی درّوں[۶۸] میں سے گزرے ___ وہ نگہبان (بھی) ہو اور خود کو بھی

ص ۶۸ ایانی ۔

دیکھے — ایانبی اپنے دوست کا محافظ ہو — اپنے ساتھی کا رکھوالا ہو۔ اور اسے سڑک کے گڑھوں سے بحفاظت لے آئے — ہم یرک کے مشیر — اپنے بادشاہ کو تیرے سپرد کرتے ہیں — اور ایانبی — اسے صحیح سلامت واپس لانا —"

اور پھر انہوں نے جلجامش کو دعائیں دیں :-

"شمش تیرے دل کی مراد بر لائے — جو باتیں تو نے اپنے ہونٹوں سے کہی ہیں۔ شمش انہیں تجھے آنکھوں سے پورا ہوتا دکھلائے — وہ تیرے لئے راستہ کھول دے۔ جہاں سے یہ بند ہے۔ اور سڑک کو تیرے چلنے کے لئے (صاف کر دے) وہ پہاڑوں کو تیرے واسطے قابلِ گزر بنا دے، اور رات کا وقت تیرے لئے رات کی برکتیں لے کر آئے — اور لوگل بندا — تیرا محافظ دیوتا — تجھے فتح دلائے۔ تو لڑائی میں اس طرح کامرانی حاصل کرے، جیسے تو بچے سے لڑا ہو — اپنے پاؤں حمبابا کے دریا میں دھوئے، جس کی خاطر تو سفر کر رہا ہے۔ شام کو ایک کنواں کھودے، اور تیری مشک میں سدا شفاف اور پاک پانی رہے — شمش کو ٹھنڈا پانی پیش کر، اور لوگل بندا کو بھی فراموش نہ کر۔"

ایا نبی نے اپنا منہ کھولا اور بولا ــــ

" بڑھ آگے ــــ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ــــ میرے پیچھے پیچھے آ، کیوں کہ میں حمبابا کا مسکن جانتا ہوں ــــ اور وہ راستے بھی جن پر وہ چلتا ہے ــــ مشیروں کو واپس جانے دے۔ خوف کی کوئی وجہ نہیں ــــ "

مشیروں نے جلجامش کو اس کے طویل سفر پر دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔

" جلجامش جا، تیرا سرپرست دیوتا شمش تیری رکھوالی کرے اور تجھے ارک کے گھاٹ پر واپس لائے ــ "

اور وہ کوچ کر گئے۔ جلد ہی انہوں نے فرات کی ڈیلٹائی معتدل جنگلات اور ان جنگلوں میں بسنے والے سانڈوں اور حواصل (پرندوں) کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اتنی جلدی میں تھے۔ کہ روانگی کے ساتھ میل بعد انہوں نے کھانا کھایا۔ اور مزید نوّے میل طے کر کے رات بسر کی۔ اس طرح ایک دن میں وہ ڈیڑھ سو میل چلے ــ اور صرف تین دنوں میں، ایک مہینے پندرہ دنوں کا سفر مکمل کر لیا ــ پھر وہ آخری زرعی زمینوں سے بھی گزر گئے۔ صحرا میں گھس کر وہ ہفتوں اس سرزمین پر چلتے رہے۔ جو کسی سمندر کی طرح وسیع و عریض تھی۔ ان کا رخ ہمیشہ شمال مغرب کو رہتا تھا۔ مشرقی آسمان کے نیچے بے برگ و گیاہ زرد زرد پہاڑیاں تھیں، کوئی جاندار انہیں

نظر نہ آتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی تیزی سے گزر جانے والے بازوں اور عقابوں پر ضرور نگاہ پڑ جاتی ...... گاہے گاہے ان کے عقبی ریگستان سے تیز طرار، گھپ اندھیری آندھی لپکتی اور کوہ اماٹس سے آ ٹکراتی۔ نہ کوئی پناہ اور نہ ٹھکانا۔ رات ہوتی تو بدن کے کپڑوں ہی میں کسی نہ کسی طرح لپٹ لپٹا کر پڑ رہتے۔ بارش ہو یا ریت کا طوفان، کاٹ کھانے والی سردی ہو یا جھلسا دینے والی تپش، ہر چیز سے بچاؤ کا بس یہی اثاثہ ...... اور یہی پہنا ہوا لباس ان کے پاس تھا۔ جدھر دیکھتے پیلا پیلا ریگستان پھیلتا ہوا چلا گیا تھا۔ کسی کسی وقت اس بے پناہ صحرا کے سر سے چھوٹے بڑے بادل تیر جاتے اور ان کی چھاؤں سے ایسا لگتا جیسے بڑے بڑے ستونوں نے آسمان کو تھام رکھا ہو۔

آخر وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں لال لال، اودے اودے پھول کھلے تھے۔ طبیعت میں کچھ طراوت آئی۔ ان کے ٹخنے پھولوں سے رنگین ہو ہوجاتے۔ وقفے وقفے سے جب وہ پیروں سے یہ رنگ چھڑانے بیٹھتے تو ان من بھاتے رنگوں کو دیکھ کر وہ خوب ہی حظ اٹھاتے سورج چھپتا تو مڑ مڑ کر جنوب کو دیکھنے لگتے۔ جہاں وہ وطن عزیز کو دور، بہت ہی دور چھوڑ آئے تھے۔ زرد ریگستان رفتہ رفتہ ہلکے اودے اور سرخی مائل سے ارغوانی رنگ میں بدلتا نظر آتا۔ اور وہ

اس تبدیلی پر حیران ہو ہو جاتے، کبھی وہ ان صنوبروں کی باتیں کرنے لگتے۔ جنہیں کاٹ کاٹ کر وہ فرات میں بہا دینے والے تھے، تاکہ یہ درخت بہہ کر یرک پہنچ جائیں۔ اور پھر وہ انہیں عمارتوں میں استعمال کریں۔ جلجامش اکیلا ہوتا تو (شاید) حمبابا کا مقابلہ کرنے سے ہچکچاتا، مگر اس کا جاں نثار دوست ایانبی ساتھ تھا۔ اس لئے نہ اسے حمبابا کا ڈر تھا، اور نہ موت کا اندیشہ۔ جو دن بھی گزرتا ان کا عزم اور ارادہ پختہ ہی ہوتا جاتا۔ ٹھان رکھی تھی کہ کچھ ہو جائے حمبابا کا خاتمہ کیئے بنا لوٹنے کے نہیں۔

راہ میں مختلف کارنامے دکھاتے دونوں بڑھتے ہی گئے۔ سات پہاڑ عبور کئے تب کہیں جاکر انہیں صنوبر کے جنگل کا پھاٹک نظر آیا۔ کتنا عظیم الشان پھاٹک تھا۔ دونوں منہ کھولے دیدے پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کی اونچائی ایک سو آٹھ فٹ اور چوڑائی چھتیس فٹ تھی۔ چولیں اور کنڈے قبضے سب انتہائی مضبوط تھے۔ کاریگروں نے اسے انلل دیوتا کے متبرک شہر نیپور میں بنایا تھا۔ ابھی تک صنوبر کے وہ اونچے اونچے درخت تو نظر نہیں آئے تھے۔ مگر اس دروازے کی لکڑی صنوبر کی ہی تھی۔

ایانبی نے کہا:—

"جلجامش ـــ وہ ڈینگیں یاد کر جو تو نے یرک میں ماری تھیں۔
بڑھا چل! بول دھاوا ـــ اے یرک کے بیٹے ـــ ڈر کاہے کا۔"

یہ باتیں سُن کر جلجامش کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور کہنے لگا۔

"پھرتی کر، قریب جا۔ اگر نگران موجود ہو تو اسے جنگل میں مت جانے دینا۔ ورنہ وہ غائب ہو کر بچ جائے گا۔ اس نے ایک زرہ بکتر پہن رکھی ہے۔ لیکن ابھی (باقی ماندہ) چھ نہیں پہنیں۔ آ، اور اسے ہم قابو کر لیں، اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح مسلح ہو جائے۔"

اور پھر جلجامش سانڈ کی طرح زمین پر پھنکارنے لگا۔ صنوبر کے
صہ ۶۹ یعنی حمبابا جنگلوں کا وہ نگران (صہ ۶۹) اس اچانک صورت حال سے خائف ہو کر مڑ گیا
جلجامش نے اسے مقابلے کی دعوت دی۔ للکارا، چیخا چلایا، مگر حمبابا کسی قوی سانڈ کی طرح جنگل میں جا گھسا اور صنوبر کی لکڑی سے بنے ہوئے اپنے گھر کی طرف چلا گیا ـــ ایابنی پھاٹک پر آیا، اتنا پیارا تھا یہ پھاٹک کہ ایابنی کا جی نہ چاہا کہ اسے کلہاڑے کی ضربوں سے توڑے۔ چناں چہ پورا زور کر کے ایابنی نے اسے دھکا دے کر کھول ڈالا۔ اور فوراً جلجامش سے کہا:

"جلدی کر، ہم اسے اچانک جا لینگے۔ جب کبھی وہ دورہ

کرتا ہے۔ اپنے آپ کو زرہ بکتر کی سات تہوں میں ڈھانپ لیتا ہے۔ لیکن اب وہ صرف ایک واسکٹ پہنے بیٹھا ہے، اس کے بھاگ جانے سے قبل ہم اسے پکڑ تو سکتے ہیں۔"

ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی۔ کہ وہ بھاری دروازہ اچانک زور سے بند ہوگیا۔ اور ایابنی کا ہاتھ کچلا گیا۔۔ اصل میں اس بڑے دروازے پر ہمبابا نے منتر پھونک رکھا تھا۔ بارہ دن تک ایابنی اس تکلیف میں تڑپتا رہا۔۔ "خوف کا ایک بیج اس کے دل میں بویا گیا" اور اس سارے عرصہ میں وہ جلجامش کو اس خطرناک مہم سے باز آنے کی التماس کرتا رہا۔

"جنگل کے اندر مت جائیو۔ دروازہ کھولتے وقت میرے ہاتھوں کی سکت جاتی رہی۔"

جلجامش نے اس کی ایک نہ سُنی۔ الٹا اس کی ہمت بندھانے لگا۔

"کیا ہم ایسے ہی کمزور اور بزدل ہیں۔ کہ پہلی چوٹ ہی کھا کر بھاگ نکلیں؟ کیا اب ہم ہار مان کر راہِ فرار اختیار کریں؟ تیرا زخم بھر جائیگا۔ اگر ہمبابا ہمیں اپنے گھر میں نہ ملا تو ہم بن میں اس کے منتظر رہیں گے۔ اچھے دوست۔۔ بزدلوں کی سی باتیں کیوں کرتا ہے۔ ہم جو اتنے خطروں سے کھیلتے، اسعد ر

سفر طے کر کے آئے ہیں تو کیا اسلئے کہ آخری لمحوں پر پیٹھ دکھا جائیں۔؟ تو جو اتنی بہت سی لڑائیاں اور جنگیں دیکھ چکا ہے، میرے نزدیک ہو جا۔ اس طرح تجھے موت کا ڈر نہیں رہے گا۔ میرے پہلو میں آ جا، تیری کمزوری دور ہو جائے گی۔ ہاتھ کی کپکپاہٹ ختم ہو جائے گی۔ کیا میرا جلیس تجھ سے پیچھے رہے گا؟ نہیں ہم تو شانہ بشانہ جنگل میں دراتے چلے جائیں گے۔ آنے والی لڑائی کے لئے حوصلہ پیدا کر۔ موت کو بھول جا اور میرے ساتھ چلا آ۔ ہم جب اکٹھے قدم بڑھائینگے تو ہر ایک اپنا بھی بچاؤ کرے گا۔ اور ساتھی کا بھی۔ اور اگر وہ[ف ۱] مر بھی گئے۔ تو اپنا نام ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں گے۔"

کچھار تک ہیں سے وہ ساتھ ساتھ گزرے اور پھر انہیں صنو... کا سرسبز اور تر و تازہ پہاڑ نظر آیا۔ اسی پہاڑ کے خوبصورت گھرے درخت انلل[ف ۲] نے حمبابا کی نگرانی میں دئیے تھے۔ وہ اسے

ف ۱:۔ جلجامش کا اشارہ یہاں اپنی ذات اور ایابنی ہی سے ہے۔

ف ۲:۔ انلل دیوتا:۔ یہ سومیریوں کے مقبول ترین دیوتاؤں میں سے تھا۔ اسے "دنیائے زیریں کا خدا"، "کُہر کا بادشاہ" "طوفان کا بادشاہ" اور عظیم...

(باقی بر صفحہ ۱۱۷)

...ں ساکت ہو گئے، ٹانگیں گویا چلنا بھول گئیں اور قوتِ گویائی جیسے جاتی رہی۔
...ں بُت بنے وہ پہاڑ کو تک رہے تھے اتنا شاندار اور موہ لینے والا پہاڑ
...ہوں نے کہاں دیکھا تھا۔۔ یہیں دیوتا رہتے تھے اور یہیں عشتار کا تخت
...ا۔۔ صنوبروں کی رفعتوں کا جائزہ لیا۔ مندر دیکھا، اور وہ راستہ بھی جسپر
...مبابا چلا پھرا کرتا تھا۔ خاصی بھلی فراخ راہ تھی۔۔ پہاڑ کے سامنے ایک
...ت ہی بڑا درخت جھوم رہا تھا۔ سایہ انتہائی فرحت بخش اور گھنا تھا۔
...اڑ اور راستہ ہری بھری جھاڑیوں سے پٹا پڑا تھا۔ ان درختوں کے
...نشیں سائے میں پہنچکر دونوں خوب ہی محظوظ ہوئے۔ جلجامش نے
...رج کے چھپنے سے پہلے ہی وہاں ایک گڑھا کھودا۔ پھر وہ پہاڑ پر
...ھا اور چڑھاوے کے طور پر اچھا کھانا وہاں سے نیچے زمین پر

...شیہ صفحہ ۱۱۶) جیسے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسکی بیوی ننلل ملکہ کوہسار کہلاتی
تھی۔ طوفان سے متعلق تمام دیوتاؤں کی پوجا کا مرکز ہمیشہ کسی پہاڑی مقام پر ہوتا
تھا۔ چوں کہ عراق میں ایسا کوئی شہر نہیں تھا جو پہاڑ پر آباد ہو، چنانچہ یقینی ہے
کہ انلل کسی ایسی قوم کا دیوتا تھا جو پہاڑوں پر بستی تھی اور جب وہ ہجرت کرکے
عراق آئی تو اپنے دیوتا (انلل) کو بھی ساتھ لائی۔ لفظ 'لل' کے معنی "شیطان"
ہیں۔ چنانچہ انلل کے معنی ہوئے "شیطانِ عظیم" اس سے اس دیوتا کی اولین
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

ڈالا اور کہنے لگا۔

"اے پہاڑ ۔۔۔ ناؤں کے سکن ۔۔ ایک مبارک خواب دکھانا"

رات ہو گئی تھی۔ اور وہ تھکے ماندے ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے سو رہے تھے۔ اور "رات سے پہلے والی نیند نے ان پر غلبہ پا لیا" جلجامش نے خواب دیکھا ۔ آدھی رات کو اسکی نیند اچاٹ ہوگئی۔ ایانبی کو اٹھایا۔

"اگر تو نے مجھے نہیں جگایا ایانبی، تو کیا چیز مجھے بیدار کر گئی؟ ۔۔ میرے دوست مجھے خواب دکھائی دیا۔ ہم پہاڑ کی ایک گہری کھڈ میں کھڑے تھے۔ اچانک پہاڑ گر گیا۔ اور ہم اسکے مقابلے میں دلدل کی سب سے چھوٹی مکھیوں کی طرح لگ رہے تھے۔

ح (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷) خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ طوفان کا دیوتا تھا۔ بعض جگہ ا
جنگ کے دیوتا کی حیثیت سے بھی پیش کیا گیا ہے۔ بعض اسے خالق بھی
تھے۔ تمام مخلوق کی قسمتوں کے نوشتے انلل کے پاس ہی رہتے تھے۔ اور
کی تقدیریں، زندگی اور موت اس کی مٹھی میں تھی۔ انلل کی پوجا کا سب
بڑا مرکز نیپور تھا۔ جہاں اسکا مندر "ای۔کور" کہلاتا تھا۔ "ای" کے معنی ہیں گھ
اور "کور" کا مطلب ہے پہاڑ۔

دوسرے خواب میں پہاڑ گرا ہوا نظر آیا۔ وہ مجھ پر آ گرا تھا۔
اس کے بعد ایسی خیرہ کن روشنی ابھری، کہ ناقابلِ برداشت تھی
اور اس میں وہ[۲] تھا جو خوبصورتی اور چھب میں اس دنیا سے بھی
بڑھ کر تھا۔ اس نے مجھے پہاڑ کے نیچے سے نکالا۔ پانی پلایا۔
میرے دل کو قرار آیا۔ اور مجھے میرے پاؤں پر کھڑا کیا۔"

۲؎ شمش دیوتا

"میدانوں کے بیٹے ایابنی" نے کہا :—

"چل پہاڑ سے نیچے چلیں اور اس موضوع پر بات کریں۔"

اور پھر اس نے "نوجوان دیوتا" جلجامش کو خواب کی تعبیر بتائی :—

"خواب تو تیرا بہت اچھا ہے۔ جو پہاڑ تو نے دیکھا وہ حمبابا
ہے۔ اگر وہ ہم پر گرا بھی تب بھی ہم اسے بلا شک شبہ زیر کر کے
مار ڈالیں گے۔ اور اس کا بدن اسی طرح نیچے پھینکیں گے،
جیسے (خواب میں) میدان پر پہاڑ گرا تھا — یقین ہے کہ
ہم اس سے بچ جائینگے اور فتح پائیں گے۔"

اگلے دن انہوں نے پھر ساٹھ میل چل کر کھانا کھایا۔ اس روز وہ نوے میل تک مارچ کر گئے۔ اب وہ جادو کے سات درختوں کے جھنڈ کے قریب آ پہنچے تھے — قریب ہی حمبابا رہتا تھا۔ اچانک ایابنی سہم گیا۔ جلجامش اسی وقت حمبابا سے دو دو ہاتھ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ایابنی نے اس سے

التجا کی۔ کہ رات ہونے کو ہے۔ اس لئے اندھیرے میں دیو سے لڑنا ٹھیک نہ ہوگا۔ صبح کا انتظار کر لیا جائے۔ مگر جلجامش کسی طرح نہ مانا۔ حمبابا کو مقابلے کیلئے للکارا، کوئی جواب نہ آیا۔ حمبابا سُن لینے کے باوجود چپ ہی رہا۔ ہر طرف خامشی تھی۔ دونو دھڑکتے دلوں سے درختوں میں سرسراتی ہوا کو سُن رہے تھے۔ اور کوئی آواز نہ تھی۔ ایابنی نے دیوتاؤں کو قربانی چڑھانے کیلئے کہا۔ دونوں نے ایک گڑھا کھودا اور چڑھاوے کے طور پر اس میں وہ بیج بو دئے جو وہ ساتھ لیکر آئے تھے۔ پھر شمش کی پوجا کی۔ جلجامش پہاڑ پر جا چڑھا۔

"اے پہاڑ — دیوتاؤں کے مسکن — ایابنی کو ایک اچھا خواب دکھا —"

"پہاڑ نے ایابنی کے لئے ایک خواب تیار کیا" جلجامش اپنے گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھا رہا۔ حتیٰ کہ نیند جو "تمام انسانوں پر بہتی ہے" اس پر غالب آگئی — ایابنی کا خواب بہت منحوس اور ڈراؤنا تھا۔ وہ خوف سے اس طرح سکڑ گیا۔ جیسے "بارش کے طوفان میں کوہستانی بجو" ایابنی کی آنکھ کھلی، آدھی رات ہو گئی تھی۔ اور جلجامش اس پر جھکا ہوا تھا۔ ایابنی نے لب کھولے۔

"کیا تو نے مجھے بلایا —؟ نہیں تو میں کیوں اٹھا؟ تو نے

مجھے ہاتھ لگایا تھا ـــ؟ میں کیوں ڈر گیا ہوں؟ ـــ کوئی دیوتا تو ادھر سے نہیں گزرا؟ کیونکہ میرے اعضاء ڈر کے مارے سُن ہو گئے ہیں ـــ یا خواب کی شدت سے اُٹھ گیا ہوں ـــ

میرے ہمدم میں نے تیسرا خواب دیکھا۔ اور یہ سارا ہی ڈراؤنا تھا۔ آسمان کے بادلوں کی گرج سے زمین رہ رہ کر گونج اٹھتی تھی۔ آسمان کی گڑگڑاہٹ سے دھرتی کانپ رہی تھی۔ شفقت والا دن اپنے ساتھ ہر طرف تاریکیاں پھیلاتا آیا۔ دن کا اُجالا جاتا رہا۔ ہر سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ بجلیاں چمکیں۔ آگ بھڑک گئی۔ آسمان سے آسمان تک وبا نے اپنا منہ کھول دیا۔ بادل اوپر نیچے کو ہو گئے۔ اور ان سے موت برسنے لگی۔ ہاں ـــ موت کا پیٹ ضرورت سے زیادہ بھر گیا ـ آسمان کی چمک اندھیاروں میں ڈوب گئی۔ بجلیاں سو گئیں۔ آگ بجھ چکی تھی۔ روشنی ختم تھی۔ زمین کو کچلنے والے ڈھیر، پگھلے ہوئے ڈھیر راکھ بن گئے۔ ہم پر جو کچھ گرا تھا سب راکھ ہو گیا ـــ [۲۳]

---

[۲۳] سومیریوں نے یہاں اصل میں آتش فشانی کی منظر کشی کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آتش فشاں اور اسکی تباہ کاریوں سے آگاہ تھے۔

آ۔ پہاڑ کے نیچے چلیں، اور اس کے متعلق بات چیت کر کے
سوچیں کہ کیا کرنا چاہیئے؟"

پہاڑ سے وہ نیچے اُترے۔ ایابنی کے نزدیک خواب کی تعبیر بہت اچھی تھی اور حمبابا کی موت لازمی امر تھا۔ جلجامش کلہاڑا لیکر ایک گھنیرے صنوبر پر پل پڑا اور اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ درخت زور کی آواز پیدا کرتا ہوا زمین پر گرا۔ حمبابا نے دور سے کلہاڑے کی ضربوں کی آواز سُنی۔ اس نے زور زور سے سانس لینے شروع کر دئے۔ اس کے ان طوفانی سانسوں کے آگے پہاڑوں کے بلند و بالا صنوبر جُھک جُھک گئے۔ وہ غضبناک ہو کر دور سے ہی دھاڑا

"کون ہے جس نے میری لکڑیوں کو توڑا ہے۔ میرے
صنوبر کو کاٹا ہے؟"

شمش دیوتا نے آسمان سے پُکار کر اپنے دونوں پیاروں سے کہا۔

"بڑھ جاؤ آگے۔ ڈرو مت۔"

لیکن اچانک جلجامش پر کمزوری چھا گئی۔ غیر متوقع طور پر گہری نیند نے اسے آلیا اور وہ بنا کچھ کہے ہاتھ پاؤں پھیلائے زمین پر بکھر گیا، جیسے خواب میں جا کھویا ہو۔ ایابنی نے اسے چھوا، پر وہ ہلا تک نہیں۔ ایابنی نے اس سے بات کی۔ اس نے زبان تک نہ ہلائی۔ ایابنی بولتا رہا،

"جلجامش ـــ کلتب کے میدان کے آقا ـــ دنیا اندھیری ہوئی جاتی ہے
اس (دنیا) پر سلئے چھا گئے ہیں۔ شام کا اندھیرا ہو گیا۔ شمش چلا گیا۔
اس کا درخشاں سر اس کی ماں ننجل[۴۳] کی چھاتی میں سما گیا ـــ اور
جلجامش۔ کب تک تو اسطرح منوارہے گا؟ جس ماں نے تجھے جنا ہے اسے کبھی بھی
شہر کے چوک میں اپنا ماتم کرنے پر مجبور نہ ہو جانے دینا ـــ"

کہاں تک نہ سنتا آخر جلجامش ایا ئبی کی آواز سن کر جاگ ہی گیا۔ اس نے چھاتی پر دھات کا
سینہ بند باندھا۔ تاکہ چھاتی پر کوئی تیر وغیرہ ....
اثر نہ کرے ـــ جلجامش کا یہ سینہ بند" سورماؤں کی آواز" کہلاتا تھا۔ اس کا
وزن تیس[۳۰] "شیکل" تھا۔ مگر اتنا بھاری ہونے کے باوجود اس نے اسے
یوں پہن لیا جیسے کوئی سبک سی پوشاک ہو۔ اس سینہ بند یا زرہ بکتر میں
وہ سارا چھپ گیا۔ جلجامش زمین پر پھنکاریں مارتے سانڈ کی طرح پاؤں
پھیلا پھیلا کر چلنے لگا۔ وہ دانت کٹکٹا کر کہنے لگا:-

"قسم ہے میری ماں ننسن کی زندگی کی، جسنے مجھے پیدا کیا۔ قسم
ہے میرے آفاقی باپ لوگل بندا کی، اس آدمی سے ـــ اگر یہ آدمی
ہے ـــ اس دیوتا سے[۴۵] ـــ اگر یہ دیوتا ہے ـــ جب تک ہم نہ لڑیں
اس وقت تک اس راستہ سے شہر واپس نہ جاؤں گا۔ جس پہ چل کر

---

[۴۳] ننجل:- چاند دیوتا کی بیوی اور سورج دیوتا شمش کی ماں کا نام۔

[۴۵] آدمی اور دیوتا یہاں حمبابا کو کہا گیا ہے۔

میں "ملکِ زیست" آیا ہوں —"

اور پھر اس کا ساتھی ایابنی بولا۔

"میرے آقا — تو اس عفریت سے آگاہ نہیں ہے، اسی لئے تو اس سے ڈرتا بھی نہیں - میں اسے جانتا ہوں، اس سے ڈرتا ہوں اس کے دانت اژدہے کے زہر ریز دانتوں کی طرح ہیں - اس کی صورت شکل شیر ببر کی سی ہے - اس کا حملہ ایسا ہے جیسے سیلاب ٹوٹ پڑے۔ وہ اپنی نظروں سے کسی کو بھی یوں ہلاک کر دیتا ہے جیسے جنگل کا کوئی درخت گر جائے۔ دلدل کا کوئی نرسل ٹوٹ جائے اے میرے آقا تیری مرضی ہے تو اس سرزمین کے اندر چلا جا میں تو شہر جاؤں گا — خاتون کو، تیری ماں کو سارے کارنامے سناؤں گا۔ حتیٰ کہ وہ مارے خوشی کے چلا اُٹھیگی - اور پھر اس کے بعد میں تیری موت کا ذکر کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی —"

جلجامش نے جرأت مندانہ جواب دیا۔

"بلیدان اور قربانی ابھی میرے لئے نہیں۔ مُردوں کی کشتی نیچے نہیں جائے گی۔ نہ ہی ابھی میری تجہیز و تکفین کیلئے تین تہوں والا کپڑا کاٹا گیا ہے۔ نہ ابھی میری رعایا تباہ ہوگی۔

نہ میرے گھر میں چتا روشن ہو گی اور نہ ہی میرا گھر آگ میں جلایا
جائے گا۔[۷۶] آج تو میرا سہارا بن، تجھے میری مدد ملے گی۔ پھر ہم
دونوں سے ٹکر کون لے سکتا ہے؟[۷۷] گوشت پوست کے تمام جاندار
آخرکار "مغرب کی کشتی" میں بیٹھتے ہیں۔ جب یہ غرق ہوتی ہے
جب گلیلم[۷۸] کی کشتی غرق ہوتی ہے، وہ چلے جاتے ہیں۔ مگر
ہم تو آگے ہی بڑھتے جائیں گے۔ اور اس دیو پر اپنی آنکھیں
گاڑ دیں گے اگر تیرا دل ڈرتا ہے۔ تو خوف نکال پھینک۔ اگر
اسمیں دہشت ہے (دہشت دور کر دے۔ ہاتھ میں اپنا کلہاڑا
لے اور حملہ کر ـــ جو لڑائی کو ادھورا چھوڑ کر بیٹھ دکھاتا
ہے۔ اسے کبھی آرام نہیں نصیب ہوتا ـــ"

حمبابا اپنے مضبوط صنوبری گھر سے باہر نکلا۔ اس نے سر اِدھر اُدھر
ہلایا اور پھر جلجامش کو گویا دھمکاتے ہوئے سر جھٹکا۔ جلجامش پر اس نے

---

[۷۶] ان سب باتوں کا مطلب یہ ہے۔ کہ جلجامش کو ابھی نہیں مرنا۔

[۷۷] بعض سومیری روایات کی رو سے جلجامش اور ایانی کے ساتھ "شہر کے پچاس بیٹے" بھی تو تھے یعنی وہ پچاس سپاہی لیکر گئے تھے۔

[۷۸] اس لفظ کے معنی کا پتہ نہیں چل رہا۔ شاید "گلیلم" کا مفہوم ہو "مردوں کی کشتی"۔

اپنی آنکھ — "موت کی آنکھ" گاڑ دی۔ اس کی اکلوتی آنکھ پیشانی کے درمیان تھی۔ اس آنکھ میں یہ تاثیر تھی۔ کہ جس پر پڑتی اسے پتھر بنا سکتی تھی۔ حمبابا کے آنے سے ہلچل مچ گئی۔ درختوں کی شاخیں اس کی زد میں آ کر ٹوٹ رہی تھیں۔ وہ کسی طوفان کی طرح گرج رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کونین کی ساری ہوائیں شدت سے ایک ساتھ چل پڑی ہوں۔ جلجامش کے سامنے ایک انتہائی خوفناک چہرہ تھا۔ زرد زرد، ننگے تیز دانت خون آشام نظریں — وہ آگ اگلتا۔ جلجامش کی طرف بڑھا۔ ایانی نے ساتھی سے ایک بار پھر شکوہ کیا کہ اس کے ہاتھ کمزور اور بازو ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ مگر جلجامش نے اسکی ہمت بندھائی۔ اصل میں حمبابا تھا ہی تنا دہشتناک کہ دیکھنے والے پر فوراً ہی "پیلاہٹ اور ناتوانی قبضہ کر لیتی تھی" — اور خلافِ امید عین موقع پر جلجامش تقریباً مغلوب ہو ہی چکا تھا۔ کہ اس سورما نے شمش سے استمداد کی۔ ساتھ ساتھ اُس کے آنسو بہ رہے تھے؛

"اور رفیع الشان شمش۔ میں اس سڑک پر چل کر آیا، جس کا
تو نے حکم دیا۔ لیکن اب اگر تو نے میری اعانت نہ کی تو میں
کس طرح بچ سکتا ہوں —"

دیوتا نے اس کی دُعا سُن لی۔ اس نے عظیم ہواؤں، شمالی ہوا، چکر کھانے والی ہوا، آندھی، برفیلی، طوفانی اور جھلسا دینے والی ہواؤں کو حکم دیا

وہ اژدہے کی مانند آئیں اور خاکستر کر دینے والی آگ کی طرح ٹوٹ پڑیں۔ دل کو منجمد کر دینے والے ناگ کی طرح پھنکیں، تباہ کن سیلاب اور برقی دوشاخ کی طرح لہرائیں — وہ ہوائیں حمبابا پر — اسکی انکھوں پر ٹوٹ پڑیں۔ ان تیز و تند ہواؤں کے پے بہ پے حملوں سے وہ بے بس ہو کر رہ گیا — نہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے، کیسا مقابلہ اور کہاں کی لڑائی، اس نے میدان سے ہاتھ کھینچ لیا اور چلاّیا —

"یہ ہیں کون — ؟ لگتے تو آدمی ہیں۔ مگر لڑتے ہیں دیوتاؤں سے۔"

جلجامش دھاڑا :-

"میری ماں رن سن کی زندگی کی قسم — آفاقی باپ لوگل بندا کی سوگند — سرزمینِ زیست، ہیں، اِس ملک میں، میں نے تیری کمین گاہ ڈھونڈ نکالی۔ یہاں میں تیرے مقابلے میں اپنے کمزور ہاتھ اور چھوٹے چھوٹے ہتھیار لیکر آیا ہوں۔ اور اب میں تیرے صنوبری مکان میں داخل ہوں گا —"

حمبابا اندھا دھند اِدھر اُدھر ہاتھ چلانے لگا۔ اور بڑی مشکلوں سے نوک دم دبا کر اپنے گھر بھاگا۔ جلجامش نے صنوبر کے سات درخت کاٹے اور پہاڑ سے نیچے گِرا دئے۔ ایابنی نے درختوں کی چوٹیاں اور پتے وغیرہ کاٹ ڈالے، شاخوں اور تنوں کو باندھ لیا۔ اس کام سے

فارغ ہو کر انہوں نے حمبابا کا پیچھا کیا۔ جب حمبابا کے گھر آئے تو اس کے مکان کا سانپ ہر گھر میں تیزی سے رینگ گیا اور بانبی میں جا گھسا۔ حمبابا نے سانس کھینچا اور اس طرح یکبارگی اس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے "کوئی کسی کا بوسہ لیتا ہو" اس کے دانت ہلنے لگے۔ وہ جلجامش کے سامنے گر گیا اور گڑگڑانے لگا۔

"او شمش — میری سن — سن میری بات — میں نہ کسی ماں کو جانتا ہوں، اور نہ کسی باپ کو، جنہوں نے مجھے پیدا کیا ہو۔ اس سرزمین میں تو نے مجھے پیدا کیا۔ تو نے مجھے بڑا کیا، اور انلل نے مجھے اس جنگل کا محافظ بنایا۔"

اس نے جلجامش کو "آسمانی زندگی" کے واسطے دیئے۔ "ارضی زندگی" کی قسم دی۔ "پاتال کی زندگی" کی سوگند دی اور ملتجی ہوا

"مجھے چھوڑ دے جلجامش — میں تیرا غلام بن کر رہوں گا۔ اور تو میرا آقا ہو گا۔ جنگل کے وہ تمام درخت تیرے ہوں گے۔ جن کی نگرانی میں پہاڑ پر کرتا ہوں — میں خود انہیں کاٹوں گا۔ اور تیرے لیے ایک محل بناؤں گا۔"

جلجامش نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور اسکے گھر کی طرف لے گیا۔ اسے حمبابا پر ترس آنے لگا۔ اپانبی سے اس سورما نے پوچھا: —

"او ایابنی —— کیا جال میں پھنسے ہوئے پرندے کو اس کے گھونسلے کی طرف واپس نہ جانے دینا چاہیئے۔ اور کیا گرفتار شدہ آدمی کو اپنی ماں کی آغوش میں نہ جانا چاہیئے؟ص۷۹

ایابنی نے مشورہ دیا

"سب سے طاقتور آدمی بھی اپنے کیئے کی سزا بھگتیں گے۔ اگر وہ انصاف سے کام نہیں لیتے۔ نامترص۸۰ شیطان، جو انسانوں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا ہے، انہیں نگل لے گا۔ اگر دام میں آیا ہوا پرندہ اپنے گھونسلے کو لوٹ جاتا ہے۔ اگر اگر زیر حراست آدمی اپنی ماں کے بازوؤں میں آسماتا ہے۔ تو میرے دوست تو کبھی بھی اس شہر کو نہیں لوٹ سکے گا۔ جہاں وہ ماں انتظار کر رہی ہے۔ جس کی کوکھ سے تو پیدا ہوا تھاص۸۱"

ص۷۹ پھنسے ہوئے پرندے، اور "گرفتار شدہ آدمی" سے مراد یہاں حمبابا سے ہے۔

ص۸۰ نامتر:- یہ جملہ وبائی امراض کا عفریت تھا۔ اور پاتال اس کا مسکن —— مقدر، شیطانی روپ دھار کر نامتر کی شکل میں رہتا تھا۔ نامتر پاتال کی دیوی ارشکی جل کا پیغامبر بھی تھا اور وزیر اعظم بھی۔ اس کے ساتھ ساٹھ بیماریاں ہوتی تھیں۔

ص۸۱ ایابنی کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر حمبابا کو چھوڑ دیا گیا تو پھر یہ عفریت جلجامش کو قتل کر دیگا۔

حمبابا سے ایابنی کی مخالفانہ باتیں سُن کر نہ رہا گیا۔

"تیری سب باتیں شیطنت سے بھری ہیں۔ تو بھاڑے کا ٹٹو، روٹیوں کا محتاج — تو نے بزدلی اور حسد میں جل بھن کر یہ شیطانی باتیں کی ہیں۔"

ایابنی نے جلجامش کو پھر ترغیب دی۔

"جلجامش کچھ مت سُن — حمبابا کو مرنا ہی ہو گا —"

لیکن جلجامش نے خدشات کا اظہار کیا۔

"اگر ہم نے اسے کچھ کر دیا۔ تو روشنی منتشر ہو جائے گی۔ نور اور تابندگی جاتی رہے گی۔ کرنیں ختم ہو جائیں گی —"

"میرے دوست! — یہ کچھ نہ ہو گا۔ پرندے کو پہلے پکڑ لیا جائے تو اس کے بچے کہاں جا سکتے ہیں — اس کے بعد شہرت اور شان ہمارے پاؤں چومیگی۔ جب بچے گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگ جائیں —"

جگری رفیق کی باتیں سُن کر جلجامش نے کلہاڑا اپنے ہاتھ میں لیا۔ پیٹی سے تلوار سونت لی اور حمبابا کی گردن پر تلوار کا ایک ہاتھ دیا۔ دوسرا وار ایابنی نے کیا۔ تیسری ضرب پر حمبابا گر پڑا اور مر گیا۔ ساتھ ہی ہر سو ابتری پھیل گئی۔ کیونکہ جنگل کا یہی تو رکھوالا تھا جسے انہوں نے مار گرایا تھا۔ حمبابا کی بات سُن کر ہی ہرمون اور لبانون کانپ کانپ جایا

کرتے تھے ۔ پہاڑ لرز گئے ۔ پہاڑیاں ہل کر رہ گئیں ۔ کیوں کہ صنوبر کے ان کا نگہبان مر گیا تھا۔[ف ۸۲] ایا بنی نے صنوبر کاٹ ڈالی ۔ اور " جلیل القدر دیوتاؤں کی سکونت گاہ " کو بے نقاب کر دیا۔ جلجامش نے اور بھی درخت کاٹ لئے۔ ایا بنی ان کی جڑیں اور پتے صاف کرتا گیا اور پھر انہیں فرات کے کنارے لے جاکر یرک کی طرف بہا دیا۔ انہوں نے حمبابا کو انلل اور ننلل[ف ۸۳] کے سامنے رکھا ۔ اور انوناکی[ف ۸۴] نے اس پر قبضہ کر لیا ۔ اس طرح

ف ۸۲ حمبابا کی موت ایک دوسرے کتبے کی رو سے اسطرح آئی ہے کہ جلجامش اور وہ گتھ گئے۔ کبھی ایک دھکیلتا اور کبھی دوسرا۔ جلجامش کا خنجر حمبابا کے خون سے لال ہو گیا۔ جنگل کے اس دیو کو کئی زخم آئے۔ اور پھر یرک کے سورما تے حمبابا کو گرفت میں لیکر زیادہ سے زیادہ دبانا شروع کیا۔ جلجامش کا حوصلہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ بالآخر حمبابا پیٹھ کے بل نیچے گر پڑا اور اُس کے اٹھنے سے پہلے ہی ایا بنی نے جھپٹ کر اس کا سر کاٹ لیا۔ خون آلودہ سر پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرا اور درختوں سے ٹکراتا، اُلجھتا لڑھکتا ہی چلا گیا۔

ف ۸۳ ننلل :۔ آسمان، زمین اور فضاؤں کی حسین دیوی تھی۔ ایک جگہ اسے پاتال کی دیوی کہا گیا ہے۔ وہ چاند کی ماں تھی۔ اور انلل کی بیوی۔ اسکی پوجا نپور میں انلل کیساتھ ہوتی تھی۔

ف ۸۴ انوناکی :۔ پاتال کے یہ دیوتا انو کے بیٹے تھے۔ مردوں کا انصاف ان کے سپرد تھا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

دونوں نے اس سرزمین کو باطل سے پاک کر دیا۔

دیوی کا عشق

جلجامش اور ایابنی فتح کے پھریرے اڑاتے آئے۔ شہریوں نے ان کا شاندار سواگت کیا۔ جلجامش نے کچھ دیر آرام کرکے سفر کی تکان دور کی ماتھے سے "مہم کی گرد" جھاڑی۔ سر کے لمبے بال کھول کر شانوں پر پیچھے ڈال دئے۔ خون آلود بھاری بھرکم کپڑے اتارے۔ غسل کرکے دودھ ایسی چٹی پوشاک زیب تن کی۔ چمکتے ہتھیار بدن پر سجائے۔ پھر جگمگ کرتا تاج سر پر رکھا۔ وہ بے حد وجیہہ نظر آرہا تھا۔ اسے دیکھ دیکھ کر کنواریوں کے دل موہنے سینوں میں لطیف جنبش کھانے لگے۔ ان دنوں عشتار یرک کے اپنے ارضی مندر میں رہی تھی۔ اور دیو داسیاں دن رات اس کی خدمت کئے جاتیں —— وہ اتنا سج رہا تھا، جلجامش اتنا بھلا لگ رہا تھا کہ حسن و عشق کی دیوی عشتار بھی بے اختیار ہو ہو گئی۔ مچل مچل گئی۔ اور جب وہ کسی طرح بھی نہ رہ سکی تو ——

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱) الونا کی جمع کا صیغہ ہے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ بیماریاں، وبائیں اور ہر طرح کے مصائب اور معائب یہی بپا کرتے تھے۔ پاتال کا حکمران نرجل اور ملکہ دشکی جل انہی میں سے تھے۔

"شان والی عشتار نے آنکھیں اُٹھائیں،
جلجامش کی توجہ جیتنے کو اس نے نظریں اٹھائیں،
جلجامش کو دیکھتے ہوئے بولی۔
آ۔ جلجامش۔ میرے پاس آ،
میرا شوہر بن جا۔ میرا محبوب،
اپنے بدن کا بیج مجھے پیش کر،
اپنی محبت کا تحفہ مجھے دے۔
میں تیری دلہن بنوں گی اور تو میرا دولہا،
میں تجھے لاجوردی اور سنہری رتھ میں سوار کراؤں گی۔
اس کے پہیئے سنہری اور دُھرے نیلم کے ہوں گے،
صبا رفتار گھوڑے اُسے کھینچیں گے،
یا قوتی قرنا تجھے پیش کروں گی۔
تیرے جنگی گھوڑے سپید اور ستھرے ہوں گے،
ہمارا محل صنوبر کی خوشبو میں بسا ہوگا،
جب تو گھر میں جائے گا،
تخت اور چوکھٹ تیرے قدم چومے گی۔
بادشاہ، نواب اور شہزادے تیرے حضور خم ہو جائینگے۔

پہاڑوں اور میدانوں کی پیداوار وہ تیرے لئے لائینگے۔

تیرے مویشیوں میں اضافہ ہوگا،

بھیڑیں دو دو بلیلے جنیں گی۔

بکریاں دو دو میمنے پیدا کریں گی۔

خچر بے شمار ہوں گے۔

تیرے بیلوں کا کہیں جواب نہ ہوگا۔

رتھ کے گھوڑے برق رفتاری میں دُور دراز نام پائینگے،

فرات تیرے پاؤں کو بوسہ دے گا۔"

مگر وہ ایسا نادان نہ تھا کہ ان چکنی چپڑی باتوں میں آجاتا۔ خوب جانتا تھا کہ یہ ہرجائی اور متلون مزاج دیوی پہلے بھی کتنے ہی عشق لڑا چکی ہے۔ اور اب تک کسی ایک کی بھی ہو کر نہیں رہی ہے۔ اس نے منہ کھولا اور عشتار سے کہا:-

"دیوی ——!

تو نے مجھے سیم وزر دینے کی بات کی،

مگر جواب میں تو اس سے کہیں زیادہ چاہے گی،

اگر میں تجھے بیاہ لوں،

مجھے عوض میں کیا کیا نذرانے دینا ہوں گے۔؟

کیسی خوشبوئیں، کیسی کریم اور کپڑے تو چاہے گی؟

کیا تیری خوراک ہوگی اور کیسا تیرا محل ؟

تیری خوراک اور پوشاکیں دیوی کے شایانِ شان ہونگی ،

تیرے لئے گھر کسی ملکہ کے حسب مرتبہ ہوگا ،

اور کپڑے لاجواب.

میں کسی دیوی کو خوراک ،

آسمانوں کی ملکہ کو[۸۵] شراب ،

کہاں دے سکتا ہوں.؟

اور یہ سب میں تجھے دوں کیوں ؟

تجھ سے شادی ؟

بے شک نہیں — !

کیوں کہ تو ،

عقبی دروازہ ہے ،

جو ہوا نہ روک سکے ،

کھنڈر بن جانے والا لرزاں محل ہے ،

ایسا محل

جس میں سورما (مرے) پڑے ہوں

---

۸۵ آسمانوں کی ملکہ :— عشتار کو ہی کہا جاتا تھا. بائبل میں بھی اسے بجائے "آسمان کی ملکہ" کہا گیا ہے.

پگڑی،
جو سر کو ڈھانپ نہ سکے۔
شکاری کا گڑھا،
جو غافل کو نگل جائے۔
نجس کر دینے والی رال،
سوراخ والی چرمی بوتل،
اور دکھ دینے والی جوتی ہے۔
تجھ سے شادی کروں تو بنے گا کیا میرا؟
تو اپنے عاشقوں کے لئے ایسی رہی،
جیسے خنکی میں جلا ڈالنے والا تیل،
وہ پچھلا دروازہ جو نہ ہوا کو روک سکے نہ طوفان کو،
ایسا قلعہ جو محصورین (ہی) کو پیس کر رکھ دے۔
رال جو ہاتھوں کو سیاہ کر دے۔
سوراخ والی بوتل جو لے جانے والے کو بھگو دے۔
پتھر جو فصیل سے گرے۔
جوتی جو پہننے والے کو تنگ کرے۔
تباہی لانے والی مشین جو دشمن کے علاقے میں نصب ہو

کون سے عاشق سے تو نے وفا اور سدا محبت کی ؟

کس عاشق پر تو نے بھروسہ کیا ۔ ؟

جو تجھے ہمیشہ خوش کرتے رہے،

ان پر کیا گزری ؟

مجھ سے سُن،

تیرے عشاق کی کہانی سُناتا ہوں۔

تموز [٨٦]،

تیرے کنوار پنے کا عاشق،

تیرا شوہر،

تو نے اسے مارا،

تو نے اس کے لئے سالانہ ماتم مقرر کیا۔

اور اب تو آپ ہی ہر سال اسکی یاد میں روتی بھی ہے.

لوگ (اس کے لئے) روتے ہیں ۔

کئی چمکیلے رنگوں والے عقاب،

اَلّلو [٨٧] سے تو نے محبت کی،

تو نے اس کے پر نوچ دئے،

٨٧ عقاب کا نام ہے

---

٨٦ تموز :- ایک دیوتا سومیری اسے "دموزی" کہتے تھے۔ اسکی موت کے بعد عشتار اسے لینے پاتال گئی تھی ۔

اسے کچل ڈالا ،

اور اب وہ درختوں کے جھنڈوں میں بیٹھا فریاد کرتا ہے،

کپتی، کپتی — میرے بازو ، میرے بازو ،

غیر معمولی طاقت والا شیر ببر تیری الفت میں پھنسا ،

تونے اسکے لئے سات گڑھے کھودے — اور سات گڑھے[۸۸]

سات اور سات بار اسے گڑھوں میں گاڑا ،

تونے گھوڑے سے عشق کیا ،

بے مثال جنگی گھوڑے سے ،

چابک اور مہمیز سے تو اسے آگے ہی آگے بھگائے لئے گئی ،

تینے سات اور سات گھنٹوں تک دوڑایا ،

پچاس میل تک ،

اسے گدلا پانی پلایا ،

وہ خستہ حال ہوگیا ۔

اور اس (گھوڑے) کی ماں سیلیلی کیلئے تونے ماتم منعقد کردیا ۔

اس (ماں) کو رلایا ۔

تموزو چرواہے کو تونے چاہا ،

---

۸۸ :- یعنی چودہ گڑھے

وہ روز تیری خاطر کیک بناتا،
ہر روز میمنے ذبح کر ڈالتا،
تو نے اسے بھیڑیا بنا دیا،
اس کے ساتھیوں نے اسے للکارا،
اسی کے کتوں نے اسے پھاڑ کھایا۔
یاد کر اپنے باپ کے باغبان کو،
اپنے باپ کے نخلستان کے نگران اِشُلَّنُو کو،
وہ پھلوں کی ٹوکریاں روز تیرے لئے لاتا،
ہر روز تیری میز کو لاد دیتا،
پھر تو نے اس پر ڈورے ڈالے اور کہا،
میرے پیارے اِشُلَّنُو — آ، میرے پاس یہاں،
آ ہم تیری مردانگی سے لطف اندوز ہوں،
آ — آگے آ — اور مجھے لے لے،
میں تیری ہوں،
اِشُلَّنُو نے کہا،
تو مجھ سے کیا کہہ رہی ہے؟
میری ماں نے پکایا اور میں نے کھایا،

میں کیوں آؤں تجھ سی کے پاس،
کھانے کے لئے،
(تُو) جو متعفن اور داغدار ہے؛
تو نے جب اس کا جواب سُنا، اسے عذاب میں ڈال دیا،
اسے اندھا چھچھوندر بنا کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچا دیا،
ایسا چھچھوندر،
جس کی تمنا ہمیشہ اس کی پہنچ سے باہر ہوتی ہے۔
تو نے اسے اس مکڑی کی طرح جکڑ لیا۔
جو ایسی جگہ پھنس جائے۔ جہاں حرکت نہ کر سکے۔
یہی کچھ یقیناً تو میرے ساتھ بھی کرے گی۔
جو اپنے گذشتہ عشاق کے ساتھ کر گذری ہے۔"

اس کے علاوہ جلجامش نے عشتار کو اس دیو کی محبت کا بھی طعنہ دیا جسے بعد میں اس نے بونا بنا دیا تھا۔ یہ سچی باتیں سُن کر عشتار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ تلملاتی، بل کھاتی اپنی ماں انات اور باپ انو دیوتا کے پاس آسمان پر پہنچی۔ جی بھر کے نیک سیرت انو سے جلجامش کی برائیاں کیں۔ خوب خوب شکایتیں کیں۔

"ابا — جلجامش نے میری بہت بے عزتی کی ہے۔ اس نے

میرے سارے کردہ کام دہرائے، میرے سب گندے کام
— اس نے میرے گجرے گہنے اور کمر کی ڈوریاں بھی —"

انو اور انات نے بیٹی کو تسلی دی، اسے ٹھنڈا کرنا چاہا کہ غصہ تھوک دے
ور معاف کردے۔ مگر غصیلی اور ہٹیلی بیٹی نے باز نہ آنے کی قسم کھالی
تھی۔ اور انو اس معاملے میں مداخلت نہ کرنا چاہتا تھا۔ تنگ آکر اس نے کہا:۔

"یہ سب تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ تو نے ہی اسے موقعہ دیا زبان
کھولنے کا۔ اسی لئے اس نے تیری سیاہ کاریوں کی پول کھول
دی۔ تو اسی کی سزاوار تھی۔"

ہ اس جوابِ صاف سے اور بھڑک گئی:۔

"ابا میرے — میری خاطر آسمانی سانڈ پیدا کر جس کے چلنے سے
طوفان اور زلزلے دوڑ جائیں۔ اور اسے جلجامش کو ختم کرنے بھیج
میں کہتی ہوں۔ کہ جلجامش کو تباہیوں میں غرق کردے، لیکن اگر
تو نے انکار کیا۔ تو میں جہنم کے دروازے کھول دوں گی۔ اور مردوں کو
زندوں کی دنیا میں لے آؤں گی۔ تاکہ وہ ان کے ساتھ کھائیں پئیں۔
اور اس طرح مُردوں کی تعداد زندوں سے کہیں بڑھ جائے گی۔"

پ کو اس نے مجبور کر ہی دیا۔ انو نے منہ کھولا اور کہنے لگا:۔

"بہت اچھا — مگر یاد رکھ جب کبھی آسمانی سانڈ، آسمان سے نیچے

زمین پر اترتا ہے۔ تو سات سال کا قحط نازل ہو جاتا ہے۔
اگر میں تیری خواہش پوری کر دوں۔ تو سات سالہ خشک سالی
ہو جائے گی۔ بالوں میں اناج کی بجائے محض بھوسہ ہو گا
کیا تو نے لوگوں کے لئے وافر اناج اور جانوروں کے لئے
کافی بھوسہ جمع کر لیا ہے؟"

بیٹی نے اثبات میں جواب دیا:۔

"یہ سب سوچ چکی ہوں۔ میں نے لوگوں کے لئے اناج اور
جانوروں کے لئے چارہ اکٹھا کر لیا ہے۔ سات برسوں کے
کال کے لئے اناج اور بھوسہ بہت کافی ہے۔"

اور اب انو نے اپنی بیٹی عشتار کے لئے آفاقی بیل پیدا کیا۔ اس کا نام
اڈو تھا اور جی دار اتنا کہ سو آدمی مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے
وہ آسمان سے سیدھا زمین پر گرا۔ اور اپنی پہلی ہی پھنکار سے سو آدمی
ڈھیر کر دیئے۔" دو سو کا صفایا کر ڈالا۔ تین سو ختم کر دئے۔" دوسری پھنکار
سے بھی سینکڑوں کو ہمیشہ کیلئے سُلا دیا۔ اور تیسری بار ایابنی پر دھاوا
بول دیا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ دُم ہل رہی تھی۔ مگر
ایابنی بڑی پھرتی سے ایک طرف ہو گیا اور بجلی کی طرح لپک کر اس کے
دونو سینگ پکڑ لئے۔ بیل کے جھاگ اس کے منہ پر گر رہے تھے۔ ایابنی چلایا

"میرے دوست - ہم نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ ہم پیچھے اپنا نام ہمیشہ کے لئے زندہ کر جائیں گے۔ اب اپنی تلوار اسکی گدّی اور سینگوں کے درمیان بھونک دے۔"

جلجامش سانڈ کے پیچھے آیا۔ اور اس کی دُم پکڑ کر ایک بھرپور ہاتھ دیا۔ اور سر اُتار لیا۔ عشتار شہر کی فصیل پر کھڑی جنگ کا نظارہ کر رہی تھی نیچے وادی میں مقابلہ جاری تھا۔ جب بیل کا خاتمہ ہُوا تو وہ برج پر جا چڑھی اور غضب آلود آواز میں چلائی اور کوسنے دینے لگی :-

"جلجامش پر عذاب ٹوٹے،
جس نے مجھے جلایا،
جس نے مقدس بیل کو قتل کیا،
جس نے میرے مقابل ہونے کی جرأت کی،
اس نے مجھے صدمہ پہنچایا -"

تش مزاج اپانبی سے نہ رہا گیا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی جتانا چاہتا تھا۔ کہ س فتح میں اس کا بھی پورا ہاتھ ہے۔ (عشتار نے خفگی کے عالم میں صرف جلجامش ہی نام لیا تھا۔ اور بیل کے استیصال کا ذمہ دار اسے قرار دیا) چنانچہ اس نے عشتار کا مذاق اڑایا اور اسے دھمکیاں دیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سانڈ کی ستریاں اور کولھے کاٹ کر عشتار کے منہ پر دے مارے اور بولا :-

"اگر میرا ہاتھ تجھ تک پہنچ سکتا،
میں تجھے بھی کچل دیتا۔
وہی کرتا تیرے ساتھ،
جو اس (سانڈ) کے ساتھ کیا ہے۔
تجھے پکڑ کر اس کی انتڑیاں تیری گردن میں باندھ دیتا۔"

دونو دوستوں نے اُدُّو کا دِل نکالا سینگ کاٹے۔ فرات میں ہاتھ دھو کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور شہر آ گئے۔ وہ گلیوں سے گزر رہے تھے شہر کے جیالے نوجوان ان کی زیارت کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ لوگوں نے بہت خوشیاں منائیں۔ اور ان کا جلوس نکالا۔ شہری گھروں سے نکل نکل کر انہیں مبارکباد دینے آئے۔ دوشیزائیں شرمیلی نظروں میں اشتیاق چھپائے انہیں دیکھ رہی تھیں ــــ جلجامش نے مغنیہ کنواریوں سے پوچھا

"سورماؤں میں سب سے افضل کون ہے؟
مردوں میں سب سے نمایاں کون ہے؟"

لڑکیوں نے گایا ــــ

"جلجامش،
سب سورماؤں سے بڑھ کر ہے،
جلجامش،

مردوں میں سب سے نمایاں ہے۔"

سانڈ کا دل اور قیمتی جواہر دونوں نے شمش کے حضور نذر کیے۔ جلجامش نے کاریگروں اور آہن گروں کو بلا کر بیل کے سینگ دکھائے۔ وہ بڑے بڑے سینگ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ ان سینگوں پر اس نے دو دو انگل لاجورد چڑھانے کا حکم دیا۔ ہر ایک کا وزن پندرہ پندرہ سیر تھا اور چھ پیمانے تیل سما سکتا تھا۔ اتنا تیل جلجامش نے اپنے محافظ دیوتا لوگل بندا کی نذر کیا اور سینگ اپنے محل کی دیوار پر آویزاں کر لیے۔

اسی روز اس معرکۃ الآرا کامیابی کی خوشی میں جلجامش نے ایک شاندار دعوتِ عام دی۔ کھانے کے بعد لوگ رقص و سرود کی فسوں ساز دنیا میں کھو گئے۔ مگر عشتار اپنی داسیوں کے جلو میں سانڈ کی ران پر بیٹھی بین کر رہی تھی:—

"عشتار نے،

کذریتی کو اکٹھا کیا،

شمخاتی اور حرماتی کو،

اُدّو کی لاش پر انہوں نے ماتم کیا۔"

ایابنی کی موت!

اور اسی رات ایابنی نے ایک خواب دیکھا، بہت ہی بُرا خواب۔

وہ اُٹھ اور جلجامش کو خواب بتانے گیا۔

"دوست میرے۔ بڑے دیوتا مجلس شوریٰ کیوں منعقد کیا کرتے ہیں؟ آہ! پچھلی رات میں نے کیا خواب دیکھا۔ سب دیوتا انو، انلل، ایا اور شمش مشاورت کو بیٹھے اور انو نے انلل سے کہا۔ 'کیوں کہ انھوں نے حمبابا اور آسمانی بیل کو ٹھکانے لگا دیا ہے اس لئے ان میں سے ایک کو ضرور مرنا چاہیے۔ اور مرے وہ جس نے صنوبر کے پہاڑ کو ننگا کیا۔ جلجامش زیادہ مجرم ہے۔ کیونکہ اس نے نہ صرف حمبابا کو قتل کیا۔ بلکہ صنوبر بھی کاٹ ڈالے۔' شمش نے انلل کو مخاطب کیا۔ 'میرے حکم پر انھوں نے حمبابا اور آسمان کے بیل کو مارا اور اب ایا بنی مرنے کو ہے۔ حالاں کہ وہ معصوم ہے۔' انلل شمش پر برس پڑا۔ 'تو روز بروز ان کے قریب ہوتا جاتا ہے، جیسے انہی میں سے ہو۔ اسی لئے تو بولتا بھی ہے۔' اس پر دیوتاؤں میں تلخی ہو گئی۔ اور وہ ایک دوسرے کو گالیاں دینے پر اتر آئے۔ ہواؤں کے دیوتا انلل نے پھر کہا۔ 'جلجامش؟ نہیں۔ ایا بنی زیادہ قصوروار ہے۔ کیونکہ راستہ تو اسی نے جلجامش کو بتایا'

شمش غصے میں دہاڑا

'بے شک۔ (لیکن) تجھے ترڑ کرنے کا کیا حق ہے؟ تو نے ہی تو حمبابا کے

منہ پر ہوائیں دے ماری تھیں، انلل غصے میں کانپتا ہوا بولا " اور تو ــــ؟
اگر تیری مرضی شاملِ حال نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی بھی یہ حرکتیں نہ کرتا،
تو ہی تھا جو ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہا ــ اور ان کی مدد برابر آتا
رہا، اور ان میں تو تو میں میں بڑھتی گئی ــــ"

اور ابھی لڑاکا دیوتا کسی فیصلے پر پہنچ بھی نہ پائے تھے۔ کہ ایابنی کی آنکھ کھل گئی۔ اسے یختہ یقین ہو گیا۔ کہ اس کی موت قریب ہے۔ مگر جب اس نے یہ خواب جلجامش کو بتایا تو جلجامش کو فوراً خیال آیا۔ کہ اصل سزا خود میرے لئے بھی مقرر ہو چکی ہے، اسکے آنسو گالوں پہ بہنے لگے" اور ایابنی سے کہنے لگا:۔

" اچھے ساتھی ــ کیا یہ دیوتا سوچتے ہیں۔ کہ وہ تجھے ختم کر کے مجھے چھوڑ دیں گے؟ نہیں ــ اچھے دوست! نہیں ــ میں اپنی ساری زندگی، ایک بھکاری کی طرح موت کی دہلیز پر بیٹھا رہوں گا۔ اس انتظار میں کہ کب دروازہ کھلے اور میں اندر داخل ہو جاؤں اور تیرا دیدار کر لوں ــ"

وہ رات ایابنی نے بڑے کرب اور اضطراب کے ساتھ بسر کی، کبھی کروٹوں پر کروٹیں بدلتا اور کبھی سر کو اِدھر اُدھر دے مارتا۔ وہ جلجامش کے سامنے لیٹا تھا۔ اور آنسو بری طرح بہہ رہے تھے۔ جلجامش کہنے لگا:۔

" میرے بھائی ــ میرے پیارے بھائی ــ وہ کیوں[۸۹] مجھے تجھ سے جدا

---

۸۹ دیوتاؤں کی طرف اشارہ ہے۔

کہتے ہیں؟ مجھے ردحین کے دروازوں پر، مرنے والوں کے جوتوں کے ساتھ بیٹھنا ہوگا۔ اور میں کبھی (وہاں بیٹھ کر بھی) اپنے پیارے بھائی کو دوبارہ نہ دیکھ سکوں گا ——"

ایابنی ایک رات اکیلا پڑا تھا۔ بیماری نے اسے آلیا تھا۔ گذشتہ زندگی کے دن اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ وہ دن یاد آئے، جب وہ بے فکر اور آزادانہ جانوروں کے ساتھ پہاڑوں میں گھوما کرتا، چوکڑیاں بھرا کرتا۔ بھرئے سادو اور بخت کا خیال آیا —کیسے سادو نے اسے دیکھا اور کس طرح وہ لڑکی لبھا کر اسے شہر لے آئی۔ صنوبری جنگلوں کے مصائب نظروں میں گھوم گئے۔ اور یہ بھی کہ اس پھاٹک کو کھولتے وقت کس طرح ہاتھ پر زخم کھایا، زندگی کا پہلا اور آخری زخم۔ اور اپنی موجودہ پریشان حالی سے گھبرا کر وہ بالترتیب پھاٹک، شکاری اور بخت کو بددعائیں دینے لگا:—

"تو لگتا تو معمولی لکڑی کا بنا ہوا ہی ہے — اس بلند وبالا صنوبر کو دیکھنے سے پہلے، میں نے ساٹھ میل کی دوری سے تجھے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا — تیری بلندی ۱۰۸ فٹ اور چوڑائی ۳۶ فٹ تھی۔ چوکھٹ، کنڈیاں اور پیچ سب مضبوط اور عمدہ تھے۔ کاریگروں نے تجھے نپور میں بنایا تھا، انلل کے متبرک شہر میں۔ اگر مجھے نتیجہ معلوم ہوتا، اگر میں جانتا کہ تیری یہ خوشنمائی میری موت کا باعث

ہو گی: تو میں کلہاڑا لیکر تجھے ٹہنیوں کے دروازے کی طرح ٹکڑے
ٹکڑے کر کے رکھ دیتا۔ میں ہاتھ سے تجھے کبھی نہ چھوتا۔

میں شکاری کو سراپ دیتا ہوں جس نے مجھے قابو کیا۔ شکار اس کے جال
میں کبھی نہ پھنسے، اس کے دل کی ہر تمنا برباد ہو جائے۔

اور اے عورت میں تجھے سخت بد دعا دیتا ہوں، میں ہمیشہ کے لئے
تیرا انجام مقرر کرتا ہوں، آفت تجھے بس آنے کو ہی ہے۔ گلیاں
تیری کمین گاہ ہوں گی، دیوار کے سائے میں تو بسیرا کیا کرے گی۔
تیرے رخساروں کو نمی اور خشکی یکساں چاٹے گی ــ"

صبح ہوئی اور سورج کی کرنیں اس کے کمرے کی دیوار پر آکر مچل گئیں۔
ایابنی کو ایسا لگا جیسے وہ کہہ رہی ہوں :ــ

"ایابنی ــ جتنی زندگی تو نے انسانوں میں گذاری ہے۔ وہ سب
ہی تو بری نہیں تھی ــ اور جن کو تو بد دعائیں دے رہا ہے۔ وہ
تو نوری کرنیں تھیں ــ تو اس عورت کو کیوں کوستا ہے۔ اس
خاتون کو ــ جس نے تجھے بادشاہوں جیسے کھانے، دیوتاؤں
جیسی روٹی کھانی سکھائی۔ جس نے تجھے بادشاہوں کی سی شراب
پینا بتائی۔ جس کے باعث تجھے شہزادوں ایسی مسہری نصیب ہوئی۔
اس نے تجھے شاندار پوشاک پہنائی۔ اب تو نہ گھاس چرتا ہے اور

نہ ہی یخ بستہ میدانوں میں سوتا ہے۔ اسی کے باعث تجھے اپنی زندگی کا بہترین دوست جلجامش جیسا انسان نصیب ہوا، اور تیرے اپنے بھائی جلجامش نے کیا تجھے شاہی مسہری اور اپنے بائیں جانب کا اُوج نہیں دیا؟ جلجامش نے روئے زمین کے سلاطین کو تیرے قدم چومنے پر مجبور کر دیا۔ اور اب یرک کے تمام لوگ تیرے لئے روتے ہیں۔ جب تو مر جائے گا۔ تو جلجامش تیرے سوگ میں اپنے بال ترشوانے چھوڑ دے گا، وہ شیر کی کھال پہنے گا۔ اور صحرا نوردی کرے گا"

اپا نی سمجھ گیا۔ کہ آسمان سے خود شمش بول رہا تھا۔ چناں چہ اسے سکون ہو گیا اور پھر اس نے یخت کے متعلق اپنی بددعا واپس لے لی۔ بلکہ اسے دُعا دی "کوئی شخص تجھ سے نفرت نہ کرے۔ تجھے دیکھ کر کوئی بھی تمسخرانہ انداز میں اپنی ران پر ہاتھ مار کر تیرا ٹھٹھا نہ اُڑائے۔ تجھے حقارت سے نہ دیکھے۔ بادشاہ، شہزادے اور شرفاء تجھ سے پیار کریں گے۔۔۔ بوڑھا آدمی تو اپنی داڑھی ہلائے گا۔ مگر نوجوان پٹکا کھول ڈالیگا۔ مضبوط کمرے میں تیرے لئے سونے، عقیق اور لاجورد کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ تیری خاطر بیوی، سات (بچوں) کی ماں چھوڑ دی جائے گی۔ دیوتاؤں کے سامنے پجاری تیرے لئے راستہ چھوڑ دیا

کریں گے ص۹۰"

کچھ راتوں بعد ابانی نے دوسرا خواب دیکھا اور جلجامش کو بتایا :—

"پچھلی رات پھر میں نے خواب دیکھا۔ آسمان بین کر رہا تھا۔ اور زمین اس کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ گرجتی آواز آسمان سے اٹھی اور ساری دھرتی پر چھا گئی۔ ایک عجیب و غریب اور مہیب جانور اچانک کہیں سے آ گیا۔ میں اس کے سامنے اکیلا کھڑا تھا۔ اس کے پر اور پنجے عقاب کے اور چہرہ شیر کا تھا۔ اپنے پنجے میں اس نے مجھے اتنے زور سے جکڑ لیا۔ کہ میرا دم رُک گیا۔ اور مجھے اٹھا کر چلتا بنا —— پھر اس نے میری ہیئت تبدیل کر دی۔ میرے ہاتھ پر دار بازوؤں کی شکل اختیار کر گئے۔ اس نے میری طرف منہ کیا اور مجھے ارکلا ص۹۱ کے گھر کی طرف لیچلا، وہ گھر جس میں داخل ہو کر کوئی کبھی بھی نہیں لوٹتا ہے۔ جس کی سڑک سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہم اس اندھیرے

ص۹۰ ایک عبارت کی رو سے شمش نے ابانی کو بد دعا دینے سے باز رکھنے کی کوشش تو کی مگر بد دعا چونکہ باقاعدہ دی جا چکی تھی۔ اسلئے شمش مجبور ہو گیا۔ کہ اس کا سراپ منظور کرے۔ اور اس دیوتا نے عشتار کی داسی کو کنیا بنا دیا۔

ص۹۱ پاتال کی دیوی ارشکی جل کا دوسرا نام۔

گھر میں پہنچے، جہاں مُردوں کی روحیں تاریکیوں میں رہتی ہیں۔ خاک اور چکنی مٹی ان کی خوراک ہے۔ مردے پرندوں کی طرح اپنے بدن کو پروں سے ڈھانپتے ہیں۔ کبھی انہیں روشنی دیکھنا نصیب نہیں ہوتی۔

وہاں پہنچتے ہی زمین کے سب نامور میرے گرد جمع ہو گئے۔ شہنشاہوں بادشاہوں اور شہزادوں کے تاج اور شاندار ملبوسات ہمیشہ کے لئے ان سے چھین لئے گئے تھے۔ جو لوگ انو اور انلل کے سے مرتبے کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور ان (دیوتاؤں) کی جگہ کھڑے ہوتے تھے، اب خاک کے اس گھر میں نوکروں کی طرح کام کرتے ہیں۔ وہ پکا ہوا کھانا لیجاتے اور مشکوں میں پانی بھرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ وہ ڈراؤنے بھوتوں کی طرح، ہجوم کئے بیٹھے رہتے ہیں ـــــ پروں سے سر پوشی کرتے ہیں۔ پکے اور بھنے ہوئے کھانوں کی جگہ اب خاک اور گندگی ان کی خوراک ہے۔ میں جس گھر میں گیا، وہاں مہا پجاری اور مندروں کے خدمتگار مندروں کے امیدوار پجاری، اور منتروں و منتروں کے بھی پروہت موجود تھے۔ اور وہاں کِش کا بادشاہ اِتانا تھا جسے گزرے وقتوں میں عقاب آسمان پر لے گیا تھا۔ میں نے وہاں سُموقن[۹۲] کو بھی دیکھا۔ ایک پُرشکوہ تخت پر ارشکیجل متمکن تھی۔ اور سامنے اسکی وفادار کنیز بیلت شیری چار زانو تھی۔ وہ پاتال کے معبودوں کی کاتب ہے۔ اور مُردوں کی کتاب اسکی تحویل میں رہتی ہے۔

۹۲ موتیشیوں کا دیوتا

بلیت شیری ایک تختی پہ سے ہر روح کا اعمال نامہ سنائی جا رہی ہے۔
شیری نے اپنا سر اٹھایا اور کہا "اسے یہاں کون لایا ہے؟"۔
پھر میں خون میں نہائے اس انسان کی طرح چونک اٹھا جو اکیلا ادھر ادھر بھاگتا ہے، اس شخص کی مانند جسے کوئی سرکاری افسر پکڑ لے، اور جس کا دل خوف سے بھر جائے۔ میرے بھائی جب میں مر جاؤں تو کسی بڑے بادشاہ کو، کسی اور کو، کسی دیوتا کو تیرے دروازے پہ کھڑا ہونا چاہیئے۔ جو میرا نام مٹا کر اپنا لکھ دے ــــ"
اب تو کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ دونوں میں سے کسی کو موت آنے والی ہے۔
ایابنی نے اپنے کپڑے پھاڑ دئے اور بیچھے پڑ گیا۔ جلجامش اس کی باتیں سن کر زار زار رو دیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا اور ایابنی سے کہا۔
"مضبوط فصیلوں والے شہر میں کون ہے جو ایسی عقل رکھتا ہے؟ عجیب و غریب باتیں سنیں، تیرا دل ایسی انوکھی بات کیوں کرتا ہے؟ خواب تو شاندار تھا۔ مگر خطرہ بھی بڑا تھا۔ چاہے جو آفت بھی آئے ہمیں اس خواب کو "خزانہ" تصور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صحت مند آدمی پہ مصیبت آتی ہے۔ زندگی کا انجام المناک ہے۔ اب میں عظیم دیوتاؤں سے التجائیں کروں گا۔ اس لئے کہ میرے دوست نے منحوس خواب دیکھا ہے۔"

اور اسی دن سے ایابنی سخت بیمار ہو گیا۔ تمام دن وہ بستر پر پڑا رہا۔ اور علالت بڑھتی ہی گئی۔

"ایک دن،

دو دن،

تین دن،

چار دن،

پانچ دن،

چھ دن،

سات دن،

آٹھ دن،

نو دن،

دس دن تک وہ بستر پہ پڑا رہا اور بیماری بڑھتی گئی،

گیارہ دن،

بارہ دن تک وہ بستر پہ پڑا رہا اور بیماری بڑھتی گئی،

جلجامش اس تمام عرصے میں، دل تھامے دوست کے سر بالیں رہا — ایابنی نے باتیں شروع کیں:—

"میرے دوست — مہادیوی نے مجھے بددعا دی تھی۔ اور

ص ۹۳ عشتار

میں یقیناً شرمندگی کی موت مروں گا[۹۴] — میں اس مرد کی طرح نہیں مر رہا جو میدانِ جنگ میں گر کر دم دیتا ہے۔ مجھے لڑائی میں جان دینے سے خوف آیا تھا۔[۹۵] مگر شاد کام وہ شخص ہے۔ جو مجادلے میں کام آتا ہے۔ مجھے یقیناً شرمناک موت مرنا چاہیئے[۹۶]۔"

اور بارھویں دن وہ مر گیا۔ ایابنی کیا مرا، جلجامش کا سب کچھ چلا گیا۔ اسکا دایاں بازو ٹوٹ گیا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اور یہ بہت بڑا چرکہ کا تھا جو اسے عشتار کی بد دعاؤں اور غضب کے طفیل سہنا پڑا۔ وہ مایوسی کے عالم میں زمین پر لیٹ گیا۔

"میں ایابنی کی طرح نہیں مروں گا —"

ص۹۴ "شرمندگی کی موت" اسلیئے کہ بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا قدیم عراقیوں کے نزدیک بزدلی اور ذلّت کی موت تھی۔

ص۹۵ یہاں ایابنی نے اپنی اس کم ہمتی کا ذکر کیا ہے۔ جس کا مظاہرہ اسنے حمبابا سے مقابلہ کے وقت کیا تھا۔

ص۹۶ ایک مسخ شدہ عبارت سے یہ گمان گزرتا ہے۔ کہ ایابنی زخمی تھا شاید کسی لڑائی میں اس نے زخم کھایا ہو۔ یا کسی حادثہ میں زخمی ہوگیا ہو۔ مگر یہاں اُسنے واضح طور پر اقبال کیا ہے۔ کہ وہ مقابلے میں نہیں مر رہا۔

اداسیوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔
موت کے ڈر سے میں زمین پر لیٹ گیا ہوں۔
میرا دوست،
میرا چھوٹا بھائی،
پہاڑوں کے دامن میں گورخروں،
اور میدانوں میں چیتوں کا شکار
میرے ساتھ کرتا تھا۔
ایابنی،
میرے دوست،
میرے چھوٹے بھائی۔
پہاڑوں کے دامن میں گورخروں،
اور میدانوں میں چیتوں کا شکار،
تو میرے ساتھ کرتا تھا،
میرے دوش بدوش ہر کارنامہ انجام دیا،
پہاڑوں پر چڑھا،
آفاقی بیل کو مارا،
صنوبری جنگل میں بسنے والے حمبابا کو زیر کیا،

ہائے یہ کیسی نیند ہے،
جو تجھ پہ چھا گئی ہے؟
تو کالا پڑ گیا ہے اور میری بات نہیں سُنتا،
تو آنکھیں نہیں کھولتا۔"

جلجامش کی آہ و زاری کے باوجود ایابنی نے کوئی جنبش نہ کی، نہ ہی آنکھیں کھولیں. اس نے دوست کے دل پہ ہاتھ رکھا. یہ ساکت تھا. جلجامش نے ایک کپڑا اٹھایا اور متوفی کا چہرہ اس طرح ڈھانپ دیا جیسے "شادی کے دن دلہن کو نقاب پہنا دی جاتی ہے۔"

۹۶ جلجامش

"وہ شیر ببر کی طرح دھاڑا،
ایک شیرنی بچوں کے ساتھ بھاگ نکلی،
بار بار وہ دوست کی طرف مڑتا تھا،
(اپنے) بال نوچ لیے۔
بدن سے قیمتی چیزیں کھسوٹ پھینکیں۔"

رات بھر وہ ایابنی کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا. دیکھتے دیکھتے لاش اکڑنے لگی. ایابنی کی وجاہت جاتی رہی. وہ بڑبڑایا۔

"اب میں نے موت کا منہ دیکھ لیا ہے. اور میں اس سے بہت ڈر گیا ہوں. کسی دن میں بھی ایابنی کی طرح ہو جاؤں گا۔"

ایابنی کی وفات سے پہلے وہ موت سے کبھی خائف نہ ہوا تھا۔ موت اسکے نزدیک حقیقت تھی، اٹل حقیقت۔ اسی لیے اس نے مرنے کی کوئی ایسی لمبی چوڑی پرواہ نہ کی تھی۔ جب مرنا ہی ٹھیرا تو اس کے غم میں کڑھنا کیسا؟ وہ مجاہد کی موت مرنا چاہتا تھا۔ خواہش تھی کہ کسی برابر کی ٹکروالے سے لڑتا ہوا جان دوں — تاکہ نام امر ہو جائے۔ حمبابا کی مہم کے وقت اس نے خود ایابنی سے کہا تھا۔ کہ "مرنا برحق ہے"۔ مگر ان تمام حقیقتوں کے باوجود "زندگی کے انجام" کو اتنے قریب سے دیکھ کر وہ لرز گیا — اس وقت سے موت کے تصور سے ہی اسے ہول آنے لگا — اور جب اس المناک رات کا سویرا ہوا تو اس نے "یرک کے مشیروں" سے خطاب کیا۔

"میری بات سنو — او یرک کے بڑو،
میں ایابنی کے لئے روتا ہوں۔
اپنے دوست کے لیے۔
بری طرح روتا ہوں،
بین کرنے والی عورت کی مانند،
میں اپنی بھائی کو روتا ہوں،
او ایابنی
گورخر اور ہرن،
جو ماں باپ تھے،

سب چوپائے جو تیرے ساتھ کھاتے تھے،
تجھے روتے ہیں،
صنوبری جنگلوں کے جن راستوں سے تجھے محبت تھی،
دن رات بڑبڑاتے ہیں۔
مضبوط دیواروں والے یرک کے بڑے،
تیری یاد میں روئیں
برکت کی انگلی،
ماتم ہیں سے برآمد ہو۔
او ایابنی،
میرے بھائی،
تو میرے پہلو میں کلہاڑا تھا،
اور میرے ہاتھ میں تلوار،
میری قوتِ بازو،
میری پیٹی میں خنجر،
میری ڈھال،
میرا لباس،
میرا سب سے خوبصورت زیور،
سب سے بڑی مسرت

افسوس،

تمام ملکوں میں گونج ہے۔

کسی ماتم کناں ماں کی سی

وہ راہیں روتی ہیں،

جن پر ہم اکٹھے چلا کرتے،

اور وہ جانور (روتے ہیں)

جن کا ہم شکار کرتے تھے،

چیتے اور تیندوے،

باگھ اور شیر ببر،

بارہ سنگھے اور پہاڑی بکرے،

سانڈ اور ہرنیاں،

وہ پہاڑ جس پر ہم چڑھے،

جہاں ہم نے محافظ کو مارا،

تیری یاد میں گریاں ہیں۔

دریا کا وہ کنارہ جس کے ساتھ ہم چلا کرتے،

تیری خاطر روتا ہے۔

عیلام کا اُولا اور پیارا فرات

جہاں ہم مشکیزے بھرتے تھے،

مضبوط دیواروں والے یرک کے جنگجو،
وہ جگہ جہاں آسمانی بیل قتل ہوا،
تجھے روتے ہیں،
اُریدُو کے شہری،
ابانی! تجھے روتے ہیں۔
بوائی اور کٹائی کرنے والے،
جو کبھی تیرے لئے اناج لاتے تھے،
اب تجھے روتے ہیں،
یکخت،
جس نے تجھے عطر ملا،
اب تیرے لئے بین کرتی ہے،
محل کی خواتین،
جو تیرے لئے بیوی لائیں،
تیری پسندیدہ انگشتری کے ساتھ،
اب تجھے روتی ہیں۔
نوجوان تیرے بھائی،
گویا وہ عورتیں ہوں،
لمبے لمبے بال بکھرائے ماتم کرتے ہیں،

بدبختی نے مجھے لوٹ لیا ہے۔

اے میرے چھوٹے بھائی ایابنی،

میرے سب سے پیارے دوست،

یہ کیسی نیند ہے جو تجھ پر مسلط ہو گئی ہے؟

تو اندھیروں میں گم ہو چکا ہے،

اور میری نہیں سنتا۔"

جلجامش بپھرے ہوئے شیر کی طرح ایابنی کے کمرے میں آیا اور ادھر ادھر گھومنے لگا، " اس شیرنی کی مانند جس کے بچے چھین لئے گئے ہوں — وہ ایابنی کے بستر کے گرد کبھی ادھر چکر کاٹتا اور کبھی ادھر — بال نوچ کر چاروں طرف بکھیر لئے خوبصورت پوشاک چاک چاک تھی اور یوں لٹک رہی تھی " جیسے غلیظ چیتھڑے " — صبح کاذب کی پہلی جھلک نمودار ہوئی، اور وہ چلّایا: —

" میں نے تجھے آرام کرنے کو شاہانہ مسہری دی۔ تو میرے بائیں ہاتھ ایک کاؤچ پہ کمر لگا کر بیٹھتا تھا — روئے زمین کے سلاطین تیرے پاؤں چومتے تھے۔ میں نے یرک کے شہریوں کو حکم دیا کہ وہ تیرے لئے روئیں، مرثیے پڑھیں۔ ہنستے کھیلتے لوگ رنج میں ڈوب جائیں گے۔ اور جب تو زمین کے اندر چلا جائے گا۔ تو میں تیری یاد میں اپنے بال بڑھنے دوں گا۔

شیروں کی کھال پہنے صحراؤں میں آوارہ گردی کروں گا ۔"

اگلی صبح کے دھندلکوں میں جلجامش نے پھر گریہ زاری کی۔ اسطرح سات دن اور سات راتوں تک وہ روتا دھوتا رہا۔ جلجامش کو یہ موت اس قدر گراں گزری کہ اسے اتنا رنج ہوا کہ انتہائے یاس میں اس نے موت کی حقیقت ہی جھٹلا دی۔ موت کو تسلیم کرنے پر تیار ہی نہ ہوتا تھا۔

"وہ! جس نے،

میرے ساتھ ساری مہموں میں حصّہ لیا،

آدمی کے انجام نے اسے زیر کر لیا،

سارے دن،

تمام رات،

اسپر رویا ہوں،

اور اسے دفن نہیں کروں گا۔

شاید میرا دوست،

اب بھی میری گریہ زاری سے اُٹھ کھڑا ہو۔

سات دنوں،

سات راتوں تک

حتیٰ کہ اس کے ناک سے کیڑا نکل پڑے،

(میں اسے دفن نہ کروں گا)

"جب سے وہ گیا ہے میں آرام نہیں پاسکتا،

میں میدانوں کے شکاری کی مانند گھومتا ہوں ۔۔۔"

ہفتہ بھر بعد لاش خوب پھول گئی، ناک سے کیڑے نکل آئے تعفن ہو گیا ا
آنکھیں نہ کھولنا تھیں نہ کھولیں اور جلجامش اس کے دوبارہ جی اٹھنے سے
مایوس ہو گیا۔ چناں چہ نا امید اور دل شکستہ ہو کر اس نے لاش کو دفنا د
ملک بھر کے سناروں، پیتل کے کاریگروں اور سنگتراشوں کو بلایا اور حکم دیا۔

"میرے دوست کا ایک مجسمہ بناؤ۔"

سونے کا مجسمہ ڈھال کر اس کی چھاتی پر کافی سے زیادہ لاجورد جڑا گیا۔ عقی
کے ایک پیالے میں شہد اور ایک لاجوردی پیالے میں مکھن بھر کر سخت لکڑی
میز پر رکھا۔ یہ شہد اور مکھن جلجامش نے شمش کی نذر کیا تھا۔

اس کے بعد جلجامش آنسو بہاتا مندر سے چلا گیا۔

حیاتِ جاودانی کی تلاش!

جلجامش کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا ۔۔۔ ہر وقت رونا۔ ہر وقت رو
بار بار گھبرا کر وہ محلوں سے باہر نکل جاتا ۔۔۔ موت کا ڈر اس کے اعصاب پر
طرح چھا چکا تھا۔ وحشت زدہ ہو کر اِدھر اُدھر پھرتا۔ دوست اسے سمجھا
تسلی تشفی دیتے، اس کے کارنامے یاد دلاتے مگر لاحاصل۔ چین جیسے ہم

لئے روٹھ چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اپا نپشٹم مردوں کی سرزمین" پر چلا گیا ہے۔ وہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ مٹی اسے کھانے کو ملے گی ــــ اور یہی انجام اس کا ہی ہونے والا ہے۔ آخر گھبراہٹ اسقدر بڑھی کہ وہ "آوارہ شکاری" کی طرح ریگستانوں میں نکل گیا۔ اور یہ موسم تھا جب کھجوروں پر پھل آنے والا تھا صحراؤں اور میدانوں کی خاک چھاننے لگا۔

"میں کیسے آرام کر سکتا ہوں ــــ؟ کیسے قرار پاؤں؟ دل میں مایوسی بھر گئی ہے۔ میرا بھائی اب جو کچھ ہو گیا ہے۔ موت کے بعد ویسا ہی میں بھی ہو جاؤں گا۔ موت سے سہم گیا ہوں۔ اس لئے میں اُت ناپشتم کو ڈھونڈوں گا جسے لوگ 'دور کا باسی' کہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دیوتاؤں کی مجلس میں شریک ہو گیا ہے۔ اپا نبی کی طرح مجھے موت نہ آئے، وہ دہشت انگیز ہے۔ میں اپنے مورثِ اعلےٰ اُت ناپشتم کو تلاش کروں گا ــــ"

اُت ناپشتم جلجامش کا جدامجد تھا اور دیوتاؤں کا پیارا بھی ــــ طوفانِ عظیم سے وہ نکلا تھا۔ اور دیوتا اسے ہمیشگی کی زندگی عطا کر کے دلمن کے جزیرے پر سورج باغ میں چھوڑ گئے تھے، نسلِ انسانی میں اُت ناپشتم اور اس کی بیوی دو ہی ان تھے۔ جو امر کر دئے گئے تھے۔ دِلمن کا جزیرہ دنیا کے آخری کنارے بھی پرے تھا۔ "موت کے پانیوں" سے اس پار پاتال کے ایک سمندر میں کھا[۹۸]

---

۹۸ اس جزیرے کے متعلق بابلیوں کا جو نظریہ تھا اس کا بعینہٖ چربہ ہمیں یونانیوں اور رومیوں کے ہاں ملتا ہے۔

اسی اثنا میں عشتار نے جلجامش کو کئی امراض میں مبتلا کر دیا۔ چناں چہ اب
اس کے سامنے تین مقصد تھے۔ اولاً یہ کہ اُت ناپشتم[ح ۹۹] سے ابدی زندگی کا راز
معلوم کر کے آپ بھی امر ہو جائے اور پوری نسلِ انسانی کو بھی لافانی بنا دے
ثانیاً یہ معلوم کرے کہ اصل یا صحیح زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ اور ثالثاً یہ کہ
اُت ناپشتم کی مدد سے شفا بخش پانی میں نہا کر عشتار کے دیے ہوئے داغ
امراض سے نجات پا جائے۔ اسے یقین تھا کہ اُت ناپشتم کی اعانت سے
وہ اپنے دوست ایا بنی کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ جلجامش کی فطرت کچھ ایسی

ح۹۹ بعض علما نے اُت ناپشتم کا مطلب "زندگی کا دن" بتایا ہے۔ سومیری اسے زیوسدرا کہتے
تھے۔ ایک روایت کی رو سے وہ کِدن مردوخ کا بیٹا تھا اور کدن کے معنی ہیں "مردوخ
(دیوتا) کا تابعدار"۔ یہ نام بابلی ہے سومیری نہیں۔ کیونکہ سومیریوں کے ہاں نہ تو لفظ
مردوخ ہی مستعمل تھا اور نہ اس نام کا کوئی دیوتا ہی تھا۔ اُت ناپشتم کے باپ کا نام
سومیریوں نے "اُدبہ تُوتُو" یا اوبر توت، لکھا ہے۔ اوبر توت شریپک کا بادشاہ
کچھ علما نے اُت ناپشتم کو "نوح ناپشتم" اور "ست ناپشتم" بھی پڑھا ہے۔ سومیری
نظموں کی رو سے اُت ناپشتم شریپک کا عقلمند بادشاہ اور پجاری تھا۔ اکادی کتب
میں اسے شریپک کا نیک اور دانشمند شہری بتایا گیا ہے۔ اُت ناپشتم کا ترجمہ عام طور پر
"وہ جس نے زندگی دیکھ لی" کیا گیا ہے۔

تھی کہ اسے اگر کسی کام کی دُھن لگ جاتی تو بس اسے پُورا کر کے ہی دم لیتا تھا۔ وہ گھر نہ لوٹا۔ اور روتی دھوتی ماں سے بھی نہ مِلا۔ صُبح سویرے اپنے طویل اور بیانکاہ سفر پر چل کھڑا ہوا — قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا، جان لیوا خطرات سے نظریں ملاتا اکیلا جانبِ مغرب بڑھتا ہی چلا گیا۔ شمش نے اس کی صعوبتوں سے متاثر ہو کر سمجھایا۔ کہ ہمیشگی کی زندگی کو پانے کی کوشش بے کار ہے۔ مگر جلجامش نے جواب دیا۔

"کیا میں،
صحرا میں ٹھوکریں کھانے کے بعد،
اوپر نیچے بھاگنے کے بعد
اپنا سر زمین کی گہرائیوں میں[۱۰۱] رکھ دوں،
اور سالہا سال کی نیند میں کھو جاؤں؟"

استطرح اس ضدی نے صاف الفاظ میں شمش کی بات ماننے سے انکار کر دیا کہ اتنی تگ و دو کے بعد بھی اگر میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہوں تو ایک روز مر ہی جاؤں گا۔ اور پھر معلوم نہیں کن مدتوں بعد زندگی کی صورت دیکھنا نصیب[۱۰۲] ہو، — ایک رات وہ کچھ کوہستانی دروں کے قریب آیا۔ اور یہاں اس نے دُعا مانگی۔

* مدت ہوئی میں نے ان دروں میں شیر دیکھے تھے ڈر کے مارے میں نے آنکھیں[۱۰۳] رسن

صفحہ ۱۰۰ پاتال سے مراد ہے

صفحہ ۱۰۱ صاف ظاہر ہے۔ کہ بابلی حیات بعد از ممات کے قائل تھے۔ صفحہ ۱۰۳ چاند دیوتا *

کی طرف اٹھادی تھیں۔ دعا کی تھی اور میری یہ دعا دیوتاؤں کے حضور
پہنچی بھی۔ چناں چہ اے سِن، اب (بھی) میری حفاظت کر۔"

دُعا کے بعد وہ سوگیا۔۔۔ سوتا رہا اور پھر ایک خواب دیکھ کر جاگ گیا۔ خواب میں اس نے اپنے چاروں طرف شیر جھومتے دیکھے، ہاتھ میں کلہاڑا سنبھالا، پیٹی سے تلوار کھینچی اور ان "کمان سے نکلے ہوئے تیر" کی طرح ٹوٹ پڑا کچھ شیر منتشر ہوگئے اور کچھ مارے گئے۔۔۔۔

صبح وہ آگے بڑھا۔ دشوار گزار، مہلک پہاڑی راستے اور درّے۔ ان میں مہیب جانور اور خونخوار درندے۔۔۔ مگر چاند دیوتا سِن کی مہربانی سے وہ ان پُرخطر راہوں اور پہاڑوں سے بچتا بچاتا نکل گیا۔ کتنی ہی مصیبتیں جھیلتا۔ ایک پہاڑ کی تلہٹی میں آیا۔ اونچی اونچی چوٹیوں اور نوکیلے کراڑوں پر نگاہ گئی۔ ان گنت شیر نظر پڑے۔ اور اس کا دل بری طرح کانپنے لگا[ح ۱۰۳] رات کا وقت تھا اور یہ پہاڑی گھاٹی تھی۔ اس نے سِن سے التجا کی، اور "دیوتاؤں کے سربراہ" کے فضل سے وہ یہاں سے بھی بچ نکلا۔ ان علاقوں میں اسے جان بچانے کو بارہا ہتھیار سنبھالنے پڑے اور ایسے مقابلوں میں

ح ۱۰۳ پہلے وہ بزدل نہ تھا۔ مگر اب وہ موت کو قریب سے دیکھ چکا تھا۔ اور اس کا بھیانک انجام بھی۔ کیوں کہ ایابنی نے اسکی دیکھتی آنکھوں دم توڑا تھا۔ چنانچہ ڈر نے اس کے دل میں جگہ بنالی تھی۔

ہر بار سِن کی مہربانی سے وہ سُرخرو ہی رہا۔

ہر مصیبت سے کھیلتا، ہر خطرے کو ٹالتا، ایک فلک بوس پہاڑ کے نزدیک پہنچا۔ ایکا ایکی تو وہ سورج کی خیرہ کن روشنی اور تمازت سے اندھا سا ہو گیا ——— رفتہ رفتہ آنکھیں ٹکیں پہاڑ کا نام ماشُو[ف ۱۰۴] تھا، سورج اس پہاڑ میں غروب ہوتا اور رات کو اسی میں سفر کر کے طلوع ہوتا تھا۔ زندہ انسانوں کی جیتی جاگتی دنیا اور مُردوں کی مملکت یعنی پاتال میں حدِ فاصل کا کام دیتا تھا[ف ۱۰۵]۔ اردگرد کے تمام پہاڑوں سے یہ اونچا پربت مغربی افق میں واقع تھا۔ ایک طرف تو اس کی دو چوٹیاں آسمان کو چومے لے رہی تھیں۔ اور

ف ۱۰۴ ماشُو:۔ اسے ماشی اور مشُو بھی لکھا گیا ہے۔ ماشو یا مشُو کے معنی ہیں "غروب آفتاب کا پہاڑ" یا وہ پہاڑ جہاں سورج چھپتا ہے"۔ ماش بابلی لفظ ہے اسکے ایک معنی "جڑواں" "TWIN" کے بھی ہیں۔ مَش غالباً بابلی پہاڑ کو کہتے تھے۔ برسبیل تذکرہ پاکستانی کے بروہی قبیلے میں آج بھی پہاڑ کو مَش' کہا جاتا ہے۔ اور مٹی کو مِش ۔

ف ۱۰۵ بابلیوں کے مدتوں بعد یونانیوں نے بھی یہی نظریہ پیش کیا۔ کہ ہماری زمین سے پاتال کو جانے والا راستہ ایک پہاڑ میں سے ہو کر گزرتا تھا اور یہی پہاڑ زمین کو پاتال سے الگ کرتا تھا۔ کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، کہ یونانیوں نے یہ خیال عراقیوں سے مستعار لیا تھا۔

دوسری جانب اس کی بنیادیں "ارالو"[ح ١٠٦] (پاتال) کی خبر لا رہی تھیں۔[ح ١٠٧] یہی کوہ ماشو ابھرتے اور ڈوبتے سورج کی حفاظت کرتا تھا۔ کوہ ماشو میں ایک سرنگ سی نظر آ رہی تھی، جس کے منہ پر ایک بہت بڑا پھاٹک تھا۔ بند پھاٹک کے دونو اطراف دو عظیم الجثہ اور دہشتناک پہرے دار کھڑے تھے۔ ان کے بدن آدھے انسانی اور آدھے بچھو کے تھے، اتنے بلند بالا کہ دونو کے سر آسمان کو چھو رہے تھے۔ ان کو دیکھ لینا ہی کسی کے بھی لئے مہلک ہو سکتا تھا۔ صبح شام سورج کی حفاظت ان کے سپرد تھی۔ ان کا "اگنی چکر" پہاڑوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ "بچھو مانسوں" کو دیکھتے ہی جلجامش کے ہوش خطا ہو گئے۔ چہرے پر سیاہی چھا گئی۔ اور لمحہ بھر کو اس نے آنکھیں موند لیں۔ پھر اس نے حوصلے سے کام لیکر خود کو سمجھایا کہ ان کی مدد کئے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور جب تک وہ ہمت کر کے ان کی اعانت حاصل نہ کر لیگا

ح ١٠٦ "ارالو" اس وسیع غار کا نام تھا۔ جہاں عراقیوں کے نزدیک مُردوں کی روحیں رہتی تھیں۔ بابلیوں کا یہ پاتال یا عالمِ اسفل زیرِ زمین تھا اور ان کے تتبع میں یونانی بھی اسے نیچے ہی بتلاتے تھے۔

ح ١٠٧ بالکل اسی قسم کی روایت "سکندر" سے بھی منسوب ہے۔ کہ وہ آبِ حیات کی تلاش میں چلتا چلتا ایسے پہاڑ تک پہنچا جو دنیا کا کنارہ ہے۔ اسکی چوٹی آسمان تک پہنچتی تھی۔ اور بنیادیں ساتویں زمین کی خبر لا رہی تھیں۔

اسوقت تک "ایا نبی کے انجام اور مٹی کے کھانے" سے مفر کی کوئی صورت نہیں ـــــ ٹھنڈی سانس بھر کے آگے بڑھا۔ ان کے قریب آیا۔ لیکن ان عجیب اور غریب محافظوں نے اسے بالکل گزند نہ پہنچایا، حالانکہ ان کی نظریں ہی اتنی آتشیں تھیں کہ اگر چاہتے۔ تو چشم زدن میں وہ جلجامش کو بھسم کر دیتے۔ درحقیقت ان کا خیال تھا کہ یہ خوبصورت انسان کوئی ... دیوتا زادہ ہے۔ اسی لیے انہیں اس کا بدن دیوتاؤں کا سا لگ رہا تھا۔ پھر یہ کہ ... اس دھن کے پکے سور بیر کی آمد کی اطلاع بھی انہیں پہلے سے مل چکی تھی ـــــ بچھو آدمی نے اپنی مادہ سے کہا

"وہ جو آتا ہے، دیوتاؤں کی چھب والا ہے۔"

بیوی نے میاں کی یہ بات تو مان لی کہ یرگ کے پیرڑ میں دیوتاؤں کی جھلک ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ رائے بھی ظاہر کی کہ

"وہ دو تہائی دیوتا ہے، مگر ایک تہائی انسان ہے"

بچھو مرد نے یہ بتایا کہ جلجامش دیوتاؤں کی مرضی سے ہی تو کوہ ماشو تک آیا ہے۔ جلجامش کو یہ دیکھ کر اور بھی حوصلہ ہوا کہ وہ بچھو تو ہیں نہیں، الٹا مہربان نظر آرہے ہیں ـــــ وہ ان کے اور نزدیک آ گیا۔ بچھو مانس نے جلجامش سے، "دیوتاؤں کے بچے" سے استفسار کیا ـــــ

"تو کیوں اتنی دور چل کر آیا ہے؟ کس کے لیے تو نے خطرناک پانیوں

کو عبور کر کے یہ لمبا سفر طے کیا ہے ؟ اپنے آنے کا سبب مجھے بتا۔"

"اینابنی کی خاطر — میں اسے بہت چاہتا تھا۔ ہم نے مل کر ہر قسم کی سختی جھیلی، اس کے لئے میں آیا ہوں۔ کیونکہ انسان کی عمومی تقدیر (موت) اسے لے گئی ہے۔ میں اس کے فراق میں دن رات رویا ہوں۔ میں نے اسے دفن نہیں کیا۔ خیال تھا۔ کہ میری گریہ زاری سے وہ جی اٹھیگا۔ جب سے وہ گیا ہے۔ میری زندگی ہی میں کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ اسی لیے میں انت ناپشتم کی تلاش میں یہاں تک پہنچا ہوں، کیوں کہ مشہور ہے کہ وہ دیوتاؤں کی مجلس میں شامل ہو گیا ہے۔ اور اب سدا زندہ رہے گا۔ میں اس سے زندگی اور موت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ میں اس سے پوچھوں گا۔ کہ دائمی جوانی کیسے مل سکتی ہے۔ اور صحیح زندگی کا مفہوم کیا ہے ؟ —"

بچھو آدمی نے اپنا منہ کھولا اور بتایا :—

" ابدی زندگی کا راز ایسا راز ہے جسے کبھی کسی آدمی نے نہیں جانا۔ کوئی شخص اس امر دریش تک نہیں پہنچا، کیونکہ جس راستے کی ہم نگرانی کرتے ہیں۔ وہ سورج کا راستہ ہے۔ اور چھتیس ۳۶ میل اسکی لمبائی ہے۔ یہ راہ ایسی (خطرناک) ہے۔ جس پر انسان کے پاؤں نہیں ٹک سکتے — جو کچھ تو نے کہا ہے وہ عورت سے جنم لینے والے کسی آدمی نے نہیں کیا

ہے کوئی فانی انسان اس پہاڑ میں سے ہو کر نہیں گزرا. تیرے سامنے یہ چھتیس[۳۶] میل لمبی تاریک سرنگ ہے. تجھے بارہ کسبو[۱۰۸] تک اس اندھیرے میں سفر کرنا ہوگا. جب کہیں جا کر روشنی دیکھنے کو ملے گی. وہاں مطلق اجالا نہیں ہے. اندھیرا ہی اندھیرا ہے. جس میں دل بیٹھ بیٹھ جاتا ہے — طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک روشنی نام کو نہ ہوگی —"

اور اس نے جلجامش کو راستہ دینے سے انکار کر دیا. جلجامش نے پُرنم آنکھوں سے التجا کی —

"گو مجھے رنجیدہ، گریاں اور ٹھنڈی آہیں کھینچتے جانا ہوگا. کتنا ہی اندھیرا ہو، کتنی ہی سردی گرمی ہو، کیسی ہی مصیبتوں اور دکھوں کا سامنا ہو، پھر بھی جانا تو ہوگا — پہاڑ کا دروازہ کھول دے —"

بچھو مانس کو رحم آ گیا —

"جا جلجامش — جا. میں تجھے کوہ ماشو اور (ان) بلند سلسلوں سے گزرنے کی اجازت دیتا ہوں. دیوتا کریں، کہ تیرے پاؤں تجھے سلامتی سے گھر واپس لے جائیں —"

جلجامش نے بچھو آدمی، کے کہنے پر عمل کیا، اور سرنگ میں داخل ہو گیا "سورج کی سڑک"

---

۱۰۸ بارہ کسبو — چوبیس گھنٹے۔

پر ہو لیا۔ اس کا رُخ اس طرف تھا، جہاں سے سورج نکلتا تھا۔ سرنگ اندھیری اور نم نم تھی۔ وہ بغیر رکے بڑھتا ہی رہا۔

"وہ ایک دگنے گھنٹے تک اپنا راستہ ٹٹولتا بڑھا،

گھنی تاریکی ہر طرف سے اسے گھیرے رہی۔

وہ دو دُگنے گھنٹے اپنا راستہ ٹٹولتا بڑھا،

گھنی تاریکی ہر طرف سے اسے گھیرے رہی۔"

اتنا مشکل سفر تھا کہ جلجامش کے دانتوں کو پسینہ آ گیا کوئی امید نہ رہ گئی تھی، کہ اجالا پھر کبھی دیکھ سکیگا۔ سرنگ کی انہی تاریکیوں میں سورج بھی سفر کرتا تھا،

"تین میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،

ذرا بھی اجالا نہ تھا،

نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے۔

چھ میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،

ذرا بھی اجالا نہ تھا،

نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے۔

نو میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،

ذرا بھی اجالا نہ تھا،

نہ اُسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے۔

بارہ میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا۔

ذرا بھی اُجالا نہ تھا،
نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے،
پندرہ میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،
ذرا بھی اُجالا نہ تھا،
نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے،
اٹھارہ میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،
ذرا بھی اجالا نہ تھا،
نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے،
اکیس میل سفر کے بعد اندھیرا گہرا ہو گیا،
ذرا بھی اجالا نہ تھا،
نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے،
چوبیس میل سفر کے بعد،
جلجامش بری طرح چلایا،
کیوں کہ اندھیرا گہرا تھا،
اور نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے،
ستائیس میل سفر کے بعد،
اس کے چہرے سے شمال کی ہوا کھیلنے لگی،
لیکن اندھیرا گہرا تھا،

ذرا بھی اجالا نہ تھا،
اور نہ اسے آگے کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ پیچھے۔
تیس میل سفر کے بعد،
وہ سرنگ کے دوسرے کونے کے قریب
پینتیس میل سفر کے بعد،
صبح کی تیز روشنی کی ایک جھلک دیکھی،
جو اندھیرے کو چیرتی لرز رہی تھی،
امجد اس کرن کی طرف،
اندھا دھند، بے صبری
بھاگا۔
چھتیس میل سفر کے بعد،
چھپٹ کر سرنگ سے باہر ہو گیا،
سورج سامنے جگمگا رہا تھا —"

اب وہ انتہائی دلفریب باغ میں کھڑا تھا، یہ باغ دیوتاؤں کا تھا، عجیب و غریب اور نظروں میں کھب جانے والا باغ — ایسا گلستان نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ سُنا — گھنیرے درخت جا بجا لہرا رہے تھے۔ پھلوں کی جگہ انمول ہیرے تھے۔ بیلوں پر عقیق کے انگور، جھاڑیوں کے پتے لاجوردی، کانٹوں اور اونٹ کٹاروں کی بجائے لعل و جواہر، یشب اور سمندری موتی جڑے تھے — درختوں اور

تالابوں کے درمیان دیوتاؤں کا متبرک درخت گھرا کھڑا تھا۔ ہر قسم کے خوش ذائقہ اور مہکتے پھل لگے تھے۔ ضیا بار لاجوردی شاخوں پہ سونا منڈھا تھا، چوٹی پہ کے پھلوں میں آفتاب کی سی چمک دمک تھی۔ نیچے ہیرے جواہرات کا ذخیرہ جھلمل کر رہا تھا — بلا کا سکوت تھا، جلجامش اس خاموشی سے بہت متاثر ہوا۔ دیوتاؤں کے باغ کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں ایسا کھویا کہ مہینوں کی تکان، سخت کوشی اور کوفت سب بھول گیا۔

باغ سے آگے سمندر تھا، موت کا سمندر۔ فطرت کی شائستگی سے محظوظ ہوتا ساحل کیطرف بڑھا۔ شمش نے اسے دیکھا کہ شیر کی کھال پہنے تھا۔ جانوروں کو کچا گوشت اس کی خوراک تھی، وہ مصائب سے کچلا نظر آرہا تھا۔ شمش نے جلجامش کو سمجھایا :—

"جلجامش آگے مت بڑھ — یہ مسرتوں کا باغ ہے، ذرا توقف کر اور یہاں لطف اندوز ہو — اس سے پہلے دیوتاؤں نے کسی فانی پر عنایت نہیں کی ہے۔ اس سے زیادہ کی تو امید بھی نہ رکھ — وہ زندگی کبھی نہ پائیگا۔ جس کی آس تجھے لگی ہے۔ نہ تو کبھی کوئی آدمی ادھر سے گیا ہے اور نہ جائیگا۔ اسوقت تک (نہ جا سکے گا) جبتک کہ سمندر پہ ہوائیں چلتی ہیں۔"

مگر اس ضدی پر شمش کے سمجھانے کا بھی کچھ اثر نہ ہوا :—

"اب جبکہ میں اتنی مصیبتیں اور آفتیں سہہ چکا ہوں تو کیا اسلئے کہ میں

سو جاؤں، اور دھرتی میرا سر ہمیشہ کیلئے ڈھانپ لے؛ میری آنکھوں کو
سورج کا دیدار اسوقت تک کرنے دے، جبتک وہ چندھیا نہ جائیں،
میری حالت اب مردے سے بہتر نہیں ہے۔ لیکن مجھے سورج کی
روشنی دیکھتا رہنے دے —"

باغ کے آخری کنارے پر سبیتم سدوری[109] کا محل تھا۔ اور اس سے پرے ان نیلگوں پانیوں کا سمندر تھا جنہیں کبھی کسی نے پار نہیں کیا تھا۔ اور جو آئینے سے زیادہ شفاف اور نیلم سے زیادہ نیلے تھے۔ یہی "موت کا سمندر" تھا جس کا پانی دنیا کے چاروں طرف موجیں مار رہا تھا۔ سبیتم شراب اور انگوروں کی دیوی تھی۔

---

[109] سبیتم سدوری :- ھومیل (HOMEL) کے خیال میں سبیتم کا مطلب ہے "سبو (کے علاقے سے) آنے والی"۔ سبیتم کا آخری حصہ یعنی "تم" صیغہ مونث کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ ہومیل سبو کو عرب کا ایک علاقہ قرار دیتا ہے۔ گویا سبو وہی مشہور عربی خطہ "سبا" ہے جو جنوبی عرب میں ہے۔ اگر سبیتم کے معنی یہی مان لئے جائیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سبیتم اصل میں عربوں کی دیوی تھی۔ جو بعد میں عراق پہنچی۔ یہ شراب کشید کرنے کی دیوی تھی اور سمندر کے کنارے رہتی تھی۔ سینڈرز (SANDARS.) کے خیال میں شاید یہ سمندر بحیرۂ روم تھا۔ ہتری زبان میں سدوری کے معنی ہیں "نوعمر خاتون"۔ غالباً وہ عشتار کا ہی کوئی روپ تھی۔

شراب وہی بناتی تھی۔ وہ کنارِ سمندر پر دیوتاؤں کے باغ میں ایک سنہری پیالہ اور کئی جام لئے بیٹھی رہتی تھی۔ یہ پیالہ اور یہ سب ہمانے دیوتاؤں نے اسے دئیے تھے، اس کا شاندار محل بھی وہیں تھا۔ جلجامش اسے دیکھکر ادھر ہی بڑھا۔ سبیتم کے رخِ روشن پر دبیز نقاب پڑی رہتی تھی۔ اچانک اس نے دیکھا۔ کہ کوئی آدمی گرتا پڑتا چلا آرہا ہے۔ چہرے سے واماندگی کے آثار ہویدا ہیں۔ الجھی اور بنا تراشی داڑھی، بدن پر جانور کی کھال، جگہ جگہ سے جلد پھٹی ہوئی، دھوپ سے جھلسا بدن ـــ زخمی اور رِستے ہوئے ہاتھ جو کوہِ ماشو کی طویل اور کھردری سرنگ کا مسلسل سہارا لیکر چلنے سے خون دینے لگے تھے، صاف نظر آتا تھا کہ منزلیں مارتا آرہا ہے۔ سوچنے لگی ـــ

"بلاشبہ یہ کوئی مجرم ہے۔ اب یہ کہاں چلا ہے؟"

وہ ڈر گئی۔ جھجھک کر اٹھی اور جلدی سے محل میں داخل ہو کر دروازہ کی کنڈی چڑھالی، کنڈی کی آواز سُن کر جلجامش نے اپنا سر پھاٹک پر دے مارا۔ اور اس کے کواڑوں میں پاؤں پھنسا کر بولا :ـــ

"نوجوان خاتون ـــ شراب بنانے والی ـــ کیوں دروازہ بند کرتی ہے ـــ ایسا کیا دیکھ لیا جو دروازہ بند کرنے لگی ہے۔ میں اسے توڑ ڈالوں گا۔ تیرا پھاٹک اُکھاڑ پھینکوں گا۔ کیونکہ میں جلجامش ہوں، جس نے آفاقی بیل کو زیر کر کے قتل کیا۔ میں نے صنوبر کے جنگل کا نگران مارا۔

میں نے حمبابا کو ختم کر دیا، جو جنگل میں رہتا تھا، اور میں نے دروں میں شیر مارا"

سبیتم کھڑکی میں سے پوچھنے لگی۔

"اگر تو وہی جلجامش ہے، جس نے آسمانی سانڈ کو مغلوب کر کے قتل کیا، جس نے صنوبری جنگل کے محافظ کو ختم کیا، جس نے حمبابا کو مارا۔ جو جنگل میں رہتا تھا۔ اور پہاڑی دروں میں شیر کا خاتمہ کیا۔ (اگر تو وہی جلجامش ہے) تو تیرے گال ایسے پژمردہ کیوں ہیں، تیرا چہرہ اتنا ستا ہوا کیوں ہے؟ تیرا دل اتنا اداس کس لئے ہے؟ اور منہ اس آدمی کی مانند کیوں ہے۔ جس نے طویل سفر طے کیا ہو! ......

....

...... کس لئے تیرا منہ سردی اور گرمی سے جھلسا ہوا ہے۔؟ چراگاہوں سے گزرتا، ہوا کے تعاقب میں کس لئے یہاں تک آیا ہے؟

جلجامش نے زبان کھولی:—

"اور کیوں نہ میرے گال پژمردہ اور چہرہ ستا ہوا ہو؟ میرے دل میں اداسیاں بھری ہیں۔ میرا منہ لمبی مسافت طے کرنے والے شخص کی طرح ہے، یہ سردی اور گرمی میں جلا تھا — میں کیوں نہ چراگاہوں میں ہوا کی تلاش میں پھروں؟ میرا دوست، میرا چھوٹا بھائی— جو صحرائی گورخروں اور میدانی چیتوں کا شکار کرتا تھا۔ میرا دوست

میرا چھوٹا بھائی — جس نے آفاقی بیل کو زیر کیا۔ اور اسے مارا، اور
حمبابا کو صنوبری جنگل میں مغلوب کیا — میرا دوست، جو مجھے بہت
پیارا تھا، جو میرے شانہ بشانہ خطروں کا مقابلہ کرتا رہا — ایا بنی!
میرا بھائی، جسے میں چاہتا تھا — انجامِ فانی نے اسے آلیا۔ میں
اسکے لئے سات دن اور سات راتیں تک رویا، حتیٰ کہ اس پر ورم
آگیا۔ اپنے بھائی کی وجہ سے میں موت سے ڈر گیا ہوں۔
جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہوں، اور چین نہیں پا سکتا — لیکن
اے دوشیزہ — شراب کشید کرنے والی — اب میں نے تیرا
مکھڑا دیکھ لیا ہے — مجھے موت کا منہ نہ دیکھنے دے۔ جس سے
میں اتنا ڈرتا ہوں —"

پھر جلجامش نے اس شرابوں والی سے التجا کی کہ دروازہ کھول دے اگر کوئی
اثر نہ پاکر اس نے دروازہ توڑ دینے کی دھمکی دی۔ جلجامش کی دھمکیوں سے
اس کی ضد سے مجبور ہو کر سبیتم نے کواڑ کھول دیئے اور اسے سامنے
بلا کر سمجھانے لگی۔

اصل زندگی یا مقصدِ حیات

"جلجامش!

تو کہاں گھوم رہا ہے ؟
تو کیوں اس راستے کے پیچھے بھاگتا ہے ؟
جس زندگی کی تجھے تلاش ہے،
کبھی نہ ملے گی۔
دیوتاؤں نے،
جب انسان کی تخلیق کی ،
انہوں نے،
موت کو اس کا شریک ٹھیرایا ،
اور زندگی اپنے ہاتھوں میں رکھی،
جلجامش ،
اچھی چیزوں سے اپنا پیٹ بھر،
دن رات شادکام رہ ،
دن خوشیوں سے بھر دے،
ہر روز مسرت بخش تقریب منا ،
کھا اور شراب پی،
اور خوش رہ ،
دن اور رات مسرور رہ ،
دن اور رات ،

رات اور دن،
رقص اور سرود میں کھویا رہ،
رقص کر اور خوشیاں منا،
نئی نئی پوشاکیں پہن،
سر دھو اور غسل کیا کر،
دیکھ اس بچے کو،
جو تیرا ہاتھ تھامے ہو،
پیار کر اس سے۔
بیوی کو سینے سے لگا اور (اسے)،
شادمانیاں دے،
مردوں کے لئے صرف یہی باتیں ہیں،
اور یہی انسانی زندگی کا مقصد،
اسی کے لئے تجھے پیدا کیا گیا تھا۔"

جلجامش اس "فلسفۂ حیات" سے کہاں مطمئن ہو سکتا تھا، اس نے پھر ضد کی۔ "کنواری حسینہ میں کیسے پُرسکون ہو سکتا ہوں؟ کس طرح چین پا سکتا ہوں۔ اس صورت میں کہ میرا پیارا ایابنی خاک ہوا پڑا ہے۔ اور میں بھی مر جاؤں گا۔ اور ہمیشہ کے لئے سپرد زمین ہو جاؤں گا۔

دوشیزہ ـــــ مجھے بتا کہ اُوبر تو تُو کے بیٹے ات ناپشتم کو کون سا راستہ جاتا ہے ـ کون سے اطراف ہیں وہ ـــــ مجھے وہ سمتیں بتا ـ اگر ممکن ہے تو میں سمندر کو عبور کر جاؤں گا، اور اگر یہ ممکن نہیں تو میں پھر بھی جہاں گردی میں مصروف رہوں گا۔"

سبیتم ہنس دی ۔ اس نے مشورہ دیا :ـــــ

"یرک لوٹ جا اے بادشاہ،
ان نعمتوں کا خیال کر جو دیوتاؤں نے تجھے بخشی ہیں۔
دیوتاؤں کا مشکور ہو،
اپنے اچھے محل میں رہ،
بڑی بڑی جنگیں لڑ،
ہنسی خوشی کھا پی،
بیوی کا سر کاندھے سے لگا،
اور آرام سے سو۔
اسطرح تو اپنے دنوں تک زندہ رہے گا، ح۱۱۰
اور جب موت کا پرندہ تجھ پر پرواز کرے،
اسے قبول کرـــــ"

ح۱۱۰ یعنی مقررہ عمر پائے گاـــــ،

جلجامش کا مگر ایک ہی مطالبہ تھا ——

"سبیتم ——

اتناپشتم تک کس راہ سے پہنچوں،

ہو سکے،

تو مجھے سمندر عبور کرنے کی اجازت دے،

نہیں تو مجھے زمین پر لیٹ جانے دے[۱۱۱]" ——

سبیتم جھنجھلا کر بولی۔

"او جلجامش —— یہاں ناؤ کبھی موجود نہیں رہی۔ پرانے زمانوں سے کسی بھی فانی نے اس سمندر کو ابتک اس سمندر کو پار نہیں کیا ہے۔ صرف پُر جلال آفتاب ہی اسے عبور کرتا ہے۔ شمش کے علاوہ اور کسی نے اسے پار نہیں کیا —— راہ بہت جوکھم کی ہے۔ "موت کے پانی" —— بہت گہرے ہیں۔ "موت کے پانیوں" کے درمیان قفل پڑا ہے —— جلجامش تو کیسے اسے عبور کر سکتا ہے۔ جب تو "موت کے پانیوں" کے نزدیک پہنچیگا، تو پھر تو کیا کرے گا۔؟"

وہ اب بھی نہ مانا، تنگ آکر شرابوں کی حسینہ نے اسے بتا دیا :——

"اتناپشتم دور دراز ایک جزیرے میں رہتا ہے۔ اس تک پہنچنے

ص ۱۱۱ مطلب یہ کہ اگر سبیتم نے جلجامش کو راستہ اور ذریعہ نہیں بتایا تو جلجامش کی موت یقینی

کے لئے سمندر کو پار کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ سمندر "موت کا سمندر" ہے۔ کسی زندہ آدمی نے اسے عبور نہیں کیا ــــ نیچے جنگل میں تجھے ات ناپشتم کا کشتی بان یُور شنابی ملیگا۔ وہ اِدھر ایک سفر پر آیا ہوا ہے۔ اس کے پاس مقدس چیزیں ہیں، پتھر کی چیزیں ــــ وہ کشتی کا اگلا حصہ ناگ کی شکل کا بنا رہا ہے۔ اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ اگر ممکن ہے تو وہی تجھے پار لیجا سکتا ہے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر تُو واپس ہو جانا ــــ"

یہ باتیں سن کر جلجامش نے ہاتھ میں کلہاڑا سنبھالا، پیٹی سے تلوار سونتی اور کنارِ ساحل کی طرف "تیر کی مانند" لپکا۔ یور شنابی کی کشتی ساحلِ سمندر کے نزدیک ایک چھوٹی سی کھاڑی میں کھڑی تھی۔ یہ وہی کشتی تھی، جسمیں سوار ہو کر ات ناپشتم سیلابِ عظیم سے بچ نکلا تھا۔ جلجامش نے یور شنابی[ح ۱۱۲] کو ڈھونڈ ہی نکالا۔ وہ اسوقت جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ اور نوکر چاکر اس کا پہرہ دے رہے تھے ان ملازموں کو عرفِ عام میں "وہ جو زندہ رہنے کیلئے شاداں رہتے ہیں" کہا جاتا تھا ــــ

جلجامش ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں سے یور شنابی کی آنکھوں میں آنکھیں

ح ۱۱۲ اس کے کئی نام اور بھی آئے ہیں۔ اُرِدی اِبا، اَدادابا، پُزُر شاری، لَبی شُرسُونابو، پُزُر اُمُری، پُزُرگُرجَل۔ یور شنابی ہر روز موت کے ان پانیوں کو عبور کرتا تھا۔ جو سورج کے اور اس فردوس کو ایکدوسرے سے جدا کرتے تھے جہاں ات ناپشتم رہتا تھا۔ (باقی اگلے صفحے

ڈال سکتا تھا۔ کشتی بان نے پوچھا:۔۔۔

"مجھے اپنا نام بتا، میں یورشنابی ہوں، دور کے باسی 'اُت ناپشتم کی
کشتی کا کھویا۔"

"جلجامش میرا نام ہے۔ میں یرک کا ہوں، انو کے گھر کا"

"تیرے گال اتنے پژمردہ اور چہرہ اسقدر ستا ہوا کیوں ہے؟
دل مایوس اور منہ ایسا کس لئے ہے۔ جیسے دور کی منزلیں کاٹی
ہوں؟ ہاں تیرا منہ سردی اور گرمی سے جھلس کیوں گیا ہے؟
اور مرغزاروں میں آوارہ گردی کرتا ہوا یہاں تک ہوا کے
تعاقب میں کس لئے آیا ہے؟"

"میرے گال مرجھائے ہوئے اور منہ اُترا ہوا کیوں نہ ہو؟ دل میں مایوسیاں بھری ہیں۔ اور چہرہ ایسا ہے جیسے کسی نے دور دراز کا سفر طے کیا ہو۔ میں گرمی سردی میں جھلسا ہوں۔ کیوں نہ میں جنگلوں میں گھوموں؟ میرا دوست! میرا چھوٹا بھائی جس نے آسمانی بیل کو زیر کر کے قتل کیا اور حمبابا کو صنوبری جنگل میں مغلوب کیا اور جس نے میرے سے کندھا ملا کر خطرات کا سامنا کیا۔ ایابنی میرا بھائی، جس سے مجھے پیار تھا۔ اسے تانیت کے انجام نے

(بقیہ صفحہ ۱۸۶ کا حاشیہ) چونکہ وہ جلجامش کو اُت ناپشتم کے پاس لے گیا اسلئے اُت ناپشتم نے اسے ناراض ہو کر نکال دیا تھا۔

اٹھا لیا۔ میں اس کے لئے سات دن اور سات رات تک رویا، حتیٰ کہ اسے
کیڑا لگ گیا۔ اس کا انجام مجھ پر بہت بھاری ہے۔ میں کیسے چپ رہوں؟ کیسے
آرام کروں؟ وہ خاک ہو چکا اور میں بھی مر جاؤں گا۔ اور ہمیشہ کیلئے زمین
میں رکھ دیا جاؤں گا۔ موت سے میں ڈر چکا ہوں۔ یورشنابی مجھے وہ راستہ دکھا
جو اُت ناپشتم کو جاتا ہے۔ اگر ممکن ہے تو میں موت کے پانیوں کو عبور کر جاؤنگا
اگر نہیں تو میں اور بھی آگے صحرا نوردی کروں گا۔ اور اب یورشنابی،
اُت ناپشتم کے پاس کس راہ سے پہنچوں، ممکن ہو تو مجھے سمندر عبور کرا دے"
ناممکن ہے تو مجھے دھرتی پر پڑ جلنے دے۔"

یورشنابی بھی اسے شمش، بچھومائس اور سیدیتم کیطرح سمجھانے لگا کہ ہمیشگی کی زندگی کی تلاش سعئی لاحاصل ہے اس کے علاوہ اس نے جلجامش کو موت کے پانیوں سے بھی ڈرایا۔

"ان ناقابلِ عبور پانیوں میں سفر کرنا بے حد خطرناک ہے۔ ان سے
کوئی بھی بچ نہیں سکتا ہے۔ اُت ناپشتم کا مسکن چاروں طرف سے سیاہ
سمندری چٹانوں اور کراڑوں سے گھرا ہے۔ ان چٹانوں کی وجہ سے
کوئی بھی اس سمندر کو پار نہیں کر سکتا ہے۔"

مگر جلجامش نے پہلے کس کی مانی تھی جو اس کی سُنتا۔ نصیحتوں کے جواب میں اپنا کلہاڑا تولا اور یورشنابی کی کشتی کے پرخچے اڑانے شروع کر دیئے۔ اور

ساتھ ہی کشتی میں پڑے ہوئے مقدس پتھر، یا "پتھر کی چیزیں" پانی میں پھینک دیں[١١٣]
ملاح نے اس منہ زور کی کارروائی سے گھبرا کر اس کی بات مان لی۔

"جلجامش تو نے خود اپنے ہاتھوں سے سمندر پار کرنے میں رکاوٹ کھڑی کر دی ہے۔ تو نے "پتھر کی چیزیں" ضائع کر کے کشتی کی سلامتی کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔"

"یورشنابی تو مجھ پر اسطرح کیوں برس رہا ہے؟ تو خود دن کو۔ رات کو سمندر پار کرتا ہے۔ ہر موسم میں اسے عبور کرتا ہے"

"انہی پتھروں کی وجہ سے تو میں آیا جایا کرتا تھا۔ لیکن اب جنگل میں جا اور کلہاڑے سے بانس کاٹ۔ ایک سو بیس[١٢٠] بانس۔ ان کی لمبائی نوّے فٹ ہو، ان پر رال ملنا۔ اور ان کی نوک پر شام لگا کے یہاں لے آ۔ لمبا سفر ہے اور تجھے ان سب چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ ایک شرط ہے۔ کہ موت کے پانیوں کو ہرگز ہرگز مت چھونا۔ جب ایک بانس پانی میں اتر جائے۔ تو اسے چھوڑ کے دوسرا استعمال کرنا، تاکہ تیری انگلیوں پر موت کے پانی کا کوئی قطرہ نہ لگ جائے۔"

١١٣۔ ہم سمجھ نہ سکے کہ یہ "مقدس پتھر" یا "پتھر کی چیزیں" کیا تھیں۔ اور کیا ان کا مصرف تھا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے۔ کسی عالم اور محقق نے بھی اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔

جلجامش جنگل میں گیا۔ ایک سو بیس[۱۲۰] بانس کاٹے ہر ایک کی لمبائی نوے[۹۰] فٹ تھی۔ رال ملی اور ان کے کناروں پر شام لگائی۔ ان کے علاوہ اس نے پانچ گار[۱۱۴] لمبا چپو بنایا۔ پھر وہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ اور اسے سمندر کی موجوں میں ڈال دیا۔ جلجامش کا یہ سفر سب سے خطرناک تھا۔ "جہاز ایک سمت سے دوسری سمت جھومتا جاتا تھا"۔ جہاں کہیں اچانک کوئی چٹان یا کراڑا آجاتا جلجامش حیرت انگیز پھرتی سے کشتی کو صاف بچا لیتا۔ ایک ماہ پندرہ دن بعد۔ تیسرے دن[۱۱۵] وہ موت کے پانیوں کے قریب پہنچے، اسجگہ سے آگے کشتی کھے لیجانا جوکھم کا کام تھا۔ یہاں پانی تو اس قدر گہرا نہ تھا۔ مگر بہاؤ اتنا تیز تھا۔ کہ بائیڈ شاہ۔ پانی کے اس مہلک کے دھارے چوڑائی بس اتنی تھی کہ چپو کے بارہ ہاتھ مارنے پر ہی کشتی پار مگر دھارے کی تندی کی وجہ سے کئی گنا زیادہ ہاتھ مارنے پڑتے تھے، اور پھر کسی ایسے کھیلنے والے کی ضرورت تھی جو مافوق الفطرت طاقت رکھتا ہو، یور شنابی نے جلجامش کو تاکید کی،

"چلا چل"

---

۱۱۴ گار:۔ پیمائش کا ایک طویل پیمانہ۔

۱۱۵ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ "تیسرے دن" سے ان کی مراد ہفتہ کا تیسرا دن ہے۔ سفر کا تیسرا دن نہیں۔ بعض علماء نے تیسرے دن کی تشریح یوں کی ہے۔ کہ جلجامش وغیرہ نے ڈیڑھ ماہ کا سفر تین دن میں طے کر لیا تھا۔

"ایک بانس لے اور پانی میں ڈال،
ہاتھوں کو پانی ہرگز نہ لگنے پائے،
جلجامش،
دوسرا بانس لے،
تیسرا بانس لے،
چوتھا لے،
جلجامش اب پانچواں لے
اب پانچواں لے،
چھٹا اور ساتواں لے،
جلجامش آٹھواں لے
آٹھواں لے،
نواں،
دسواں،
جلجامش،
گیارھواں لے،
بارھواں ـــــــ"

مش نے ایک سو بیس ہاتھ مارے اور سب بانس بھی ختم ہو گئے۔ دھارا

تو پار کر لیا۔ مگر اصل منزل ابھی نہیں آئی تھی ۔۔ اب کیسے آگے چلیں۔ موت سامنے منہ کھولے کھڑی تھی۔ اچانک جلجامش نے اپنا قمیص پھاڑا، اور دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سیدھا سر سے اونچا کر لیا۔ جیسے مستول پر بادبان لہرا رہا ہو۔ جیسے قمیص بادبان ہو اور جلجامش کے ہاتھ مستول قمیص کے اس 'بادبان' اور جلجامش کے ہاتھوں کے ان 'مستولوں' کے بل پر کشتی رواں رہی۔ اگر وہ یہ ترکیب نہ کرتا۔ تو ان کی تباہی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ ف ۱۱۶ کتنی ہی مصیبتیں اُٹھا کر آخر ایک روز وہ ات ناپشتم کے جزیرے پاس پہنچ ہی گئے، وہ ات ناپشتم جسے لوگ " دور کا آدمی " کہتے تھے۔ اور اسکا جزیرہ

ف ۱۱۶ :- ایک جگہ یوں آیا ہے۔ کہ اس تند دھارے پر پہنچکر۔ یورشنابی نے چپو جلجامش کو دے دیا، جلجامش نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور یورشنابی گنتا رہا۔ کہ جلجامش کتنے ہاتھ مارتا ہے۔ اس کے علاوہ یورشنابی ایک اور چال بھی چلا۔ ایک سو بیس بانس تو اس کے پاس تھے ہی، ایک اٹھایا اور اسے پانی کی تہ میں لٹکا دیا۔ اور اس کا سہارا لیکر کشتی کو آگے بڑھایا۔ جب کشتی بانس کو چھوڑ کر ذرا آگے سرکی۔ تو وہ بانس پانی ہی میں ڈال دیا۔ اور دوسرا استعمال کیا۔ اس طرح سارے بانس کام میں لائے گئے۔ تب کہیں جاکر بڑی ہی مشکلوں سے وہ موت کا دھارا عبور کیا جا سکا۔

"مبارک جزیرہ" کہلاتا تھا۔ اسی جزیرے میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی بسر کر رہا تھا،

ایک روز اُت ناپشتم ساحلِ سمندر پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا تھا، نظریں کھلے سمندر پر جمی تھیں۔ اچانک اسے اپنی کشتی دکھائی دی جو آہستہ خرامی سے، بے کنار پانیوں کا سینہ چیرتی ـــــ موجوں سے لڑتی، کشمکش کرتی ـــــ لڑکھڑاتی چلی آ رہی تھی۔ اسے سخت اچنبھا ہوا۔ بڑبڑانے لگا:ـــ

"کوئی گڑبڑ ہے ـــ معلوم ہوتا ہے کشتی کے آلات ٹوٹ چکے ہیں۔ بغیر بادبان اور مستول کے کشتی ادھر کیسے آ رہی ہے؟ متبرک پتھر، کیونکر ضائع ہو گئے ـــ اور ناخدا کیوں کشتی نہیں چلا رہا ـــ وہ میرا آدمی تو نہیں ہے ۱۱؎ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔"

اور جب کشتی نزدیک آئی تو اسے وحشی قسم کا جلجامش نظر آیا۔ جو اپنی قمیص، بادبان کے طور پر اٹھائے ہوئے تھا۔ عشتار کی لگائی ہو بیماریاں اس جانکاہ سفر میں اور بھی بڑھ چکی تھیں۔ تکان نے اسے چور چور کر دیا تھا۔ ساحل کے پاس پہنچ کر وہ بے دم ہو کر کشتی ہی میں گر پڑا۔ اس میں اتنی

۱۱؎ جلجامش کو دیکھ کر اُت ناپشتم نے یہ الفاظ کہے، اسے پور شنابی نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہمت بھی نہ رہ گئی تھی کہ اُٹھ کر کنارے پر آسکتا۔ ات ناپشتم نے اسے غور سے دیکھا۔ بے تکے اور بے ترتیب بال، جگہ جگہ سے جلد پھٹی ہوئی — اس کا برا حال تھا — ات ناپشتم نے پُوچھا :—

"کون ہے تو ؟ — تو جو یہاں جانوروں کی کھال پہنے تھکا ماندہ پژمردہ گال اور اترا ہُوا منہ لئے آیا ہے۔ اور اب کدھر کا قصد ہے؟ سمندر کا یہ خطرناک اور طویل سفر تو نے کس لئے اختیار کیا ؟ اپنے آنے کا سبب مجھے بتا ؟"

"جلجامش میرا نام ہے۔ یرک سے آیا ہوں، انو کے گھر سے"

"اگر تو جلجامش ہے تو تیرے گال ایسے پژمردہ کیوں ہیں ؟ تیرا چہرہ اسقدر کیوں سُتا ہُوا ہے ؟ دل کس لئے اتنا اداس ہے ؟ اور منہ اس آدمی کی طرح کیوں ہے جس نے لمبا سفر طے کیا ہو ؟ کس لئے تیرا چہرہ سردی اور گرمی سے جھلسا ہُوا ہے ؟ چراگاہوں سے گزرتا ہُوا — ہوا کے تعاقب کس لئے یہاں تک آیا ہے ؟"

"اور کیوں نہ میرے گال مرجھائے ہوئے اور چہرہ ستا ہُوا ہو ؟ میرے دل اداسیاں بھری ہیں۔ میرا منہ لمبی مسافت طے کرنے والے شخص کی طرح ہے۔ یہ سردی اور گرمی میں جلا تھا میں کیوں نہ چراگاہوں میں ہوا کے پیچھے پھروں ؟ میرا دوست

میرا چھوٹا بھائی — جس نے آفاقی بیل کو زیر کر کے مارا۔ اور حمبابا کو صنوبری جنگل میں مغلوب کیا — میرا دوست، جو مجھے بہت پیارا تھا، جو میرے ساتھ ساتھ خطروں کے مقابل ڈٹا رہا — ایابنی — میرا بھائی — جسے میں چاہتا تھا — انجام ناگہانی نے اسے اُٹھا لیا — میں اس کی خاطر سات دن اور سات راتوں تک رویا، حتیٰ کہ اس کا بدن سوج گیا — اپنے بھائی کی وجہ سے میں موت سے ڈر گیا ہوں۔ جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہوں اور چین نہیں پا سکتا بھائی کے لئے ہی دشت گردی کی ہے۔ دشوار گزار سرزمینوں سے آیا ہوں، سارے سمندر عبور کر کے آیا ہوں —"

جلجامش نے اپنی بات جاری رکھی —

"اُت ناپشتم کو دیکھنے کے لئے — جسے 'دُور کا آدمی' کہا جاتا ہے۔ میں نے یہ سفر اختیار کیا۔ اسی لئے میں نے دنیا چھان ماری۔ دشوار گزار کوہستانی راستے طے کئے۔ سمندر پار کئے۔ سفر نے تو مجھے تھکا مارا۔ میرا جوڑ جوڑ ٹوٹ رہا ہے۔ نیند — جو شیریں ہے۔ مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ سبیتم کے گھر پہنچنے سے قبل میرے کپڑے پھٹ چکے تھے۔ میں نے ریچھ، شیر ببر، چیتے، تیندوے بارہ سنگھے، پہاڑی بکرے اور چرخ (لکڑ بھگے) مارے۔ چراگاہوں

میں ہر نوع کے جانور شکار کئے۔ ان کی کھالیں پہنیں — دکھ اٹھاتا ہوا اس دوشیزہ کے پاس آیا — شراب بنانے والی کے پاس — اس نے دروازہ مجھ پر بند کر دیا۔ جس پر تیر اور لفظ ملا ہوا تھا۔ لیکن اس سے میں نے سفر کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ میں پورشنابی کشتی ران سے ملا۔ اور اسکی معیت میں موت کے پانیوں سے گزر آیا — اوہ — باپ ات ناپشتم — تو دیوتاؤں کی مجلس میں شریک ہو چکا ہے۔ میں تجھ سے زندگی اور موت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ میں وہ زندگی کیسے پاؤں جس کی مجھے تلاش ہے؟ —"

ات ناپشتم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کوئی شے دائمی نہیں،
جس چیز کی تجھے لگن ہے،
کبھی نہ ملے گی۔
لوگ گھر کیا ہمیشہ کے لئے بناتے ہیں؟
وہ معاہدے کرتے ہیں،
شرطیں طے کرتے ہیں،
جھگڑتے ہیں،

زمین میں اناج بوتے ہیں ،

مگر کیا ، ہمیشہ کے لئے ــــ ؟

جو وہ آج پاتے ہیں ،

کل دوسروں کیلئے چھوڑ جائینگے ۔

لمبے عرصے کی جاگیر وقت پہ ختم ہو جاتی ہے ۔

کیا بھائی سدا کے لئے ورثہ تقسیم کرتے ہیں ؟

کیا دریاؤں کا سیلاب دائمی ہے ؟

صرف اڑنے والے اژدہوں کی پری ہی ہے ،

جو کیڑوں اور دوسرے جانوروں کا پہلا روپ دیکھتی ہے ،

اور آب و تاب والے سورج کو دیکھتی ہے ۔

تتلی ابریشم کو چھوڑ کر صرف ایک دن زندہ رہتی ہے ،

زمانے اور موسم سب کیلئے مقرر شدہ ہیں ــــ ف۱۱۸

دریاؤں میں جب تک سیلاب آتے رہیں گے ،

دریا سمندروں کو (جب تک) معمور کرتے رہیں گے ،

جبتک دوستی اور ہمدردی کا وجود قائم ہے ،

موت آیا کرے گی ۔

ف۱۱۸ غالباً مراد یہ ہے کہ موت کا وقت معیّن ہے ۔

دوام تو ازل سے ہے ہی نہیں،
سویا ہوا (آدمی)،
مرا ہوا (آدمی)،
کتنے مشابہ ہیں۔
وہ منقش موت کی مانند ہوتے ہیں۔
جب آقا،
جب نوکر،
اپنی تقدیر پوری کر چکتے ہیں،
تو ان کے درمیان (باقی) کیا رہ جاتا ہے؟
بڑے منصف انوناکی نے،
خالق کل ممی تم نے،
موت اور زندگی مقرر کر دی ہے،
مگر موت کا دن وہ ظاہر نہیں کرتے،
کوئی موت کے دنوں کو نہیں جانتا،
کوئی اپنی موت کا دن نہیں بتا سکتا،
مقدر کا دیوتا زندگی کا وقت ماپتا ہے،
موت کا دن مقرر کرتا ہے،

مگر اپنے راز کبھی نہیں کھولتا"

پر جلجامش کی اس سے تسلی نہیں ہوئی اور ہوتی بھی کیسے، جب کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ ات ناپشتم، اس کی بیوی اور ملاّح عرصۂ دراز سے زندہ چلے آ رہے ہیں۔ اور رہیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی دانست میں لاجواب اور چبھتے ہوئے سوال کئے:۔۔۔

"جلجامش اس سے کہتا ہے،
اس دور کے باسی سے،
میں تجھے حیرانی سے دیکھتا ہوں ات ناپشتم،
تیری شکل اور شباہت معمول کے مطابق ہے،
تیرے خدو خال انوکھے نہیں ہیں،
جیسا میں ہوں،
ویسا تُو ہے۔
تیری شکل معمول کے مطابق ہے۔
جیسا میں ہوں،
ویسا تُو ہے۔
تو لڑائی جھگڑے کے پیشِ نظر پوری طرح مسلح ہے۔
تو نے ہتھیار بدن پر سجائے ہیں ص ۱۱۹

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مجھے بتا،
تو کس طرح دیوتاؤں میں شامل ہوا،
تو کیسے لافانی بنا،
مجھ سے اپنا دل سخت مت کر،
مجھے بتا دے،
تو نے رازِ زندگی کیوں کر پایا،
تو نے دیوتاؤں کے ساتھ ابدیت کیسے حاصل کی۔"

ات نا پشتم نے بڑے صبر سے جلجامش کے یہ معقول سوالات سُنے اور پھر اس کا ذہنی خلفشار دُور کرنے کیلئے کہا۔

اے جلجامش،
میں تجھ پر ایک بھید منکشف کروں گا،
اہم اور مقدس بھید،
جسے صرف دیوتا جانتے ہیں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۹)

ص ۱۱۹ ایک عبارت میں اسطرح آیا ہے۔ کہ جلجامش نے ات نا پشتم سے یہ کہا۔
"میں تو سمجھتا تھا۔ کہ تو کسی مردِ میدان کیطرح اسلحہ سے لیس ہوگا۔
مگر تُو تو یہاں بڑے آرام سے اپنی کمر پر لیٹا ہوا ہے۔"

صرف میں جانتا ہوں،

وہ کہانی سناتا ہوں،

دیوتاؤں کا فیصلہ بتاتا ہوں،

شہر شُرّییک[ح۱۲۰] کو تو جانتا ہے،

جو فرات کے کناروں پر ہے،

شہر پُرانا ہو گیا تھا،

اس کے دیوتا پُرانے ہو گئے تھے،

وہاں انو تھا، شاہ فلک انکا باپ[ح۱۲۱]،

اور جنگجو انلل ان کا مشیر،

مدد کرنے والا ننُورتا،[ح۱۲۲]

نہروں کا رکھوالا اِنوگی[ح۱۲۳]

ح۱۲۰ شریپک کو شُرُوپک بھی پڑھا گیا ہے۔ آجکل اسے فارہ کہتے ہیں۔

ح۱۲۱ انو کو دیوتاؤں کا باپ کہا گیا ہے۔ 'اُن' دیوتاؤں کے لئے اور 'باپ' انو کے لئے آیا ہے۔

ح۱۲۲ ننُورتا:۔ اسے جنگ کا دیوتا بھی مانا جاتا تھا، دیوتاؤں کا نقیب اور جنوبی ہوا، کنوؤں اور آب پاشی کا بھی دیوتا تھا۔

ح۱۲۳ اِنوگی:۔ زراعت کا دیوتا اور نہروں کا انسپکٹر۔

اور ان کے ساتھ ابا بھی (وہاں رہتا تھا) [ف ۱۲۴]

ان دنوں دنیا بہت آباد تھی،

لوگ بہت زیادہ تھے ۔

دنیا سانڈ کی طرح ڈکارتی تھی ۔

شہروں میں بدچلنی پھیل گئی ۔

اور دیوتاؤں کو اس شور و غل سے غصہ آ گیا ۔

انلل نے (لوگوں کا) شور سُنا اور دیوتاؤں سے کہا،

انسانوں کا غل غپاڑہ ناقابلِ برداشت ہے،

شور سے اب نیند (آنا) ناممکن ہے ۔

دیوتاؤں نے دلوں میں تہیہ کر لیا،

طوفان بھیجنے کا ۔

سارے برتر دیوتا،

سب کا باپ انو،

صلاح کار سورما بعل،

قاصد ننیب،

ف ۱۲۴ یعنی جن دیوتاؤں کے نام گنائے گئے ہیں ان سب کا ساتھ ابا دیوتا شریک ہیں

مردار اتّو گی ،

عشتار ، ان کی ملکہ ،

زیرک ، دور بیں اور مشفق ایا ،

سب شریک تھے ،

لیکن میرے مالک ایا نے خواب میں مجھے بشارت دی ،

سرکنڈے کے گھر

سرکنڈے کے گھر

دیوار ،

او دیوار

میری بات سُن ،

سرکنڈے کی کٹیا سُن ،

او شریپک کے آدمی ،

او بَرتُوتُو کے بیٹے ،

اپنے گھر کو توڑ ڈال ،

اور ایک کشتی بنا ،

اسمیں مال اسباب رکھ لے ،

اور زندگی کی فکر کر۔

کشتی میں دُنیاوی اشیاءُ رکھ لے اپنی روح بچا۔
رشتہ داروں کو سوار کر لینا۔
اپنا گھر توڑ ڈال،
میں کہتا ہوں،
اور ایک کشتی بنا،
اس پر رال اور قیر مل کر خوب مضبوط کر لینا۔
یہ تیری کشتی کی پیمائش ہو گی جو تو بنائیگا،
اس کی لمبائی اور چوڑائی سمندر کے مطابق رہے،
عرشے کی چھت ایسی ہو،
جیسے محرابی چھت غار کو ڈھانپ لے،
کشتی میں تمام زندہ مخلوق کا بیج اور اناج رکھ لے؛
جب میں نے ایا کا حکم سمجھ لیا،
اپنے آقا سے کہا،
دیکھ،
جو حکم تو نے دیا ہے۔ اسے بجا لاؤنگا
پورا کروں گا۔
لیکن میں اپنے کام کے متعلق،

کیا جواب دوں گا ،
شہریوں کو،
بڑے بوڑھوں کو،
لڑکے بالوں کو،
جو مجھ پر آوازے کسیں گے ،
ایا نے اپنا منہ کھولا ،
مجھ سے کہا،
اپنے خادم سے
ان سے کہنا،
میں نے سُنا ہے انلل[125] مجھ سے خفا ہے۔
اسکی مملکت میں رہنے کی مجھ میں ہمت کہاں ؟
اس کے شہر میں رہنے کی جرأت کہاں ؟
انلل کے ملک میں اب منہ کہاں دکھا سکتا ہوں ؟
شہر میں کیسے رہ سکتا ہوں۔
میں خلیج میں رہنے جاؤں گا،

---

۱۲۵ بعد کے زمانوں میں انلل دیوتا کو ہی بعل دیوتا کہا جانے لگا۔ چناں چہ بعض عبارتوں میں بعل بھی آیا ہے۔

اپنے مالک انلل کے ساتھ،

اس کی سلطنت میں،

لیکن تمہیں وہ بارش سے،

کمیاب مچھلی سے،

چمکنے شکاری جانوروں سے،

موسمی فصل سے،

خوب نوازے گا۔

شام کو طوفانی سوار[۱۲۶] تمہیں دھاروں کی شکل میں گندم دیگا[۱۲۷]،

ہولناک بارش تم پر نازل ہو گی۔

لوگ پرندے اور جانور مر جائینگے،

---

۱۲۶ طوفانی سوار:۔ یعنی انلل

۱۲۷ بابلی عبارت میں یہاں کُکّو اور کبتّو کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ الفاظ ذو معنی ہیں۔ ات ناپشتم نے یہ ذو معنی لفظ استعمال کر کے فیصلہ شہریوں پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ جو جی چاہے معنی لے لیں۔ کہ انلل ان پر کیا نازل کرنے والا ہے کُکّو کے ایک معنی تو ہیں "پیسے جانے والے اناج کی آواز" اور دوسرے معنی ہوتے ہیں "بدقسمتی"۔ اسی طرح کبتّو کا مطلب ہے "اناج اور بپتا یا مصیبت"۔

شمش نے وقت کا تعین کر دیا ہے جب افلاک سے ہلاکت آئیگی،

جسے رمّان[128] لے کر آئے گا،

صبح کی پہلی روشنی میں سب ضروری چیزیں میرے گرد اکٹھی کر دی گئیں،

بچے رال لائے۔

اور مرد ہر ضروری شئے،

چار دن تک سامان فراہم کیا۔

پانچویں دن میں نے جہاز کے پیندے کی درمیانی لکڑی،

اور اسے مضبوط بنانے والی (دوسری لکڑیاں)،

اکٹھی کیں۔

پھر میں نے تختے جوڑے،

کشتی (کا پیندا) ایک ایکڑ زمین پر پھیلا تھا۔

جہاز پر ایک مکان سا بنایا،

ایک سو اسّی فٹ چوڑا اور ایک سو اسّی فٹ اونچا،

عرشے کا ہر پہلو ایک سو اسّی فٹ تھا،

یوں مربع بن گیا۔

اس کے نیچے چھ منزلیں تیار کیں،

---

[128] رمّان :- تباہی کا دیوتا۔

کل سات تھیں۔
ہر منزل کو نو حصوں میں تقسیم کیا،
ان کے درمیان چوبی دیواریں کھڑی کیں۔
ضروری جگہوں پر میخیں جڑیں۔
نوکر ٹوکریوں میں تیل لائے،
میں نے بھٹی میں قیر ڈالی،
ڈامر اور تیل بھرا،
درزوں میں اور تیل کھپ گیا،
جہاز کے سارے بیرونی حصے پر ڈال ملی،
پانی (جہاز پر) اثر انداز نہ ہو سکتا تھا۔
اور کشتی بان،
کشتی میں اپنا ساز و سامان لے گیا۔
میں بیل ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا رہا،
اور ہر روز بھیڑیں قربان کرتا،
جہاز بنانے والوں کو شراب یوں مہیا کی،
جیسے یہ دریا کا پانی ہو۔
خام شراب،

ارغوانی شراب،
تیل اور سفید شراب،
(لوگوں کو دی)،
سالِ نو کا تہوار آگیا،
ہر طرف جشن من رہا تھا،
میں نے خود اپنے سر پر تیل ملا،
ساتویں دن کشتی مکمل ہو گئی
اسے پانی میں ڈالنا بڑا مشکل تھا،
جہاز کے نیچے اور اوپر،
اس کا وزن اٹھانے کو بانس لگائے گئے،
پھر بھی دو تہائی (حصّہ) زیرِ آب آگیا۔
میرے پاس،
جتنا سونا تھا،
جتنی چاندی تھی،
جتنے جانور تھے،
جتنا اسباب تھا،
سب جہاز میں بار کر لیا۔

اپنے گھر والوں کو،
رشتہ داروں کو
میدانوں کے مویشیوں اور وحشی جانوروں کو،
کاریگروں کو،
سوار کر لیا،
کیونکہ شمش کا بتایا ہوا وقت آن پہنچا تھا۔
اس[129] نے کہا تھا،
شام کو جب طوفان کا سوار[130] ہلاکت خیز بارش بھیجے،
کشتی میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لینا،
میں نے موسم کے آثار دیکھے،
موسم دیکھ کر میں ڈر گیا،
یہی دن تھا جس سے میں ڈر رہا تھا۔
کشتی میں سوار ہو کر دروازے اور درزیں بند کر لیں۔
پُزُر اَمری[131] کو جہاز،

ح۱۲۹ شمش کی طرف اشارہ ہے۔ ح۱۳۰ طوفانوں کا سوار:۔۔ انلل دیوتا۔
ح۱۳۱ یہ جہاز کا کپتان تھا اس کے کئی اور نام آئے ہیں مثلاً پور شنابی، بُزُر کرجل اور بُزُر شادی رابی وغیرہ۔

جہاز کی ہر چیز،

اور جہاز رانی کے فرائض سونپ دیئے۔

صبح صبح افق سے کالی گھٹا اٹھی،

اس کے درمیان طوفان کا دیوتا اَداد گرجتا،

سوار چلا آرہا تھا۔

پہاڑوں اور میدانوں کے سامنے،

طوفان کے ایلچی،

شُلّت [ح ۱۳۲] اور ہنش [ح ۱۳۳] آگے آئے،

نبو اور شُرّو [ح ۱۳۴] ہراول بنے،

وہ قاصدوں کی طرح کوہساروں اور میدانوں سے گزر گئے [ح ۱۳۵]

ارا (دیوتا) نے کشتی کا بادبان پھاڑ پھینکا،

نرجل نے پچھو کا رستہ توڑ دیا،

قہرمان ننیب نے آگے بڑھ کر دھاوے کا حکم دیا،

ح ۱۳۲ شُلّت :- طوفان اور خراب موسم کا قاصد

ح ۱۳۳ مَنِش :- طوفان اور خراب موسم کا قاصد۔

ح ۱۳۴ شُرّو :- مردوخ دیوتا کا ایک نام

ح ۱۳۵ مطلب یہ کہ انتہائی سبک رفتاری سے گزر گئے۔

طوفان نیچے نازل کیا ،

زجل نے پاتال کے پانیوں کے بند کھول دیئے .

جنگ کے دیوتا ننرتا نے نیچے پشتے پھینکے .

جہنم کے سات منصفوں ،

انوناکی نے اپنی مشعلیں تھام لیں ،

ان کی روشنی سے زمین منور ہو گئی .

اداد کا غضب آسمان تک پہنچا .

روشنی اندھیرے میں بدل گئی ،

طوفان کے دیوتا نے دن کے اجالے کو تاریکی میں بدل دیا ،

جب اس[۱۳۶] نے زمین کو پیالے کی مانند توڑا .

رومان کا طوفان آسمانوں کو محیط کر گیا .

خوف اور بدحواسی آسمان تک پہنچی .

سارے دن طوفان غضب ڈھاتا رہا ،

لڑائی میں قتل عام کی طرح یہ لوگوں پر جھپٹ پڑا .

ایک روز طوفان ......

سخت چلا اور ....

ح ۱۳۶ :- طوفان ، بارش اور موسم کے دیوتا اداد سے مراد ہے ۔

دریا اچھل گئے۔
انسان بھائی کو نہیں دیکھ سکتا تھا،
کسی کو ساتھی نظر نہیں آتا تھا۔
آدمی اب کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا،
لوگ آسمان سے بھی نظر نہیں آتے تھے۔
اور آسمان والے ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے۔
دیوتا طوفان سے جی چھوڑ کر بھاگے،
وہ سب سے اونچے آسمان،
انو کے آسمان پر پناہ گزیں ہوئے۔
وہ کتوں کی طرح سر چھپا کر،
دیواروں تلے بیٹھ گئے۔
افلاک کی خوش بیاں ملکہ،
دیوتاؤں کی ملکہ،
ذی جاہ عشتار،
دردِ زہ میں گرفتار زچہ کی مانند چیخی،
'افسوس! پرانے دن خاک ہو گئے،
کیوں کہ میں نے بربادی کا حکم دیا تھا۔

کیوں میں نے تمام دیوتاؤں کی مجلس میں اس شرِ بد کا حکم دیا؟
پھٹکار اس دن پر،
جب میں نے دیوتاؤں کے فیصلے سے اتفاق کیا،
میں لوگوں کی تباہی کیلئے جنگ کا حکم دیتی،
کیا وہ میرے بندے نہیں؟
میں نے ہی انہیں پیدا کیا،
کیا اس لئے پیدا کیا. کہ وہ،
مردہ مچھلیوں کی مانند سمندر کو بھر دیں،
اب وہ مری ہوئی مچھلیوں کی طرح سمندر پر تیر رہے ہیں،
جہنم کے دیوتا[۱۳۷] رو دیئے،
دیوتا سر پر ہاتھ دھرے بیٹھ گئے،
وہ بُری طرح رونے لگے،
انہوں نے ہونٹ بھینچ لئے.
چھ راتوں تک
چھ دنوں تک
تند جھکڑ چلے،

ح ۱۳۷ انو ناکی طرف اشارہ ہے۔

(آبی) دھاروں نے،
طوفان نے،
سیلاب نے،
ساری دنیا کو پامال کر دیا،
اور سیلاب نے جنگجو عفریتوں کی طرح غارت گری مچا دی۔
دھرتی پانیوں میں سما گئی۔
ساتواں دن آیا،
جنوبی سمت سے طوفان نے اس جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا،
جس میں وہ دیو کی طرح لڑا تھا،
جوش کھاتا پانی ساکن ہوا۔
سمندر واپس ہو گیا،
ہوا کی تندی اور سیلاب رُک گیا،
میں نے سمندر کو دیکھا،
اس کا غضب اتر چکا تھا۔
نسلِ انسانی مٹی ہو گئی تھی،
سمندر کا پانی چھت کی طرح ہموار تھا۔
زرعی زمین دلدل بن گئی تھی۔

آنسو بہلتے ہوئے میں نے کھڑکی کھولی،[۱۳۸]
میرا منہ روشنی میں نہا گیا،
میں نیچے جُھک گیا،
بیٹھ گیا،
منہ پر آنسو بہہ نکلے
چاروں کھونٹ دیکھا،
ہر طرف خوف ناک سمندر تھا۔
زمین دیکھی چاہی مگر بے سود،
بارہ دن بعد ایک جزیرہ اُبھرا
بیالیس میل پرے ایک پہاڑی نظر آئی۔
یہ نصر کی پہاڑی تھی۔
نصر کی سرزمین کی طرف کشتی نے راستہ لیا،

ص ۱۳۸ سپیئسر (SPEISER) نے یہاں کھڑکی کی بجائے دو حصے والے کواڑ کا "نچلا حصہ" ترجمہ کیا ہے اس کے مطابق اسی نچلے حصے سے ات ناپشتم نے جھانک کر دیکھا تھا۔

سرزمینِ نصر کی پہاڑی نے کشتی کو تھام لیا۔[۱۳۹]

اور ہلنے نہ دیا،

کشتی مضبوطی سے رُک گئی۔

وہ مضبوط سے جم گئی اور ہلی نہیں،

وہ دنیا کے اختتام پر پہاڑی چوٹی پر رُکی۔

وہ ایک دن ٹھیری،

اور دوسرے دن،

پہاڑی پر جمی رہی اور ہلی نہیں،

تیسرے دن،

چوتھے دن،

وہ نصر کے پہاڑ پر جمی رہی اور ہلی نہیں،

پانچویں دن

ح ۱۳۹ مغرب کے بعض علماء نے اس پہاڑی کا نام ہی نصر لکھا ہے۔ اور بعض کے نزدیک نصر اس پہاڑی کا نام نہیں۔ بلکہ اس سرزمین کا نام تھا۔ جہاں پر پہاڑی واقع تھی پہاڑی کا نام یہ علما کچھ نہیں لکھتے ہم نے مؤخرالذکر خیال کے حامل علماء کی پیروی کی ہے۔ نصر کے معنی بعض نے "نجات کی پہاڑی" دئے ہیں۔

چھٹے دن،
وہ نصر کے پہاڑ پر جمی رہی اور ہلی نہیں،
ساتواں دن آیا،
میں نے ایک فاختہ چھوڑی اور اسے جانے دیا،
وہ اڑی،
اس نے اترنے کی کوئی جگہ نہ پائی تو لوٹ آئی،
میں نے ایک ابابیل چھوڑی اور اسے جانے دیا،
وہ اِدھر اُدھر گئی،
اسے اترنے کی جگہ نہ ملی واپس آگئی،
میں نے ایک کوّا اڑایا اور اسے جانے دیا،
کوّا اُڑ گیا،
اس نے پانی اُترا ہوا دیکھا،
وہ نزدیک آیا کائیں کائیں کرتا،
مگر لوٹا نہیں،
اس نے پیٹ بھرا،
چاروں طرف پرواز کی،
کائیں کائیں کی،

اور وہ واپس نہیں آیا۔

میں نے ہر سو ہوا میں پرندے اُڑا دیئے،

اپنے عزیزوں اور مویشیوں کو (باہر) نکالا اور انکے آگے آگے چلا،

میں نے قربانی کی،

پہاڑ کی چوٹی پر شراب لنڈھائی،

سات اور سات متبرک انگیٹھیاں رکھیں،

ان کے نیچے،

لکڑیاں، بید، صنوبر اور مہندی جمائی،

لوبان اور عود جلایا،

دیوتاؤں نے قربانی کی خوشبو پالی،

وہ مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جھوم گئے،

بالآخر عشتار بھی آئی،

جب بیلت الانی[ض ۱۴۰] نزدیک ہوئی،

اس نے ملکوتی ہیروں کا ہار ہاتھ میں اٹھایا،

جو اس کی خوشی کی خاطر

انو نے بنایا تھا،

ض ۱۴۰ بیلت الانی :۔ عشتار کا ہی ایک نام ہے۔

"اے دیوتاؤ! جو یہاں موجود ہو،
میری گردن کے لاجورد کی قسم،
میں ان دنوں کو اسی طرح یاد رکھوں گی،
جس طرح اپنی گردن کے ہیروں کو،
ان آخری دنوں کو کبھی فراموش نہ کروں گی،
سب دیوتا قربانی کے گرد جمع ہو جائیں
مگر انلل[۱۴۱] نہیں،
وہ اس قربانی کے پاس نہ پھٹکنے پائیگا،
کیونکہ وہ مشورہ لئے بغیر سیلاب لے آیا،
اس نے میری مخلوق ہلاک کر ڈالی،
لیکن انلل آیا،
وہ غصے میں بھر کر دیوتاؤں پر برس پڑا،
آسمان کے باسیوں پر،
'ان فانیوں میں سے کوئی بچ گیا؟
کسی کو بھی نہیں بچنا تھا'
کنوئیں اور نہروں کے دیوتا ننرتا نے منہ کھولا،

---

۱۴۱ انلل :- بابلی نوشتوں میں انلل کی بجائے بعل دیوتا کا نام ہے۔

اس نے کہا ،
'کون دیوتا ہے جو فطرتی ہو سکتا ہے ،
ایا کے سوا ،
صرف ایا ہی سب باتیں جانتا ہے '،
تب ایا نے اپنا منہ کھولا ،
لڑاکا انلل سے کہا ،
دیوتاؤں میں سب سے عقلمند ،
سورما انلل ،
دیوتاؤں کے سالار اور قوت بازو ،
تو بے عقلی سے طوفان کیسے لایا ؟
گنہگار پر اس کا گناہ ڈال ،
خطاکار پر اس کی خطا ڈال ،
جب وہ سرکش ہو تو اسے کچھ سزا دے ،
اتنی سختی نہ کر ،
کہ وہ مر جائے ،
ہر شے کو تباہ تو نہ کر ،
عظیم سیلاب کی بجائے ،

کاش! انسانوں کو مارنے والا شیر ہوتا،
سیلاب کی بجائے،
کاش! انسانوں کو مارنے والا بھیڑیا ہوتا،
سیلاب کی بجائے،
کاش دنیا کو برباد کرنے والا قحط ہوتا،
سیلاب کی بجائے،
اِرا[۱۴۲] نے لوگوں کو تباہ کیا ہوتا،
میں نے دیوتاؤں کا راز نہیں کھولا،
دانشمند نے خواب میں اسے جان لیا،
اب اپنا مشورہ دے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں"
وہ کشتی[۱۴۳] میں آیا،
اس نے مجھے،
میری بیوی کو،
ہاتھ سے پکڑ کر کشتی میں سوار کرایا،
ہمیں اپنے دونو پہلوؤں میں گھٹنوں کے بل جھکا لیا،
وہ ہمارے درمیان کھڑا تھا،

ص ۱۴۲ اِرا:۔ وبائی امراض اور بیماریوں کا دیوتا = ص ۱۴۳ = یعنی انلل

ہماری پیشانیاں چھو کر ہمیں برکت دی،

وہ بولا،

"گزرے وقت میں ات ناپشتم فانی انسان تھا،

اب وہ اور اس کی بیوی دیوتاؤں جیسے ہوں گے،

دور دراز دریاؤں کے سنگھم پر رہیں گے،

اس نے کشتی کو پانیوں پر چلا،

دیوتا۔۔ مجھے اس برکت کے جزیرے میں،

دور افق کے پاس

دریاؤں کے دہانوں پر چھوڑ گئے۔"

"شجر نوجوانی"

طوفان کی یہ کہانی سنانے کے بعد ات ناپشتم نے اسے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔

"تیرے لئے جلجامش،

دیوتاؤں کو کون اکٹھا کرے؟

تاکہ تو وہ زندگی پالے جس کی تجھے تلاش ہے۔[۱۴۴]

ف ۱۴۴ مطلب یہ کہ نہ تو سب دیوتا جلجامش کیخاطر یکجا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اسے ابدی زندگی مل سکتی ہے۔ جو دیوتا ہی دینے پر قادر ہیں۔ چنانچہ ایسی زندگی کی تمنا فضول ہے۔

پر اگر تو چاہتا ہے تو آ اور اسے پرکھ لے،

چھ دن اور سات راتوں تک نیند پر ہی قابو پا لے۔[۱۴۵]"

پھر اس نے جلجامش کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں جھانکا اور شفقت سے کہا:۔

"جلجامش،

کچھ دیر ضرور آرام کر،

چھ دن اور سات راتوں تک"

ات ناپشتم کی آپ بیتی سن کر جلجامش نے جان لیا کہ اس کی تلاش بے سود ہے اور لا حاصل رہی ہے۔ اس پر اب یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ ات ناپشتم بھی ایسا کوئی منتر یا عمل نہیں بتا سکتا جس کے سہارے ابدیت حاصل کی جا سکتی ہو۔ ات ناپشتم تو دیوتاؤں کی مہربانی سے امر ہوا تھا۔ اس کی لافانیت کے متعلق جلجامش نے کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا،

ح ۱۴۵ مقصد یہ کہ ات ناپشتم مسلسل چھ دن راتوں تک۔ جلجامش کو سلا کر یہ جتانا چاہتا ہے کہ انسان تو اتنا بے بس ہے کہ خلافِ معمول اتنی طویل مدت تک غالب رہنے والی نیند سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ تو پھر موت جیسی اٹل حقیقت سے کیسے گریز کر سکتا ہے۔ یا اس سے کیسے بچ سکتا ہے۔

اس کا خیال تھا شایدات ناپشتم کسی منتر یا خفیہ عمل کی وجہ سے ابتک زندہ چلا آتا ہے — یرک کا ہیرو سوچنے لگا۔

"سورج دیوتا نے ٹھیک کہا تھا،
بچھو انسانوں نے ٹھیک کہا تھا،
شراب کی دوشیزہ نے ٹھیک کہا تھا،
کہ جس چیز کے پیچھے وہ پڑا ہے،
اسے کبھی نہیں ملے گی —"

وہ کشتی میں آلتی پالتی مار کے آرام کرنے بیٹھ گیا۔ مگر فوراً ہی گہری نیند نے اسے آلیا۔

"نیند اس پر یوں چھا گئی،
جیسے کالے بادل کسی شے کو ڈھانپ لیں،
ملائم، نرم و نازک دھنی ہوئی اون کی طرح،
اس پر مسلط ہو گئی —"

ات ناپشتم نے بیوی سے کہا :—

"دیکھ اس طاقت ور آدمی کو، جو نیند بنا تو رہ نہیں سکتا ہے اور چلا ہے ہمیشگی کی زندگی پانے۔ ابھی سے اس پر نیند چھا گئی ہے۔ نیند کالے بادلوں کے طوفان کی طرح اس پر سانس

لینے لگی ہے ۔۔۔"

اس خستہ حال پردیسی کی پریشان حالی دیکھ کر ات ناپشتم کی بیوی کے نسائی جذبات بیدار ہو گئے اور اس نے ترس کھا کر میاں سے سفارش کی

"اس کی حالت بدل دے،

اس پہ اپنا ہاتھ رکھ،

اسے اٹھا،

اسے جادو کی روٹی کھلا،

تکان دور کر کے اس سڑک پہ لوٹنے دے،

جس پر سے ہو کر یہ آیا ہے۔

اپنے ملک کو اس دروازے سے گزرنے دے،

جس میں سے یہ آیا ہے ۔۔"

ات ناپشتم کی بھی یہ آرزو تھی، کہ جادو کی روٹی کھلا کر اس کی خستگی دور کر دے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی چاہتا تھا، کہ وہ مقررہ مدت تک سو لے۔

" اس آدمی کے لئے تو کڑھتی ہے ۔۔ مجھے (بھی) اس کی مصیبت سے دکھ ہوا ۔۔ سب لوگ دروغ گو ہیں، ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں۔ تجھے یہ (جلجامش) بھی چکمہ دینے کی کوشش کرے گا۔ اور تسلیم نہیں کرے گا۔ کہ اتنی مدت

تک سویا ہے۔ میں اسے لمبی نیند کا ثبوت دینا چاہتا ہوں،
چناں چہ ہر روز ایک جادو کی روٹی پکا اور اس کے سر کے
نزدیک رکھ دیا کرنا اور دیوار پر نشان بناتی رہنا کہ وہ کتنے
دن سویا ہے۔۔ روٹیوں کی حالت روز بدلتی جائے گی اور
ان میں بساند آجائے گی۔"

ہر صبح ات ناپشتم کی بیوی ایک روٹی پکاتی اور جب دن پورا ہو جاتا تو دیوار پر نشان بھی لگا دیتی۔ ثبوت کی فراہمی کا یہ سحر انگیز عمل سات دن تک جاری رہا۔

"جب وہ کشتی میں پڑا سوتا تھا،
اس نے[۱۴۶] روٹی پکائی اور اس کے سر پہ رکھ دی،
جب وہ کشتی میں پڑا سوتا تھا،
پہلے اس کی روٹی ......[۱۴۷]
دوسرے اُسے پھسلا،
تیسرے اسے ترکیا،

---

[۱۴۶] :- ات ناپشتم کی بیوی۔

[۱۴۷] :- یہاں آگے اصل عبارت مسخ ہے۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ آگے کسی ایسی جڑی بوٹی کا نام ہوگا۔ جسے چھیل کر اس جادو کی روٹی میں ملایا جانے والا تھا۔

چوتھے جلجامش کا سر دھویا،

پانچویں شیبا[۱۴۸] ملائی،

چھٹے اسے پکایا،

ساتویں آدمی کی شکل بدل گئی،

اور اس نے تو[۱۴۹] کھائی —"

چھ دن ختم ہونے کے بعد پہلی روٹی سوکھ کر سخت ہو گئی۔ دوسری چمڑے جیسی بن گئی، تیسری میلی اور چوتھی پر سفید داغ پڑ گئے۔ پانچویں پر پھپھوندی آ گئی اور چھٹی تازہ تھی اور ساتویں ابھی آگ پر تھی۔ اس طرح جلجامش کے سویا رہنے کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا اور ان روٹیوں کی برکت سے اسکی خستگی بھی جاتی رہی —— اور پھر اُت نا پشتم نے جلجامش کو چھو کر بیدار کیا۔ وہ زندگی سے بھرپور انگڑائی لیتا اٹھا۔ ساری کوفت ڈھل چکی تھی

"میں نے تو یونہی ذرا جھپکی لی تھی کہ تو نے فی الفور میری کہنی جھنجھوڑی اور مجھے جگا دیا۔ مجھے اچانک نیند نے آ لیا مگر تو نے اسی وقت چھو کر بیدار کر دیا۔ میں مسحور ہو گیا ہوں۔ تو نے اپنے خادم کے ساتھ کیا کیا؟"

اس طرح جلجامش نے بہانہ کرنا چاہا کہ وہ سرے سے سویا ہی نہیں۔ یا بس آنکھ لگی اور اُت نا پشتم نے جگا دیا۔ جلجامش کی اس بہانہ سازی کا مسک

---

[۱۴۸] کسی مخصوص "سحر انگیز" پودے کا نام ہے۔ یہ بھی یقیناً دوائیوں میں کام آتا ہو گا [۱۴۹] جادو کی رو

جواب ات ناپشتم کے پاس پہلے سے ہی موجود تھا۔

"ان روٹیوں کو گن اور جان لے کہ کتنے دن سویا ہے۔ کیونکہ تیری پہلی (روٹی) سخت ہے، دوسری چمڑے جیسی ہوگئی۔ تیسری سیلی، چوتھی پر سفید نشان اور پانچویں کو پھپھوندی لگی ہے اور چھٹی تازہ ہے۔ ساتویں ابھی آگ پر ہی تھی کہ میں نے تجھے چھو کر اٹھا دیا۔"

گلجامش کو معلوم ہوگیا۔ کہ چھ دن اور سات راتیں اس نے نیند میں گزاری تھیں۔ پھر تو، کھائی اور اس کی تھکاوٹ بالکل دور ہوگئی۔ گو ات ناپشتم نے ثابت کر دیا کہ جب موت کی بہن (نیند) سے نہیں بچا جا سکتا۔ تو مرنے سے کیسے رستگاری حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر جلجامش نے اس کے سامنے پھر دکھڑا رو دیا۔

"میں کروں کیا؟ — او! ات ناپشتم — کہاں جاؤں میں؟ پہلی ہی رات چور نے میرے اعضاء جکڑ لئے — موت میرے کمرے میں رہتی ہے۔ جہاں کہیں (ذرا بھی) سکون سے میرے پاؤں ٹکتے ہیں۔ وہیں موت میری نظروں میں گھومنے لگتی ہے۔"

ات ناپشتم نے یور شنابی سے کہا۔

"لعنت یور شنابی تجھ پر — اب ابدا آئندہ ہمیشہ ہمیشہ تو

اس پر امن[150] جگہ کے لئے قابلِ نفرت ہوگیا ہے۔ یہاں اب تیری جگہ نہیں۔ اور نہ ہی تو مزید اس سمندر میں آیا جایا کریگا ۔ جا اور ساحل سے دور ہوجا[151]۔ لیکن اس آدمی کو جسے تو لایا ہے۔ جس کا بدن زخموں سے بھرا ہے ۔ کھال کے لباس نے جس کی تمام وجاہت ضائع کر دی ہے ۔ اور یوشنابی ۔ اسے منزہ ہونے کی جگہ لے جا ۔ نہانے کی جگہ لے جا ۔ وہاں یہ اپنے لمبے بال دھو کر اتنے صاف کریگا جتنی کہ پانی میں برف ۔ اس کا بدن برف جیسا سفید اور پاک ہو جائے گا ۔ پہنی ہوئی کھال اتار پھینکے گا اور سمندر اس کی کھال کو بہالیجائیگا۔ اس کی جسمانی خوشنمائی (ازسرِنو) جھلک اٹھے گی۔ یہ بالکل تندرست ہو جائے گا۔ ماتھے کی پٹی نئی ہو جائے گی۔ اور اسے عریانی ڈھانپنے کے لئے کپڑے دے دینا۔ جب تک یہ سفر ختم کرکے اپنے شہر نہ پہنچ جائے۔ وقت کا اس کے ملبوس پر کوئی (خراب) اثر نہ پڑے گا۔ وہ بالکل ہی نیا رہے گا ۔"

ص ۱۵۰ پُرامن جگہ :۔ وہ جزیرہ جہاں اُت ناپشتم رہتا تھا۔

ص ۱۵۱ : اُت ناپشتم نے یورشنابی کو غالباً اسلئے لعنت ملامت کی کہ وہ جلجامش وہاں لیکر کیوں آیا تھا۔

یورشنابی نے حکم کی تعمیل کی اور جلجامش کو "چشمۂ صحت" پر لے گیا۔ جلجامش کا بدن پاک ہو کر نکھر گیا۔ بال برف کی طرح صاف ہو گئے۔ کھال کا لباس سمندر بہالے گیا۔ پیشانی کی پٹی نئی ہو گئی۔۔۔ یورشنابی نے اسے کپڑے دیئے۔ جن پر زمانے کا کوئی خراب اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ یورک پہنچنے تک یہ نئے ہی رہنے والے تھے۔ غسل سے فارغ ہو کر وہ ات ناپشتم کے پاس آئے۔ اس نے دونوں کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔ یورشنابی نے کشتی پانی میں ڈال دی۔ مگر ات ناپشتم کی بیوی کو عورتوں کی مخصوص فطرت کے سبب اب تک جلجامش پر رحم آئے چلا جا رہا تھا۔۔۔ روانہ ہونے سے پہلے جلجامش اس نیک دل خاتون کو الوداع کہہ کر کشتی میں جا بیٹھا۔ وہ متاثر ہو کر ات ناپشتم سے کہنے لگی۔

"ات ناپشتم۔۔۔ تم اسے خالی ہاتھ نہیں بھیج سکتے۔۔۔ کتنی مصیبتوں سے تو وہ یہاں آیا ہے۔ وہ تھک چکا ہے۔ تم اسے اپنے ملک لے جانے کے لئے کیا چیز دو گے؟ اسے وداعی تحفہ ضرور دو۔ مایوس مت جانے دو۔۔۔"

بیوی کی سفارش ات ناپشتم نے مان لی۔ وہ جلجامش سے مخاطب ہوا۔ اور جلجامش ایک بانس کے سہارے کشتی کنارے کے نزدیک لے آیا۔ ات ناپشتم کہنے لگا۔۔۔

"جلجامش ـــ تو یہاں برے حالوں آیا۔ تو نے مشقت جھیلی۔ میں تجھے کیا (تحفہ) دوں کہ تو اپنے ملک لے جائے، جلجامش میں تجھے ایک راز بتاؤں گا ـــ یہ دیوتاؤں کا بھید ہے۔ تجھے اس کی ہدایت دوں گا۔ جس کا انکشاف میں کرنے چلا ہوں ـــ ایک پودا زیرِ آب اُگتا ہے۔ یہ جنگلی گلاب کا سا ہے۔ اس کے کانٹے گلاب کی طرح ہیں۔ تیرے ہاتھ اس سے زخمی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تو نے اسے پا لیا۔ تو تیرے ہاتھ وہ چیز لگ جائے گی جس سے انسان کو کھوئی ہوئی جوانی مل جایا کرے گی ـــ"

اس پودے کا نام تھا۔ "بڑھاپے کی نوجوانی میں بحالی" [ح ۱۵۲] اور یہ

ح ۱۵۲ بابلی اسے "کبھی بوڑھا نہ ہونے والا پودا" بھی کہتے تھے۔ یہ پودا ابدی زندگی تو نہیں بخش سکتا تھا، البتہ بڑھاپے کو ایک مدت کیلئے نوجوانی میں ضرور بدل دیتا تھا اس طرح انسان لمبی عمر پا سکتا تھا۔ اور یوں لوگوں کے ذہنوں پر سے فنا کے اثرات خاصے کم ہو جاتے تھے۔ اکثر علمائے نے اس پودے کو "شجرِ حیات" سمجھا ہے یعنی دائمی زندگی عطا کرنے والا پودا۔ مگر ان محققین سے اس سلسلے میں سخت سہو ہوا ہے۔ اور ان کی اس توضیح کی بنا پر اس داستان کا اصل خیال یا نکتہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

"کائناتی سمندر" میں اگتا تھا۔ جلجامش نے یہ سُن کر میٹھے پانی کی ایک تیز رَو میں (کشتی) ڈال دی۔ تاکہ یہ اسے عمیق ترین کھاڑی میں بہا کر لیجائے۔ یور شنابی اور وہ اس جگہ پہنچے۔ جلجامش نے اپنے پیروں میں بھاری پتھر باندھ لئے اور پانی میں کود گیا۔ وزنی پتھر اسے سیدھے گہرائیوں میں لے گئے۔ تہ میں اسے "شجرِ نوجوانی" نظر آگیا۔ جلجامش نے فوراً جڑ سے اکھاڑ لیا، گو اس کوشش میں اس کے اپنے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ پھر اس نے پاؤں میں بندھے ہوئے پتھر الگ کر دئے اور پانی اسے اُوپر لے آیا۔ سطحِ آب سے اُبھر کر وہ ساحل سے آلگا۔ اور خوشی سے بے قابو ہو کر چِلاّ اُٹھا۔۔۔۔۔

"یور شنابی ۔۔۔ ادھر آ۔ اس حیرت ناک پودے کو دیکھ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲) ہی غلط تشریحوں میں کھو کر رہ گیا۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ اس سے ہمیشگی کی زندگی نہیں حاصل کی جا سکتی تھی۔ البتہ ایک معینہ مدت کے لئے از سرِ نو جوانی ضرور مل جاتی تھی۔ اس لحاظ سے یہ بہت بڑی نعمت تھی۔ اس داستان میں شروع سے آخر تک ابدیت کو ناقابلِ حصول اور غیر ممکن بتایا گیا ہے۔ موت لازمی تھی۔ چنانچہ عراقیوں کے اس خیال کی روشنی میں نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اگر سارے بابلی حکما اور تمام سفر نہیں تو کچھ یہ ضرور مانتے تھے۔ کہ حیاتِ جاودانی کسیطرح بھی نہیں پائی جا سکتی ہے۔

یہ ہے وہ پودا جسے ـــ "بڈھے جوان ہوتے ہیں" کہتے ہیں۔ اس سے انسان دوبارہ جوان ہو جائے گا۔ اس کی برکت سے، اس کے چکھنے سے انسان کھوئی ہوئی طاقت پھر سے پالے گا۔ میں کھاؤں گا ـــ دوبارہ جوان ہو جاؤں گا ـــ میں اسے یرک لے جاکر اپنے لوگوں کو کھلاؤں گا۔ چلو مجھے اپنی جانکاہی کا کچھ صلہ تو ملا ـــ"

سانپ

اب انہوں نے یرک کا قصد کیا۔ وہ خطرناک بحری سفر بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ جلجامش اسی 'دروازے' سے واپس ہوا جس سے آیا تھا۔ وفادار یوتشنابی نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اب وہ جاتا بھی کہاں؟ اُت ناپشتم تو اسے نکال ہی چکا تھا۔ کشتی چھوڑ کر وہ خشکی پر روانہ ہوئے ساٹھ میل چلنے کے بعد انہوں نے روٹی کھائی اور قُربانی کی اور جب مزید نوے میل چل لئے۔ تو سورج غروب ہونے کو تھا۔ وہ بھی تھک گئے تھے، اور اب یہیں رات بسر کرنے کا ارادہ تھا۔ انہوں نے منتر وغیرہ پڑھے۔ اچانک ٹھنڈے اور شفاف پانی کا ایک چشمہ[۱۵۳] نظر آیا۔ جلجامش اتنے

۱۵۳؎ ـــ بعض جگہ تالاب آیا ہے۔

لمبے اور گرم سفر سے اکتا تو رہا ہی تھا۔ فوراً "شجرِ نوجوانی" ایک طرف پتھر پر رکھ دیا اور کپڑے اتار کر نہانے چلا گیا۔ اس لاثانی پودے کی نکہتیں دُور دُور تک بس گئیں۔ چشمے میں ایک ناگ رہتا تھا۔ اس نے "شجرِ نوجوانی" کے پھولوں کی خوشبو سُونگھی اور مست ہو کر اس کی تلاش میں لپکتا چلا آیا۔ پودا اٹھایا اور یہ جا وہ جا — فوراً ہی کھا بھی گیا۔ اسی وقت اس نے کینچلی اتار ڈالی اور از سرِ نو جوانی پا کر پانی میں جا گھسا۔

"چوں کہ سانپ نے وہ پودا کھا لیا تھا اسی لئے اُسی روز سے
وہ بوڑھے نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر سال اپنا پرانا جسم (کینچلی)
اتار کر ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں۔"

یہ ناگہانی ایسی پڑی کہ جلجامش بوکھلا کر رہ گیا۔ "شجرِ جوانی" کی برکتوں سے پوری نسلِ انسانی محروم رہ گئی — کیا اس کے انتھک مصائب کا یہی انجام ہونے والا تھا؟ وہ ننگا ہی کنارے پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ ..یورشنابی سے مخاطب ہوا

"اے یورشنابی — کیا یہ سب کچھ اسی لئے تھا۔ کہ میں اپنے ہاتھوں
کو تھکا ڈالوں؟ اپنے پٹھوں کو تھکا ڈالوں؟ کیا اسی لئے
میں نے خونِ دل بہایا؟ اپنے لئے تو میرے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا
لیکن زمین کا جانور اب اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ پانی کی

رَو پہلے ہی اِسے[۱۵۴] کھاڑی میں ساٹھ میل بہالے گئی تھی جہاں سے میں اسے لایا۔ میں نے ایک شئے پائی اور اب اُسے کھو دیا۔ میری صحت مجھے کیوں واپس دی گئی۔؟ میں کیوں خوشی مناؤں کہ میں زندہ ہوں؟ اپنے لئے میں کوئی برکت نہیں لایا۔۔ زمین کے نیچے بسنے والے سانپ کی میں نے خوب خدمت کر ڈالی۔۔۔ آ اب چلیں۔۔۔"

وہ انسان کی "تقدیر" یعنی موت پر شاکر ہو کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔۔ ساٹھ میل کے بعد انہوں نے کھانا کھایا۔ نوے میل کے اختتام پر وہ سونے کیلئے ٹھیرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تین دن میں انھوں نے ڈیڑھ مہینے کی مسافت پوری کر لی۔ وہ "مضبوط فصیلوں والے یرگ" پہنچے۔۔ اس نے یورشنابی سے کہا:۔۔

"یورشنابی۔۔ یرگ کے فصیل پر چڑھ۔ بنیادی چبوترے کا جائزہ لے اور اینٹوں کا کام اچھی طرح دیکھ۔۔۔ دیکھ، کیا یہ پکائی ہوئی اینٹیں ہیں اور کیا " سات دانشوروں " نے

---

۱۵۴ "شجر نوجوانی"

اس کی بنیاد نہیں رکھی تھی ؟ پورے رقبے کا تیسرا حصہ شہر پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصّہ میدان ہے۔ اور باقی ایک تہائی میں باغات ہیں۔ اور عشتار کا احاطہ ہے۔ یہ حصّے اور (عشتار کا) احاطہ سب ملا کر یرک بنتا ہے ۔"

وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا تھا۔ جو موت دیوتاؤں نے مقدر کر دی تھی اس سے وہ کیسے فرار حاصل کر سکتا تھا۔ وہ بیماریوں سے تو شفا پا چکا تھا۔ مگر انسان کے اٹل انجام یعنی بڑھاپے اور موت پر قابو نہ پا سکا اس نے لوگوں سے کہا:۔

"ہاں یہ میں ہوں جو لوٹ آیا ہوں،
کس کے لئے میں نے مشقت جھیلی ؟
کس کے لئے میں نے اور اِبانی نے جان ماری ؟
کس کے لئے میں نے حمبابا عفریت کا خاتمہ کیا ؟
کس کے لئے میں آفاقی بیل سے نبرد آزما ہوا ؟
کس کیلئے میں اپنے دوست اِبانی کی روح کو "پروں کی نہ لوٹنے والی سرزمین" کو جاتے دیکھا کیا ؟
کس کے لئے میں "شجرِ جوانی" لایا ؟
اپنے محبوب لوگوں کیلئے نہیں،
بلکہ سانپ کی نسل کیلئے ۔"

ایا نبی کی روح

وہ دیوانہ وار ایک مندر سے دوسرے مندر کے چکر کاٹنے لگا۔ ابھی وہ بعل کے مندر میں ہوتا اور ابھی ایل کے معبد میں۔ وہ ایا نبی کے لئے بین کرنے لگا:—

"تو اب دھرتی پر اپنی کمان نہیں چلا سکتا ہے۔
اور وہ جنہیں تو نے کمان سے مارا،
اب تیرے گرد اکٹھے ہیں۔
تو اب ہاتھوں میں عصائے شاہی نہیں پکڑ سکتا ہے۔
اور مردوں کی روحوں نے تجھے قیدی بنا لیا ہے،
تو اب پاؤں میں جوتے نہیں پہن سکتا ہے،
تو اب دھرتی پر اپنا جنگی نعرہ نہیں بلند کر سکتا ہے،
تو اب اپنی (اس) بیوی کو نہیں چوم سکتا،
جس سے تجھے پیار تھا،
تو اب اپنی (اس) بیوی کو نہیں سزا دے سکتا،
جس سے تجھے نفرت تھی،
تو اب (اس) بیٹی کو پیار نہیں کر سکتا،

جو تیری لاڈلی تھی،

تو اب (اس) بیٹی کو سزا نہیں دے سکتا،

جس سے تجھے نفرت تھی،

پاتال کی اداسیاں تجھ پر چھا گئی ہیں۔"

وہ ہر دیوی دیوتا کے مندر میں جا کر پوچھتا۔ کہ مرنے کے بعد ایابنی پر کیا بیتی؟ جب سے اسے "زندوں کی سرزمین سے اٹھایا گیا۔ اس وقت سے اس وقت سے لیکر آج تک وہ کس حال میں رہا؟ جلجامش کو یقین تو آچکا تھا۔ کہ مرنا تو اسے خود بھی ہے، اسی لئے وہ یہ جاننے کے لئے بے قرار تھا۔ کہ مرنے کے بعد آخر ہوتا کیا ہے؟ 'حیات بعد از ممات' کے اسرار و رموز کیا ہیں؟ اس نے پاتال کے دیوتاؤں سے بار بار التجائیں کیں، کہ صرف ایک بار وہ اسے ایابنی کو دیکھ لینے دیں۔ اور وہ دیوی کے سامنے گڑ گڑایا۔ کہ ایابنی کو ایک مرتبہ پھر سے زندہ کر دے۔ مگر بے سود۔ ننشم، بعل اور سن وغیرہ سے ملتجی ہوا۔ آخر رحمدل ایا کو اس پر ترس آ ہی گیا۔ ایا نے پاتال کے دیوتا نرجل سے سفارش کی کہ جلجامش اور ایابنی کی ملاقات ہو جانے دے۔ نرجل مان گیا۔

"......اس نے زمین کھول دی[۱۵۵]،

---

[۱۵۵] یہاں عبارت مسخ ہے۔

اور ایا بنی کی روح[۱۵۶] کو اس نے،
ہوا کی مانند اٹھایا۔"

نرجل نے زمین میں شگاف کر دیا۔ اور ایا بنی کی روح اس میں سے یوں باہر آئی جیسے ہوا کا جھونکا۔ جلجامش نے پوچھا ــــــ

"وہ زمین کیسی ہے جہاں تو رہتا ہے ـــ مجھے بتا،
پاتال کا جو قانون تو نے دیکھا ہے ـــ مجھے بتا،

ایا بنی نے انکار کر دیا۔ دوست کی اس بے رُخی سے جلجامش کے دل پر گہری چوٹ لگی اور وہ بے اختیار رو دیا۔ ایا بنی سے بھی ایسے جگری دوست کے آنسو دیکھے نہ گئے۔ کہنے لگا :ـ

"میں تجھے نہیں بتا سکتا میرے دوست
میں تجھے نہیں بتا سکتا،

---

[۱۵۶] روح کے لئے اصل عبارت میں اسجگہ بابلی لفظ "یتگو" آیا ہے۔ بابلیوں نے ارواح کی کئی اقسام کر رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک 'یتکو' کہلاتی تھی۔ چونکہ ایا بنی کی روح پاتال میں آرام سے تھی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خوش نصیب مردے کی روح کو بابلی 'یتیکو' کہتے تھے۔ وہ ان کا فوق الفطرت ہستیوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کرتے تھے۔ جو برکت دیتی تھیں۔

سب کچھ بتا دوں تو،
تُو رونے بیٹھ جائے گا۔"

جلجامش نے اصرار کیا:۔

"مجھے بیٹھ جانے دے،
مجھے رونے دے،
پر روحوں کی سرزمین کا حال نہ چھپا۔"

پہلے تو ایابنی نے اپنے انجام پر بین کئے۔ یخت اور سادو شکاری دونوں کو بددعائیں دیں۔ انہیں اپنی موت کا ذمہ دار ٹھیرایا۔ اور پھر پاتال کے متعلق معلومات بہم پہنچانے لگا:۔

"نرم مسہری پر آرام کرتا ہے،
پاکیزہ پانی پیتا ہے،
وہ جو لڑائی میں کام آتا ہے۔
تو اسے دیکھ چکا ہے۔ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ ص ۱۵۷
ص ۱۵۸ اس کے ماں باپ اس کا سر تھامے ہوتے ہیں،

ص ۱۵۷ ایابنی کا مطلب یہ ہے۔ کہ میدانِ جنگ میں شہید ہونے والے سورماؤں کی لاشیں خود اس نے بھی بارہا دیکھیں اور جلجامش نے بھی،

ص ۱۵۸:۔ شہید سے مراد ہے۔

بیوی اس کے پہلو میں ہوتی ہے،
اس کی روح زمین پر آوارہ نہیں پھرتی، ص۱۵۹
جس کی لاش زمین پر پھینک دی جاتی ہے، ص۱۶۰
جسے دفن نہیں کیا جاتا،
جس کی پرواہ کسی کو نہیں ہوتی،
اور ایسی لاش اکثر تو نے دیکھی ہے،
میں نے دیکھی ہے،
اس کی روح زمین پر قرار نہیں پاتی، ص۱۶۱

ص۱۵۹ شہید کی روح پاتال میں جس عیش و آرام سے رہتی تھی یہاں تک انہی کیفیتوں کا بیان ہے

ص۱۶۰ پرانے زمانوں میں کفن دفن کے مختلف طریقے تھے۔ جن میں سے ایک طریقہ یہ تھا۔ کہ مرنے والے کو یونہی میدان میں پھینک دیتے۔ اور چیل کوے اس کا گوشت کھا جاتے تھے، بچے کھچے اعضاء برتنوں میں بند کر کے دفن کر دیئے جاتے۔ یہ طریقہ پاکستان میں بھی مروج تھا۔ یہاں ایک اور رسم یا معمول کا پتہ چلتا ہے۔ جو بابل میں جاری تھی۔ یعنی یہ کہ میدانِ جنگ میں بزدلی کی موت کرنے والے کو یونہی پھینک دیا جاتا تھا، اسے دفنانے کی زحمت گوارا نہ کی جاتی تھی۔ یہ گویا ایک طرح کی سزا تھی۔ اس کم ہمت کیلئے ۔۔۔

وہ ناتواں مرتا ہے،
خوراک کے لئے تڑپتا ہے
بچے کھچے ٹکڑوں کی تلاش میں زمین پر رینگتا پھرتا ہے،
جو دعوت سے بچ جاتے ہیں،
اور پھینک دئیے جاتے ہیں،
اور وہ برتنوں کی تلچھٹ پیتا ہے۔"

اس طرح ایانی نے شہید اور بزدلی کی موت یا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے والے کا انجام بتا دیا۔

جلجامش کی موت

پہاڑوں کے دیوتا — دیوتاؤں کے باپ انلل نے جلجامش کے لئے جو وقت مقرر کر دیا تھا وہ بالآخر آ ہی گیا۔

"پاتال میں اندھیرا ہے، اسے ایک نور دکھلائے گا،
انسانوں میں سے،
نامور ترین انسانوں میں سے،
کوئی بھی آنے والی نسلوں کے لئے،
جلجامش جیسی یادگار نہیں چھوڑے گا۔

سورما،

دانشمند،

ہلالِ نو کی طرح گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں،

لوگ کہیں گے

کسی نے کبھی بھی اس کی[۱۶۲] طرح شان و شوکت سے حکومت نہیں کی ہے۔

تاریک مہینے ہیں،

سایوں والے مہینے ہیں،

اس کے بغیر کوئی اجالا نہیں،

او جلجامش،

تیرے خواب کی تعبیر یہی تھی،

تجھے حکومت دی گئی،

تیرا مقدر یہ تھا۔

ابدی زندگی تیری تقدیر نہ تھی،

اس کے سبب سے رنج مت کر۔

ص ۱۶۱ جلجامشی ص ۱۶۲ جلجآمش

ص ۱۶۳ یعنی موت کے تصور سے،

دلگیر اور مایوس نہ ہو،
اس نے تجھے قید کرنے اور رہا کرنے کی طاقت بخشی ہے،
(اس نے تجھے) نسلِ انسانی کا اجالا اور اندھیرا بنایا ہے،
اس نے تجھے لوگوں پر بے مثال اقتدار دیا ہے.
لڑائی میں فتح (دی)،
جس سے بھاگ کر کوئی نہیں بچ سکتا.
(تجھے فتح دی)،
میدانِ جنگ میں،
یورش میں،
جس سے کوئی نہیں بھاگ سکتا.
لیکن اس طاقت کا غلط استعمال مت کر،
محل میں نوکروں کے ساتھ انصاف کر،
شمش کے منہ کے سامنے انصاف کر۔"

اور پھر جلجامش کو موت نے آلیا، جس سے بچنے کے لئے اس نے کیا کیا جتن کئے تھے، مگر آخر کار وہ رضا بہ تقدیر ہو گیا تھا۔

"بادشاہ نے خود کو نیچے لٹا دیا، [ص۱۶۴]

ص۱۶۴ = یعنی جلجامش وفات پا گیا۔

"اب وہ دوبارہ نہیں اٹھیگا،
کُلّبؔ کا آقا پھر نہیں اُٹھیگا،
اس نے باطل کا سر جھکایا،
وہ[۱۶۵] دوبارہ نہیں آئے گا،
گو اس کے بازو قوی تھے،
(مگر) وہ پھر نہیں اُٹھیگا،
وہ زیرک تھا،
وہ وجیہہ تھا،
وہ دوبارہ نہیں آئے گا،
قسمت کے بستر پر وہ لیٹا ہے،
وہ دوبارہ نہیں اُٹھے گا،
کئی رنگوں کی مسہری سے وہ پھر نہیں اُٹھے گا۔"
لوگوں نے اس کا زبردست ماتم کیا۔
"شہر کے لوگ،
چھوٹے اور بڑے،
چپ نہیں ہیں،

---

[۱۶۵] جلجامش۔

وہ بین کرتے ہیں،
خون اور گوشت کے سب آدمی، بین کرتے ہیں،
قسمت کا لکھا پورا ہو گیا،
کانٹے میں پھنسی مچھلی کی طرح بستر پر پڑا ہے،
جال میں پھنسے ہرن کی مانند (پڑا ہے۔)،
نامتر شیطان کا اس پر بس چل چکا ہے،
(وہ) نامتر،
جس کے نہ پاؤں ہیں اور نہ ہاتھ،
جو پانی نہیں پیتا،
جو گوشت نہیں کھاتا،
جلجامش کے لئے،
ننسن کے بیٹے کے لئے،
لوگ اپنی نذر تولتے ہیں،
اس کی محبوب بیوی،
اس کا بیٹا،
اسکی لونڈی،
اس کے مغنی،

اس کے بھانڈ،

اور اس کے گھر کے سب باسی،

اس کے ملازم،

اس کے گماشتے،

جو محل میں رہتے ہیں، اپنی قربانی تولتے ہیں۔

جلجامش کے لئے،

ننسن کے بیٹے کے لئے،

یرک کے دل کے لئے،

وہ اپنی نذریں رشکی جل کو پیش کرتے ہیں۔

موت کی[ص ۱۶۶] ملکہ کو،

اور موت کے سب دیوتاؤں کو،

نامتر کو جو مقدر ہے،

قربانی پیش کرتے ہیں۔

پھاٹک کے نگہبان نیتی[ص ۱۶۷] کے لئے روٹی،

ناگوں کے دیوتا، 'شجرِ حیات' کے آقا ننگزیدا[ص ۱۶۸] کیلئے بھی روٹی،

نوجوان چرواہے دموزی کے لئے بھی

ص ۱۶۶: رشکی جل۔ ص ۱۶۷ نیتی:- سومیری اسے نیدو کہتے تھے۔ یہ پاتال کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان کی اور ننِ کی[169] کے لئے ،

ان دُکگا[170] اور نن دُکگا کیلئے ،

اِن مُل[171] اور نن مُل کے لئے ،

سب قدیم دیوتاؤں کے لئے ،

انلل کے لئے ،

روٹی پکائی ،

شُلپائی[172] کو دعوت دی ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۸) دروازے کا چوکیدار تھا ،

ص ۱۶۸ نن گزدا :۔ اسے گزدا بھی کہتے تھے اور "شجرِ حیات کا آقا" بھی۔ یہ زرخیزی کا ایک دیوتا تھا۔ بعض اوقات اسے انسانی سر والا ناگ تصور کیا جاتا تھا لیکن بعد میں وہ جادو اور شفا کا دیوتا بن گیا۔ اس حیثیت سے وہ تموز یا دموزی کا دوست تھا اور تموز کے ساتھ آسمان کے پھاٹک پر کھڑا رہتا تھا۔

ص ۱۶۹ نن کی :۔ یہ انلل کی ماں تھی۔ خیال ہے کہ یہ نن ہر سجا دیوی کا ہی ایک روپ تھی۔

ص ۱۷۰ ان دُکگا اور نن دُکگا :۔ یہ دونوں سومیریوں کے قدیم معبود تھے جو پاتال میں رہتے تھے۔

ص ۱۷۱ اِن مُل اور نن مُل :۔ یہ بھی قدیم سومیری معبود تھے اور انکی بھی رہائش گاہ پاتال تھی۔

ص ۱۷۲ شُلپائی :۔ دعوتوں اور جشن کا دیوتا۔

گگوں کے دیوتا ننموقن کیلئے ،
ماتا ننِ ہر سجا کے لئے ،
اور تخلیق کے دیوتاؤں کے لیے ،
ساکنانِ فلک کے لیے ،
پجاریوں نے ،
پجارنوں نے ،
مرنے والوں سے مخصوص قربانی پیش کی ،
جلجامش ،
نن سُن کا بیٹا ،
مقبرے میں لیٹا ہے ۔
قربان گاہ پر وہ روٹی چڑھاتا ہے ،
شراب لنڈھانے کی جگہ وہ شراب بکھیرتا ہے ۔
ان دنوں میں ،
جلجامش ،
ىن کا بیٹا ،
بادشاہ ،
بے مثال ،

مردوں میں لاثانی،
جو اپنے آقا انلل کو نہیں بھولا،
بچھڑ گیا.
او جلجامش،
کُلب کے مالک،
تیری حمد ارفع ہے۔
یہ کام بھی جلجامش کا تھا،
جو دنیا کے ملکوں سے واقف تھا،
وہ زیرک تھا،
پُر اسرار باتیں، اور بھید اس پر منکشف تھے،
طوفان کے دنوں سے پہلے کی داستان،
وہ ہم تک لایا،
وہ طویل سفر پر روانہ ہوا،
تھک گیا،
مشقت سے چُور چُور ہو گیا،
اور واپس آکر ایک پتھر پر ساری کہانی لکھا دی۔"

17. The Hero with a Thousand Faces. 1953 by Joseph Campbell.
18. The Cult of the Mother Goddess. 1959 by E. O. James.
19. The oldest Stories in the World. by Theodor H. Gaster.
20. Bobylon, Assyria and Israel. by W. H. Boulton.

Bibliography

(کتابیات)

1. "Encyclopaedia of Religion and Ethics"
2. The Encyclopaedia of Britannica.
3. The Encyclopaedia of Americana.
4. Chamber's Encyclodaepia.
5. Cambridge Ancient History.

   Vol. III

6. World Literature Vol. I by Buckner.
7. The Everyday Life in Babylonia and Assyria. by George Contenau.
8. Myths and Legends of Babylonia and Assyria. by Louis Spence.
9. Myths of Babylonia and Assyria. by Donald A. Mackenzie.
10. The Religion of Babylonia and Assyria 1898 by Morris Jastrow.
11. The Epic of Gilgamesh 1960 by N. K. Sandars.
12. The Ancient Myths 1960 by Norman Lorre Goodrich.
13. Sacred Books of the World 1959 by A. C. Bouquet.
14. Before Philosophy. by H. and H. A. Frankfort and others.
15. The Ancient History of Near East. by H. R. Hall.
16. Myths and Ritual in the Ancient Near East. by E. O. James.